یا اللہ جل جلالہ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (النحل ۴۳)

اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تم علم نہیں رکھتے۔

مشائخِ نقشبندیہ سیفیہ

قدس اللہ اسرارھم

تصنیف

فقیر سید احمد علی شاہ حنفی ترمذی سیفی غفرلہ ولوالدیہ

فاضل دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، نوشہرہ، پاکستان

ساکن شالپین ضلع سوات

حال فقیر کالونی کراچی

ناشر

جامعہ امام ربّانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، فقیر کالونی، اورنگی ٹاؤن، کراچی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نامِ کتاب: مشائخِ نقشبندیہ سیفیہ

مصنّف: حضرت علامہ مفتی سید احمد علی شاہ حنفی سیفی ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اشاعتِ اول: ربیع الثانی ۱۴۴۴ھ بمطابق نومبر ۲۰۲۲ء

تعدادِ طباعت: ایک ہزار

کمپوزر: صوفی سید فرحان الحسن سیفی

ہدیہ: روپے

ناشر: شعبہ نشر واشاعت جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بالمقابل شیل پیٹرول پمپ والی گلی، فقیر کالونی

نمبر ۱۰، اورنگی ٹاؤن کراچی

مشائخ عظام سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ سیفیہ

۱)حضرت محبوب اللہ محمد رسول اللہ صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ

۲)حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

۳)حضرت ابو عبد اللہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

۴)حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ

۵)حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق بن امام محمد باقر رضی اللہ عنہ

۶)حضرت ابویزید طیفور بن عیسیٰ عرف بایزید بسطامی قدس سرہٗ

۷)حضرت ابوالحسن علی بن جعفر خرقانی قدس سرہٗ

۸)حضرت ابو علی فضل بن محمد الطّوسی عرف ابو علی فارمدی قدس سرہٗ

۹)حضرت ابویعقوب خواجہ یوسف الہمدانی النعمانی قدس سرہٗ

۱۰)حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس سرہٗ

۱۱)حضرت خواجہ عارف ریوگری قدس سرہٗ

۱۲)حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی قدس سرہٗ

۱۳)حضرت خواجہ علی النساج رامیتی عرف حضرت عزیزان قدس سرہٗ

۱۴)حضرت خواجہ محمد بابائے سماسی قدس سرہٗ

۱۵)حضرت خواجہ سیّد امیر کلال قدس سرہٗ

۱۶)حضرت خواجہ محمد بہاؤالدین محمد بن محمد البخاری عرف شاہ نقشبند قدس سرہٗ

۱۷)حضرت خواجہ علاؤالدین محمد بن محمد البخاری عرف خواجہ عطار قدس سرہٗ

٣٦)سیدنا و مرشدنا حضرت خواجہ آخندزادہ سیف الرحمٰن پیر ارچی خراسانی قدس سرہٗ

٣٧)حضرت مولانا محمد سعید المعروف حیدری صاحب اطال اللہ حیاتہ

مختصر حالات حضرات عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم

سیرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ہزار بار بشویم دہن بمشک وگلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

حضرت شفیع المذنبین، خاتم النبیین، محبوب رب العالمین، سرور کائنات، فخر موجودات، سردار دوعالم، رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید فرقان حمید میں متعدد آیات شریفہ نازل فرمائیں، مثلاً:وَمَا أَرْسَلْنَاکَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ (الأنبیاء۱۰۷)وَإِنَّکَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ(القلم۴)رَءُوفٌ رَحِيمٌ(التوبة۱۲۸) نیز ہر قرن اور زمانے کے علمائے کرام نے اپنے اپنے انداز اور اپنی اپنی زبانوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر بڑی بڑی مجلدات تیار کیں اور حق تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ قیامت تک کس قدر لکھی جائیں گی۔ یہاں بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کو اجمالی طور پر پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شرافت اور بزرگی سے متعلق یہی حدیث شریف کافی ہے:

أول ما خلق الله نوري۔[1]

حق سبحانہ وتعالیٰ نے سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور کو پیدا فرمایا اور اس نور کو واسطۂ تخلیق عالم ٹھہرایا۔

---

[1] (تفسیر روح البیان،ج۱،ص۳۲۹)

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم ارواح ہی میں خلعت نبوت سے سرفراز فرما کر دو عالم کی تاجداری بھی عطا کی۔ ایک طرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام انبیاء علیہم السلام کا سردار بنایا تو دوسری طرف تمام نوع انسانی سے افضل واشرف مقرر فرمایا، اسی اعتبار سے آپ کا سلسلۂ نسب بھی تمام انساب سے زیادہ مطہر، شریف اور پاک ہے، جس کے معترف دوست اور دشمن سب ہی ہیں۔

سلسلۂ نسب

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی محمد اور احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، اور سلسلۂ نسب اس طرح سے ہے: محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بن ۱۔ عبد اللہ بن ۲۔ عبد المطلب بن ۳۔ ہاشم بن ۴۔ عبد مناف بن ۵۔ قصی بن ۶۔ حکیم المعروف بہ کلاب بن ۷۔ مرہ بن ۸۔ کعب بن ۹۔ لُوی بن ۱۰۔ غالب بن ۱۱۔ فہر المقلب بہ قریش بن ۱۲۔ مالک بن ۱۳۔ نضر بن ۱۴۔ کنانہ بن ۱۵۔ خزیمہ بن ۱۶۔ مدرکہ بن ۱۷۔ الیاس بن ۱۸۔ مضر بن ۱۹۔ نزار بن ۲۰۔ معد بن ۲۱۔ عدنان۔

یہاں تک سلسلۂ نسب صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام آمنہ تھا اور ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے:

۱۔ آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنت ۲۔ وہب بن ۳۔ عبد مناف بن ۴۔ زہرہ بن ۵۔ کلاب بن ۶۔ کعب۔

یعنی کلاب بن مرہ پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نسب شریف جمع ہو جاتا ہے۔

ولادت باسعادت

ولادت باسعادت مکۂ معظمہ زاد اللہ شرفہا میں بروز دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول۔ بمطابق ماہ اپریل (۵۷۱ء) کو ہوئی، اسی سال واقعۂ فیل پیش آیا۔ اس وقت فارس کے بادشاہ نوشیرواں کی سلطنت کا چالیسواں سال تھا۔[2]

صحیح احادیث میں وارد ہے کہ ولادت کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ کے بطن سے ایک ایسا نور ظاہر ہوا کہ جس سے مشرق و مغرب روشن ہو گئے۔[3]

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابھی بطن مادر میں ہی تھے کہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے والد عبدالمطلب نے کھجوریں خرید کر لانے کے لئے مدینہ منورہ بھیجا، اتفاقاً ان کی وہیں وفات ہو گئی۔ اسی طرح والد ماجد کا سایۂ شفقت پیدائش سے قبل ہی اٹھ گیا۔

بچپن

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب سے پہلے آپ کی والدہ ماجدہ نے اور چند روز کے بعد ابولہب کی کنیز ثوبیہ نے دودھ پلایا۔ اس کے بعد عرب شرفاء کے دستور کے مطابق حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ سعادت نصیب ہوئی۔ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ "میری گود میں ایک بچہ تھا مگر فقر و فاقہ کی وجہ سے اتنا دودھ نہ تھا جو اس کو کافی ہو سکے لیکن جوں ہی سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری آغوش میں آئے تو اس قدر دودھ اترا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رضائی بھائی نے بھی خوب سیر ہو کر پیا"۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بچپن کے کچھ ایام

---

[2] طبقات ابن سعد۔ اصح السیر

[3] سیرت خاتم الانبیاء، ص ۱۱

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں اپنے رضائی بھائی کے ہمراہ بکریاں چرانے میں بھی گزارے۔ یہ ایک طرح سے امت پروری کی تعلیم کا آغاز تھا۔

ابھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف چھ سال کی ہوئی تھی کہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ واپس آتے ہوئے مقام ابواء میں آپ کی والدہ ماجدہ نے اس دنیائے فانی سے رحلت فرمائی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے داد عبدالمطلب کی سرپرستی میں رہے لیکن آٹھ سال کی عمر شریف ہوئی تو عبدالمطلب بھی طویل عمر پاکر اس دنیا سے رخصت ہوگئے اس کے بعد آپ اپنے چچا ابوطالب کے پاس رہنے لگے، بارہ برس کی عمر شریف میں آپ اپنے چچا ابوطالب کے ہمراہ ملک شام کی طرف تشریف لے گئے، راستہ میں مقام تیمؔا میں قیام فرمایا اتفاقاً وہاں ایک عیسائی عالم بحیرا راہب سے ملاقات ہوئی۔ اس نے ابوطالب سے کہا کہ یہ لڑکا خدا کا پیغمبر آخر الزماں معلوم ہوتا ہے۔ اس کو شام نہ لے کر جاؤ، وہاں کے یہود اس کو پہچان لیں گے تو اس کے لئے جان کا خطرہ ہے۔ ابوطالب نے اس خطرے کے پیش نظر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو واپس مکہ معظمہ بھیج دیا۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات اور حلم و کرم کی وجہ سے قبل از نبوت ہی مکہ والوں میں آپ کی دیانت اور امانت کا شہرہ ہوگیا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو مکہ معظمہ کی ایک بیوہ مالدار خاتون تھیں آپ کی امانت اور بزرگی کا شہرہ سن کر بہت متاثر ہوئی چنانچہ آپ ان کی ایماء پر ان کا مال تجارت لے کر ملک شام (بعض روایتوں میں یمن اور بحرین) تشریف لے گئے، وہاں وہ مال آپ کی برکت سے بہت زیادہ نفع کے ساتھ فروخت ہوا اور وہاں سے آپ دوسرا منفعت بخش مال خرید کر واپس تشریف لائے اور حج خدیجہ کے سپرد کر دیا، اس کو حضرت خدیجہ نے یہاں فروخت کیا تو دوچند نفع ہوا۔

نکاح

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی، ایک نہایت عقل مند خاتون تھیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شرافت، صداقت، امانت اور بلند اخلاق کو دیکھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نکاح کی خواہش مند ہوئیں، چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر پچیس برس اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر چالیس برس تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دو صاحب زادے قاسم اور عبد اللہ اور چار صاحب زادیاں زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدا ہوئیں۔ ان سب کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حیات میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ ہجرت سے تین سال قبل جب ان کا انتقال ہو گیا اور اس وقت آپ کی عمر شریف انچاس سال کی ہو گئی تو بعض دوسری ازواج مطہرات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف کا پینتیسواں سال تھا کہ قریش نے بیت اللہ شریف کی از سر نو تعمیر کا ارادہ کیا۔ چنانچہ تمام قبائل نے اس تعمیر میں شرکت کی، جب حجر اسود نصب کرنے کا وقت آیا تو ہر قبیلہ اپنی فضیلت اور اپنے خصوصی حق پر مصر ہو گیا، قریب تھا کہ آپس میں جنگ چھڑ جائے، آخر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکیمانہ فیصلہ پر سب راضی ہو گئے۔ یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چادر پھیلا کر اس میں حجر اسود کو اپنے دست مبارک سے رکھ دیا پھر ہر قبیلے کے منتخب سرداروں نے چادر پکڑ کر اٹھائی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو مقرر جگہ پر نصب کر دیا۔

ابتدائے وحی

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ آبادی سے باہر پہاڑیوں میں تشریف لے جاتے اور کئی کئی دن عبادت میں مصروف رہتے، ابتدائے نبوت سے کچھ عرصہ قبل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سچے خواب نظر آنا شروع ہو گئے، چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اکثر واقعات قبل از وقوع ہی خواب میں نظر آجاتے، جب آپ کی عمر مبارک چالیس برس ہوئی تو ماہ ربیع الاول دوشنبہ کے دن جبل نور کے ایک غار میں جو غار حرا کے نام سے مشہور ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا اقْرَأْ (یعنی پڑھیے) میں نے جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس پر جبرئیل علیہ السلام نے مجھ کو آغوش میں لے کر اپنے سینے سے خوب چمٹایا جس سے مجھ کو تکلیف محسوس ہونے لگی، پھر مجھ کو چھوڑ دیا اور دوبار کہا اقْرَأْ۔ میں نے پھر وہی کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ انہوں نے پھر مجھے آغوش میں لے کر اپنے سینے سے خوب چمٹایا یہاں تک کہ مجھ کو تکلیف محسوس ہونے لگی پھر مجھ کو چھوڑ دیا اور کہا:

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِي خَلَقَ (۱) خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ (۲) اقْرَأْ وَرَبُّکَ الْأَکْرَمُ (۳) الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (۴) عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (العلق ۵)

ترجمہ: پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا۔ پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم۔ جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔ آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔

اس واقعے کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اصلی ہیئت میں دیکھنے اور وحی کے بار گراں سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وقتی طور پر ایک قسم کی ہیبت سی طاری ہو گئی اور آپ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم حیرانی کے عالم میں دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ گھر پہنچے۔ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا مجھ کو (کپڑا) اڑھادو، مجھ کو (کپڑا) اڑھادو۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کپڑا اڑھادیا گیا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ کیفیت سکون پر آگئی تب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سارا واقعہ بیان فرمایا اور کہا کہ مجھ کو اپنی جان کا خوف ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر گز نہ ڈریں، خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ضائع نہ کرے گا، کیونکہ آپ رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، غریبوں، یتیموں کی خبر گیری کرتے ہیں، مسکینوں کو کھانا کھلاتے ہیں، مہمانوں کی خاطر مدارات کرتے ہیں اور قدرتی حوادث میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ الیٰ آخر الحدیث۔[4]

یہی ابتدائے وحی و نبوت تھی۔

دعوت اسلام

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ابتداءً جو وحی نازل ہوئی وہ ان احکام پر مشتمل تھی جو بالخصوص آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے لئے ہی تھے۔ پھر کچھ دنوں بعد آپ کو عمومی تبلیغ کا حکم ہوا تو سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ،۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے متبنیٰ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف باسلام ہوئے پھر یہ سلسلہ روز افزوں ترقی کرتا گیا۔ عرب قبائل کو جب اس دعوت و تبلیغ کی حقیقت کا

---

[4] بخاری، باب بدء الوحی

علم ہوا کہ اس میں ان بتوں کی سخت مخالفت ہے تو وہ سخت برہم ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر قسم کا دنیوی لالچ دیا جس میں سرداری وحکمرانی بھی تھی، مال وزر اور حسین عورتوں کی پیشکش بھی، لیکن آپ کے عزم واستقلال کو ذرا بھی جنبش نہ ہوئی، پھر آپ کو طرح طرح کی تکالیف دینے لگے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان کے درپہ ہوگئے۔

ہجرت حبشہ

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ذات گرامی پر تو ہر قسم کے مظالم اور تکالیف برداشت کرتے رہے لیکن جب دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اقارب پر مظالم ناقابل برداشت ہو گئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عطائے نبوت سے پانچویں سال ماہ رجب میں بارہ مرد اور چار عورتوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی جن میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی زوجۂ مطہرہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی شامل تھیں۔ نجاشی بادشاہ حبشہ نے ان مہاجرین کا اکرام کیا اور ان کو قیام کی اجازت دے دی، قریش مکہ نے وہاں بھی مہاجرین کے خلاف ریشہ دوانیاں کیں۔ نجاشی نے مہاجرین سے تحقیق حال کیا تو ان کے ترجمان جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان مہاجرین کے موقف کی وضاحت۔ نجاشی اس گفتگو سے بہت متاثر ہوا اور تین مرتبہ یہ جملہ کہا کہ آپ میرے ملک میں بالکل محفوظ ہیں۔ چنانچہ مہاجرین ایک عرصہ وہاں امن و امان کے ساتھ قیام کرکے واپس آگئے۔[5]

---

[5] سلیمان ندوی، رحمت عالم

شعب ابی طالب

نبوت کے ساتویں سال میں جب قریش مکہ کا بغض و عناد حد سے بڑھ گیا تو انہوں نے ایک مرتبہ معاہدہ مرتب کیا کہ "کوئی شخص نہ خاندان بنی ہاشم سے قرابت رکھے گا، نہ ان کے ہاتھ خرید و فروخت کرے گا، نہ ان سے ملے گا اور نہ ان کے پاس کھانے پینے کا سامان جانے دے گا، جب تک کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قتل کے لئے ہمارے حوالے نہ کردیں وغیرہ وغیرہ یہ معاہدہ منصور بن عکرمہ نے لکھا اور کعبہ معظمہ کے دروازہ پر آویزاں کردیا گیا۔ ابو طالب مجبور ہو کر خاندان بنی ہاشم کے ساتھ اپنے محلے شعب ابی طالب میں جو پہلے شعب بنی کہلاتا تھا محصور ہو گئے اور یہیں دوسرے مسلمانوں نے بھی آکر پناہ لی۔ بنو ہاشم نے تین سال سخت مصائب و آلام میں گزارے جس کی تفصیل بڑی دردناک ہے، آخر حق سبحانہ وتعالیٰ نے قریش میں اختلاف پیدا فرما دیا اور ایک گروہ اس اختلاف کو ختم کرنے پر مصر ہو گیا، دارالندوہ میں ایک اجتماع ہوا جس میں ابو طالب کو بھی شریک کیا گیا اور قریش نے معاہدہ کے سلسلے میں گفتگو شروع کی، آپس میں بحث شروع ہوئی، ابو طالب نے کہا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ اس وثیقے کو کیڑوں نے کھالیا ہے البتہ جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کا نام ہے وہ حصہ باقی ہے، اگر یہ صحیح ہے تو اس معاہدے کو ختم کرو اور اگر غلط ہے تو میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔ آخر مطعم بن عدی عہد نامے کو اتار لائے اور دیکھا کہ واقعی سارا کیڑوں نے کھالیا ہے اور صرف وہ جگہ باقی ہے جہاں اللہ کا نام لکھا ہوا ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے اس ظالمانہ معاہدے کو ختم کر دیا۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شعب ابی طالب سے

باہر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر انچاس سال کی تھی، گویا بعثت سے نویں سال کے آخر میں یادسویں سال کے شروع میں آپ شعب ابی طالب سے باہر تشریف لائے۔[6]

اس واقعے کے تھوڑے عرصے بعد ابو طالب کی وفات ہو گئی، پھر چند دن بعد آپ کی اہلیہ محترمہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی وصال ہو گیا۔ جس کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت رنج ہوا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کر لیا۔

کفار مکہ کی ایذارسانی، سختیوں اور مخالفتوں کے باوجود آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہایت استقلال کے ساتھ اسلام کی تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا، جس کے نتیجے میں اسلام تیزی سے پھیلتا رہا۔ اسی ابتدائی دور میں حضرت حمزہ، حضرت عمر بن خطاب، حضرت صہیب، حضرت یاسر، حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر شرفائے مکہ بڑی تعداد میں مشرف باسلام ہوئے۔[7]

طائف کا سفر

اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبلیغ کا کام مکہ معظمہ سے باہر لوگوں میں کرنا چاہا تو زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر طائف تشریف لے گئے اور وہاں تبلیغ اسلام میں بہت کوشاں رہے، لیکن افسوس کہ ان میں سے کسی ایک کو بھی قبول حق کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔ آخر ایک ماہ کے سخت مصائب برداشت کرکے واپس تشریف لے آئے۔ طائف کے ابتلا نے آپ کے مضبوط ارادہ پر کوئی اثر نہیں ڈالا، بلکہ آپ نے فیصلہ کر لیا کہ ایک ایک قبیلہ میں گشت کرکے حق تعالیٰ کے پیغام سنائیں گے، اس کے لئے مکہ مکرمہ میں حج کا قدرتی موقع موجود تھا، جس میں عرب کے

---

[6] سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

[7] رحمت عالم

گوشے گوشے سے لوگ آتے اور کئی کئی دن ٹھہرتے تھے، آپ نے ان مجمعوں میں پہنچ کر ہر قبیلہ میں اسلام کی تبلیغ کرنی اور قرآن کریم کی آیات سنانا شروع کیں، اس کا اثر یہ ہوا کہ پورے ملک میں اسلام کی آواز پھیل گئی۔[8]

معراج مبارک

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہم سے مروی ہے کہ ہجرت سے ایک سال قبل ۱۷ ربیع الاول یا ۲۷ رمضان المبارک اور مشہور یہ ہے کہ ۲۷ رجب المرجب کی شب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معراج مقدس کی سعادت سے نوازا گیا، یعنی ایک شب آپ حطیم کعبہ میں آرام فرما تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور آپ کو براق پر سوار کرا کر مسجد اقصیٰ لے گئے جہاں آپ نے تمام انبیاء ومرسلین اور ملائکہ مقربین کی امامت فرما کر نماز پڑھائی (سورۃ بنی اسرائیل کی پہلی آیت سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ (الاسراء ۱) میں اسی سیر کا ذکر ہے، اس کے بعد آپ کو آسمانوں کی سیر کروائی گئی اور بعض انبیاء علیہم السلام سے ملاقاتیں ہوئیں، پھر سدرۃ المنتہیٰ کی طرف تشریف لے گئے، راستہ میں حوض کوثر پر گزر ہوا پھر جنت میں داخل ہوئے، وہ قدرت الٰہی کے دو عجائبات دیکھے، جو نہ کسی آنکھ نے آج تک دیکھے اور نہ کسی کان نے سنے، اور نہ کسی انسان کے وہم و گمان کی وہاں تک رسائی ہوئی۔ پھر دوزخ آپ کے سامنے پیش کی گئی، جو ہر قسم کے عذاب اور بھڑکتی آگ سے بھری ہوئی تھی، اس میں بعض دوزخیوں کی حال دکھائی گئی، پھر دوزخ کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ اس کے بعد جبرئیل امین علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ پر ٹھہر گئے، کیوں کہ ان کو اس درجے سے آگے بڑھنے کا حکم نہیں تھا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آگے تشریف لے گئے، اور قرب کی

---

[8] رحمت عالم

انتہائی منازل میں بلائے گئے، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خداوند عزوجل کی زیارت ہوئی۔ صحیح یہ ہے کہ زیارت فقط قلب نہیں بلکہ آنکھ سے ہوئی، محققین صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہی تحقیق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بارگاہ عزوجل میں سجدہ کیا اور حق سبحانہ وتعالیٰ سے بالمشافہ ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا، اس وقت پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم براق پر سوار ہو کر واپس تشریف لے آئے، صبح سے پہلے ہی یہ مبارک سفر ختم ہو گیا۔[9]

خزرج کے چھ آدمیوں کا اسلام

نبوت کے گیارہویں سال رجب کے مہینے میں اوس و خزرج دونوں قبیلوں کے کچھ لوگ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ آئے، اور منیٰ میں عقبہ کے مقام پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کی، آپ نے ان کو آیات قرآن سنائیں، ان کا مطلب سمجھایا اور اسلام کی دعوت دی، چھ یا آٹھ آدمی اسی وقت مسلمان ہو گئے، یہ بیعت عقبہ اولیٰ کہلاتی ہے۔ ان میں دو آدمی وہ بھی تھے جو اس سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔

پہلی بیعت عقبہ

دوسرے سال (۱۲ نبوت) مدینہ منورہ سے بارہ آدمی آئے، ۵ آدمی تو انہی ۶ آدمیوں میں سے تھے جو اس سے پہلے ۱۱ نبوت میں اسلام لا چکے تھے اور سات نئے آدمیوں نے اسلام قبول کیا، یہ بیعت عقبہ ثانیہ کہلاتی ہے۔ ان لوگوں کی خواہش پر عمر بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے ساتھ کر دیا گیا تاکہ وہ انہیں اسلام کی باتیں سکھائیں، مصعب بن

---

[9] سیرت خاتم الانبیاء صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم، مظاہر حق، ج۴، ص ۵۲۲

عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی امامت کرتے تھے۔ ان دونوں حضرات کے ہاتھ پر مدینہ منورہ کے بہت آدمی مسلمان ہوئے اور ایک سال کے اندر اندر اس شہر کے اکثر گھرانے مسلمان ہو گئے۔

اگلے سال (۱۲ نبوت) جب حج کا زمانہ آیا تو مدینہ منورہ کے چھتر ۷۶ اشخاص جن میں تہتر ۷۳ مرد اور دو عورتیں شامل تھیں، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کے لئے آئے اور پوشیدہ طور پر نصف شب کے وقت آپ کے ہاتھ پر عقبہ میں بیعت کی۔ یہ بیعت عقبۂ ثانیہ کہلاتی ہے۔ اسی شب کو اشاعتِ اسلام اور تعلیم دین کے لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان میں سے بارہ سردار چنے۔ ان کے نام خود انہی لوگوں نے بتائے تھے، ان میں سے نو خزرج اور تین اوس کے تھے۔ اس طرح مدینہ منورہ مسلمانوں کے لئے ایک پرامن مرکز بن گیا۔

قریش کو جب ان حالات کا علم ہوا تو ان کے غیظ وغضب کی انتہا نہ رہی اور انہوں نے مسلمانوں کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا۔ آخر تنگ آکر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشورے سے مدینہ منورہ میں کی طرف ہجرت شروع کر دی۔ اس پر قریش نے روک ٹوک کی لیکن چوری چھپے لوگ جاتے رہے اور رفتہ رفتہ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم چلے گئے، مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور چند صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم رہ گئے یا وہ مسلمان جو مفلسی سے مجبور تھے یا جن کو کفار نے مقید کر دیا تھا، وہ مجبوراً نہ جا سکے۔

کفار قریش کو جب اپنے ان مظالم پر بھی تسکین نہ ہوئی، اپنی ہر تدبیر ناکام نظر آئی اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر لحاظ سے غلبہ پاتے دیکھا تو انہوں نے دارالندوہ میں جمع ہو کر سب کے مشورہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا۔ ادھر حق سبحانہ وتعالیٰ نے

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے اس ناپاک منصوبہ کی خبر دے کر ہجرت کرنے کا حکم فرمایا، چنانچہ کفار قریش نے جس شب اپنے منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کا پروگرام بنایا تھا اسی شب انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مکان کا محاصرہ کر لیا تاکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکل کر کہیں چلے نہ جائیں۔ لیکن ان سب تدابیر کے باوجود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ساتھ لیااور غار ثور (جو مکہ مکرمہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے اس) میں پہنچ کر اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہو گئے۔

ہجرت

صبح سویرے جب کفار قریش کو یہ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے جا چکے ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بستر پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم آرام فرماہیں تو سخت حیران وپریشان ہوئے اور چاروں طرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تلاش میں آدمی روانہ کر دیے، بعض نقوش پا کر کھوج میں غار ثور تک بھی پہنچ گئے، لیکن حق تعالیٰ نے وہاں بھی ان کی نظروں سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی نظروں سے اوجھل رکھااور وہ مایوس ہو کر واپس چلے آئے۔ غار ثور کے دوران قیام حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نوجوان صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزانہ شام کو آکر کفار قریش کے منصوبوں اور مشوروں سے آگاہ کرتے رہتے اور کچھ کھانا بھی ساتھ لاتے، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام عامر بن فہیرہ کچھ رات گئے بکریاں چرا کر لوٹتا تھاتو وہ حضرات ان کا دودھ پی لیتے تھے، اسی طرح تین دن تین رات غار ثور میں گزارے، چوتھے دن عبداللہ بن اریقط اللیثی، ایک قابل اعتماد اور واقفِ راہ کافر کا بندوبست کیا

گیا تاکہ وہ رہبری کرے۔ کفار نے آپ کے سر مبارک کے لئے سو اونٹوں کا انعام مشتہر کیا تھا، جس کے لالچ میں سراقہ بن مالک جعشم جو ابھی اسلام میں داخل نہیں ہوا تھا آپ کی تلاش میں نکلا، ایک مقام پر اچانک وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب پہنچ گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف رجوع ہوئے، فوراً اس کے گھوڑے کے اگلے پاؤں زمین میں دھنس گئے اور وہ ہیبت رسالت سے سہم گیا، معافی کا خواستگار ہوا اور قریش کے اشتہار کا واقعہ سنایا، پھر منت سماجت کر کے آئندہ کے لئے بھی آپ سے امن کی تحریری ضمانت حاصل کر لی، سراقہ بعد میں مسلمان ہو گئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد بقیہ مسلمان بھی حسب موقع ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے آئے۔

واقعۂ ہجرت اسلام کا نہایت مہتم بالشان واقعہ ہے، اس کی اہمیت کے پیش نظر اسلامی سنہ کی ابتداء اس سے ہوئی اور اسی واقعے کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آزادی کے ساتھ تبلیغ اسلام کا موقع ملا اور اسلام دن دوگنی رات چوگنی تیزی کے ساتھ پھیلنے لگا، اور اس کی برکات و ثمرات نے نظام حیات کو بہتر سے بہترین بنا دیا۔ ہجرت کے وقت منصب رسالت کا فریضہ ادا کرتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تیرہ سال گزرے تھے اور عمر شریف ترپن (۵۳) سال تھی۔

اب ہجرت کے بعد کے حالات مختصر طور پر سنہ وار درج کئے جاتے ہیں:

ایک سنہ ہجری ھ

مدینہ منورہ کے لوگوں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روانگی کی اطلاع مل چکی تھی اور تمام شہر ہمہ تن محو انتظار تھا، چھوٹے بچے تک خوشی اور جوش میں کہتے پھرتے تھے کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرہے ہیں، چھوٹی چھوٹی لڑکیاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کی خوشی

میں گیت گاتی پھرتی تھیں، روزانہ نوجوان ہتھیار سجا سجا کر حرہ میں صبح سویرے آکر پہروں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انتظار کرتے تھے، آخر ایک دن انتظار کرکے وہ واپس ہونا چاہتے تھے کہ شور مچا، ”وہ آگئے جن کا انتظار تھا“ لوگوں نے پہچانا تو ساری بستی تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھی، استقبال کے لئے مسلمان ہتھیار لگا کر باہر نکل آئے، ہر طرف فرحت وانبساط کا دور دورہ ہو گیا، لوگ پروانوں کی طرح ٹوٹے پڑتے تھے اور ہر شخص خدمت اقدس میں مؤدبانہ حاضری کے لئے بیتاب تھا۔ یہ ربیع الاول کی آٹھویں تاریخ اور نبوت کا تیرہواں سال تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے پہلے مدینہ منورہ کی نواحی بستی قبا میں تشریف لائے اس کو عالیہ بھی کہتے ہیں، اور عمرو بن عوف کے خاندان کے سردار کلثوم بن الہدم کے مکان میں قیام فرمایا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بعد میں یہیں پہنچ گئے۔ بعض روایات کے مطابق آپ نے وہاں چار دن اور صحیح و مشہور روایت کی بنا پر چودہ دن قیام فرمایا، اسی دورانِ قیام حضرت کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک افتادہ زمین پر مسجد کی بنیاد رکھی جو مسجد قبا کے نام سے مشہور ہے، یہ سب سے پہلی مسجد ہے اور اسی کی شان میں حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ (التوبة ١٠٨)

جمعہ کے دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبا سے روانہ ہو کر مدینہ منورہ تشریف لائے، راستہ میں بنی سالم کے محلے میں نماز کا وقت ہو گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلا جمعہ ادا فرمایا۔[10]

ایک سو کی تعداد میں اہل مدینہ نماز باجماعت میں شریک تھے، پھر وہاں سے آگے بڑھے، قبا سے شہر مدینہ تک ہر قبیلہ کے معزز لوگ دورویہ کھڑے تھے، آپ جس قبیلے کے سامنے سے گزرتے

---

[10] اب یہ مسجد جمعہ کے نام سے مشہور ہے۔

وہ عرض کرتے یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ گھر، یہ مال یہ جان حاضر ہے۔ آپ شکریہ ادا کرتے اور دعائے خیر دیتے۔ شہر قریب آیا تو مسلمانوں کے جوش کا یہ عالم تھا کہ عورتیں تک تشریف آوری کا نظارہ دیکھنے کے لئے مکانوں کی چھتوں پر پہنچ گئیں اور نغمے گانے لگیں:

طلع البدر علینا — من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا — ما دعا للہ داع

چودھویں رات کا چاند ہمارے سامنے نکل آیا، وداع کی گھاٹیوں سے، ہم پر خدا کا شکر واجب ہے، جب تک کوئی دعا مانگے۔

بنو نجار کی لڑکیاں جن کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ننہالی رشتہ دار ہونے کا شرف حاصل تھا، خوشی میں دف بجابجا کر یہ شعر گاتی تھیں:

نَحنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِی النَّجَّارِ — یَا حَبَّذَا مُحَمَّدًا مِّنْ جَارٖ

ہم نجار کے خاندان کی لڑکیاں ہیں، حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے اچھے پڑوسی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی کو اس حال پر چھوڑ دیا، اونٹنی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کے سامنے پہنچ کر خود بیٹھ گئی اور آپ نے وہیں قیام فرمایا۔ وہاں بھی سب سے پہلے مسجد کی تعمیر کا مسئلہ پیش آیا، چنانچہ دولت کدہ کے قریب بنی نجار کے دو لڑکوں سہل اور سہیل کا ایک مربد (کھجوروں کے خشک کرنے کی جگہ) تھا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جگہ کو مسجد کے لئے پسند فرمایا۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سودا کرکے اس کو خرید لیا، پھر وہاں مسجد نبوی تعمیر کی گئی۔ اذان کی ابتداء اور رکعات نماز کی تعداد مقرر ہوئی۔

مکہ مکرمہ میں امن و امان نہ تھا اس لئے پانچوں وقت دو رکعت نماز ادا کرنا ہی فرض تھا، مدینہ آکر جب مسلمانوں نے اطمینان کا سانس لیا اور دائیگی فرائض کی آزادی ملی تو ظہر، عصر اور عشاء کی چار چار رکعتیں اور مغرب کی تین رکعتیں کی گئیں، البتہ صبح کی دو ہی رہیں کیونکہ صبح کے وقت لمبی قرأت یعنی رکعتوں کے بدلے زیادہ قرآن کریم پڑھنے کا حکم ہے۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے ضرورت اس کی تھی کہ مسلمانوں کو وقت پر بلانے کے لئے کوئی طریقہ مقرر کیا جائے چنانچہ اس مقصد کے لئے اذان مقرر ہوئی۔

کفار مکہ کا کچھ بس نہ چلا تو اب انہوں نے کمزور مسلمانوں کے لئے مدینہ منورہ جانے پر پابندی لگا دی اور باہر کے مسلمانوں کو حج سے روک دیا گیا۔ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ کے تاجروں کو جو ملک شام آتے جاتے تھے ڈرانے کے لئے چند آدمیوں کو شام کے راستے میں بھیجنا شروع کر دیا، تاکہ راستے غیر محفوظ خیال کر کے اہل مکہ صلح کر لیں اور مکہ مکرمہ کے غریب مسلمانوں پر سختی نہ کریں۔ ساتھ ہی مدینہ منورہ کی نواحی بستیوں سے معاہدے کئے تاکہ مدینہ منورہ پر امن جگہ رہے۔

اس سال کے مزید واقعات میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی، ازواج مطہرات کے حجروں کی تعمیر، اصحاب صفہ کے لئے چبوترہ بنانا، مہاجرین و انصار میں مواخات (آپس میں بھائی چارہ قائم کرنا) اور مدینہ منورہ کے یہودیوں سے معاہدہ وغیرہ شامل ہیں۔[11]

---

[11] ماخوذ از سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وغیرہ

دو سنہ ہجری

اس سال کئی اہم واقعات رونما ہوئے، مثلاً ماہِ شعبان میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آرزو کے مطابق بیت المقدس کی بجائے کعبۂ معظمہ زاد اللہ شرفہا مسلمانوں کا قبلہ قرار پایا جو دنیا میں سب سے پہلا خانۂ خدا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں نماز پڑھتے وقت بیت المقدس و کعبۂ معظمہ دونوں کو جمع فرماتے تھے، چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دونوں رکنوں، یعنی حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان ایسی جگہ نماز ادا فرماتے جہاں سے دونوں قبلے یعنی خانۂ کعبہ و صخرۂ بیت المقدس سامنے ہوتے۔ جب آپ ہجرت کر کے مدینۂ منورہ تشریف لے آئے اور مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعمیر فرمائی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کا قبلہ بیت المقدس کی جانب رکھا اور سولہ مہینے تک بیت المقدس کی جانب بیت المقدس کی جانب نماز ادا فرماتے رہے، لیکن یہاں دونوں قبلوں کو جمع کرنا متعذر ہو گیا اور ہمیشہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ شوق رہا کہ کعبہ مکرمہ جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ رہا ہے وہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بھی قبلہ مقرر ہو جائے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کمال شوق اور وحی کے انتظار میں بار بار آسمان کی طرف منہ اٹھاتے تھے۔ سولہ یا سترہ مہینے صرف بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے رہے۔ ایک روز جب کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر یا عصر کی نماز مسجد بنی سلمہ میں پڑھا رہے تھے اور دو رکعتیں پڑھ چکے تھے آیۂ مبارکہ قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِکَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (البقرۃ ۱۴۴) نازل ہوئی۔ پس آپ نماز ہی میں مسجد الحرام یعنی خانۂ کعبہ کی طرف پھر گئے اور

میزاب استقبال کیا۔اسی وجہ سے مسجد بنی سلمہ مسجد ذو قبلتین کے نام سے مشہور ہوئی اور اس وقت سے ہمیشہ کے لئے خانہ کعبہ مسلمانوں کا قبلہ قرار پایا۔[12]

جیسا کہ عرض کیا جاچکاہے کہ قریش مکہ مسلمانوں کی روز افزوں بڑھتی ہوئی طاقت و شوکت کو دیکھ کر بہت برافروختہ ہوتے اور ان کو مٹانے کے لئے سرگرداں رہتے تھے۔اس مرتبہ انہوں نے ماہ جمادی الاخریٰ ۲ھ میں ابوسفیان کی سرکردگی میں ایک تجارتی قافلہ کافی تعداد میں مال و اسباب کے ساتھ ملک شام روانہ کیا تاکہ اس کا نفع حاصل کرکے وہاں سے سامان جنگ خرید کر جایا جائے پھر مسلمانوں پر حملہ کیا جائے، ابوسفیان نے شام پہنچ کر ایک قاصد مکہ معظمہ بھیجا اور سرداران مکہ کو اطلاع دی کہ اس کو مدینے کے قریب مسلمانوں کے ہاتھوں لٹ جانے کا خطرہ ہے اس لئے وہ اس کی مدد کے لئے روانہ ہو جائیں۔ اس اطلاع پر ابوجہل اور دیگر سردارانِ مکہ ایک ہزار نفوس کا لشکر جمع کرکے مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوگئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب کفار مکہ کی آمد کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی خود بنفس نفیس مع تین سو تیرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جن میں تراسی مہاجرین اور باقی انصار تھے ۱۲ رمضان المبارک کو مقام بدر کی جانب روانہ ہوئے۔ابوسفیان تو مع اپنے قافلہ کے راستہ بدل کر مکہ معظمہ پہنچ گیالیکن قریش مکہ اپنے دل کی آگ بجھانے کے لئے لڑائی پر مصر ہوگئے اور مقامِ بدر میں فوجی اہمیت کے مورچوں پر پہلے ہی قبضہ جمالیا۔ بالآخر گھمسان کی لڑائی ہوئی اور اس میں مسلمانوں کو فتح مبین نصیب ہوئی، حق و باطل کی یہ جنگ اپنی نوعیت کے اعتبار سے دنیا کی تاریخ میں سب سے عجیب تھی جب دونوں لشکروں کا سامنا ہوا تو نجانے کتنے باپ اپنے جگر گوشوں کی تلوار کی زد میں تھے اور کتنے لخت جگر اپنے والد و اقرباء کے ساتھ نبرد

---

[12] تفسیر ابن کثیر وغیرہ تصرفاً

آزماتھے۔ لڑائی میں کفار قریش کے بڑے بڑے سردار ابو جہل، عتبہ، شیبہ اور امیہ بن خلف وغیرہ ستر آدمی مارے گئے اور ان کا تکبر اور اصلی طاقت ٹوٹ گئی، ادھر صرف چودہ مسلمان شہید ہوئے جن میں چھ مہاجر اور باقی انصار تھے۔ یہ غزوہ[13] دراصل اسلام کا کھلا معجزہ تھا۔

اسی سال غزوۂ بدر کے بعد مدینہ منورہ کے قریب یہود کے قبیلۂ بنی قینقاع نے عہد شکنی کی اور خود ہی اعلان جنگ کرنے کے بعد قلعہ بند ہو کر مقابلہ کیا۔ مسلمانوں نے ان کے قلعے کا ایسا سخت محاصرہ کیا کہ وہ گھبرا گئے، آخر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلے پر رضامندی کا اعلان کر دیا۔ ان کی مسلسل شر پسندی کے تدارک کے لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ ساری قوم مدینہ منورہ اور اطراف مدینہ منورہ کو چھوڑ کر نکل جائے، بنو قینقاع اس پر رضامند ہو گئے اور جان ومال کی امان حاصل کر کے زمین اور دیگر منقولہ جائیداد چھوڑ کر ملک شام چلے گئے۔ اس کے بعد بنو نضیر کے یہودیوں نے عہد شکنی کی تو ان پر حملہ کیا گیا آخر کار یہ لوگ بھی علاقہ خالی کر کے خیبر چلے گئے۔ پھر ماہ ذی الحجہ میں غزوۂ سویق کا واقعہ پیش آیا۔

اسی سال ماہ ذی الحجہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ یہی وہ مبارک سال ہے کہ جس میں رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے اور پہلی مرتبہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازیں ادا کی گئیں اور قربانی واجب ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ

---

13 آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں جو جہاد بالسیف ہوا، اور جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود بہ نفس نفیس شریک ہوئے اس کا غزوہ (جمع غزوات) کہتے ہیں اور جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سردار بنا کر بھیجا اس کو سریہ (جمع سرایا) کہتے ہیں۔ غزوات کی تعداد ستائیس ہے، جن میں سے صرف نو (۹) میں جنگ کی نوبت آئی اور سرایا کی تعداد ۴۳ ہے۔

تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ساتھ لے کر ایک میدان میں جماعت کے ساتھ عید الفطر کی نماز ادا کی، نماز کے بعد خطبہ دیا جس میں صدقۂ فطر کی خوبیاں بیان فرمائیں اور صدقہ کا حکم دیا۔[14]

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نو سال رمضان المبارک کے روزے ادا فرمائے جن میں دو رمضان تیس تیس دن کے ہوئے اور باقی سات رمضان انیتس انیتس دن کے ہوئے۔[15]

تین سنہ ہجری

اس سال ماہ شوال میں غزوۂ احد پیش آیا جس میں ایک جماعت کی غلط فہمی کی بناء پر کچھ دیر کے لئے فتح شکست میں بدل گئی اور مسلمانوں کا نہ صرف خاصا جانی نقصان ہوا بلکہ خود حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چار دندان مبارک بھی شہید ہو گئے، مسلمانوں کے ستر آدمی شہید ہوئے جن میں زیادہ تر انصار تھے، حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی جنگ میں شہید ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا بہت رنج ہوا۔ مشرکین کے بائیس آدمی مارے گئے۔

اسی سال حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں، اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔ مشرکہ عورتوں سے اس وقت تک نکاح ہوتا تھا، اب اس کی حرمت نازل ہوئی۔ ۱۵ رمضان المبارک کو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی۔ وراثت کا قانون نازل ہوا وغیرہ۔[16]

---

[14] ماخذ از سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسیرت خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

[15] عمدۃ الفقہ، کتاب الصوم: ص ۲۲۶

[16] سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج ۱

چار سنہ ہجری

ماہ صفر میں ابو براء کلابی کی درخواست و ضمانت پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ستر انصار صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک جماعت نجد کی طرف تبلیغ کے لئے بھیجی، اُن صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بیر معونہ پہنچ کر پڑاؤ کیا اور حرام بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی دے کر عامر بن طفیل کلابی عامری رئیس قبیلے کے پاس بھیجا۔ عامر نے ان قاصد صحابی کو پہنچتے ہی شہید کر دیا اور آس پاس کے قبائل کا ایک لشکر تیار کر کے تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو گھیر کر شہید کر دیا، صرف عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑ دیا، کعب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس لئے بچ گئے کہ ان میں کچھ جان باقی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس واقعے کا بڑا صدمہ ہوا اور ایک ماہ تک نماز فجر میں ان ظالموں کے حق میں دعائے ضرر کی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قنوت کی یہ ابتداء تھی، یہ واقعہ بیر معونہ کہلاتا ہے۔[17]

اسی سال حضرت ام سلمہ، حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عقد فرمایا۔ لیکن حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نکاح کے دو یا تین ماہ بعد انتقال فرما گئیں۔

۵ شعبان کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی۔ اور شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا۔

---

[17] ایضاً، واضح السیر، ص ۱۶۴

پانچ سنہ ہجری

مدینہ منورہ کے یہودی بہت مالدار تھے اس لئے وہاں ان کا کافی اثر تھا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روزافزوں شوکت و غلبے کو دیکھ کر بہت پیچ و تاب کھاتے تھے اور خفیہ طور پر مسلمانوں کے سخت بدخواہ تھے اور کفار قریش سے مل کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے جن کے نتیجے میں غزوۂ ذات الرقاع ۱۰ محرم کو غزوۂ دومتہ الجندل ربیع الاول میں اور غزوۂ بنی المصطلق ۲ شعبان کو واقعہ ہوئے۔ اس کے بعد غزوۂ احزاب جس کو غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں ذی قعدہ میں واقعہ ہوا جو مسلمانوں کے لئے سخت امتحان کا موقع تھا کیونکہ رسد کی قلت اور بے سر و سامانی کی وجہ سے فاقوں کی نوبت پہنچ گئی تھی، لیکن حق سبحانہ و تعالیٰ نے امداد فرمائی اور مسلمانوں کو فتح مبین حاصل ہوئی۔

اسی سال حضرت زینب بنت جحش اور حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔ عورتوں کے لئے پردے کا حکم، تیمم کی مشروعیت اور دیگر متعدد دینی احکام نازل ہوئے مدینہ منورہ میں زلزلہ کا آنا اور خسوف قمر بھی اس سال کے واقعات میں سے ہے۔[18]

چھ سنہ ہجری

ماہ ذی قعدہ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جماعت ہمراہ لے کر عمرہ کے لئے روانہ ہوئے۔ مکہ معظمہ سے ایک منزل پہلے مقام حدیبیہ میں قیام فرمایا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ معظمہ روانہ فرمایا تاکہ وہ کفار قریش کو آگاہ کر دیں کہ

---

[18] سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج ۱

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف زیارت بیت اللہ شریف اور عمرے کے لئے تشریف لائے ہیں کوئی اور غرض نہیں ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واپسی میں تاخیر ہوئی تو یہ افواہ پھیل گئی کہ ان کو شہید کر دیا گیا۔ اس افواہ کی بنا پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے جہاد پر بیعت لی، اس بیعت کا نام بیعت الرضوان ہے۔ بعد میں یہ اطلاع غلط ثابت ہوئی اور کفار قریش سے چند شرائط پر صلح ہو گئی، جن میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ اس وقت بغیر عمرہ کئے واپس لوٹ جائیں۔ مصالحت کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے احرام اتار دیئے اور تین دن تک حدیبیہ میں قیام فرمایا پھر واپس تشریف لائے۔ اگرچہ صلح حدیبیہ کی بعض شرائط بہ ظاہر مسلمانوں کے خلاف تھیں لیکن حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس کو فتح سے تعبیر کیا اور بعد میں یہ صلح واقعی فتح مکہ کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

اب وقت آ گیا تھا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام امراء وسلاطین کو دین اسلام کی دعوت دیں، چنانچہ نجاشی بادشاہِ حبشہ کو دعوت نامۂ اسلام بھیجا گیا تو اس نے بہ خوشی اسلام قبول کر لیا، بادشاہ روم ہرقل نے بھی اسلام قبول کرنے کا ارادہ کیا لیکن رعایا کی مخالفت کے ڈر سے باز رہا، ایران کے بادشاہ کسریٰ کو دعوت نامۂ اسلام بھیجا گیا تو اس نے گستاخی کی جس کی پاداش میں وہ جلد ہی مارا گیا۔ حکمرانِ مصر وعمان کو بھی اسلام کے دعوت نامے بھیجے گئے۔

اسی سال حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں اور حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی آپ کے حرم میں داخل ہوئیں۔

اسی سال حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔[19]

سات سنہ ہجری

اس سال یہودیوں کی بہت بڑی تعداد خیبر میں جمع ہوئی اور غزوۂ خیبر واقع ہوا جس میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی، یہ مقام مدینہ منورہ سے آٹھ منزل پر ہے۔ پھر اہل فدک سے صلح ہوئی۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کی شرائط کی بنا پر عمرہ ادا فرمایا، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا جم غفیر ساتھ تھا، عمرہ کی دیرینہ تمنا بڑے جوش کے ساتھ تکمیل پزیر ہوئی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین دن مکہ معظمہ میں قیام فرما کر واپس تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ عمرہ احرام کے اعتبار سے دوسرا اور افعال عمرہ کے اعتبار سے پہلا عمرہ تھا۔ اسی سال حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حی بن اخطب اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حارث حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔[20]

آٹھ سنہ ہجری

ملکِ شام میں بیت المقدس سے تقریباً دو منزل کے فاصلے پر موتہ کے مقام پر تین ہزار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ڈیڑھ لاکھ رومیوں سے بہت بڑا معرکہ ہوا۔ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سالار لشکر شہید ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبل از روانگی ہدایات کے بموجب حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم سنبھالا، وہ شہید ہوئے تو حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی

---

[19] سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج۱

[20] سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج۱

اللہ تعالیٰ عنہ نے علم ہاتھ میں لیا، وہ بھی شہید ہو گئے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی حسن تدبیر وانتظام سے لشکر کو دشمن کی زد سے صحیح سالم نکل آئے۔[21]

اسی سال کفار قریش نے صلح حدیبیہ کا معاہدہ توڑ کر عہد شکنی کی، جس کے نتیجے میں ۱۰ رمضان المبارک ۸ھ بروز چہار شنبہ بعد نماز عصر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دس ہزار مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ مکہ معظمہ کی جانب پیش قدمی کی۔ مدینہ منورہ میں حضرت عبد اللہ بن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔ مقام قدید میں پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چھوٹے بڑے جھنڈے باندھے اور قبائل کو عطا فرمائے۔ مکہ معظمہ کے قریب مر الظہران پہنچ کر ۲۰ رمضان المبارک کو اسلامی لشکر کی ترتیب قائم فرمائی، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میمنہ پر، زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میسرہ پر اور ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقدمۃ الجیش پر مقرر فرمایا۔ ایک لشکر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکردگی میں تھا۔ اس نظم و ضبط کے بعد آپ نے حکم دیا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کداء کے راستے سے، زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ کی بالائی جانب سے اور خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نشیبی سمت (مسفلہ) سے شہر میں داخل ہوں اور جب تک کوئی مزاحمت نہ کرے اس وقت تک جنگ نہ کریں۔[22]

اسلامی فوج کی آمد کی اطلاع قریش مکہ کے کانوں میں پہنچ چکی تھی، انہوں نے مزید تحقیق کے لئے حکیم بن حزام (حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے) ابوسفیان اور بدیل بن ورقا کو بھیجا۔ خیمۂ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دربانی پر جو دستہ متعین تھا اس نے ابوسفیان کو دیکھ لیا۔ حضرت

---

[21] سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج ۱

[22] طبقات ابن سعد، حصہ اول، ص ۴۷۵، سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج ۱

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جذبۂ انتقام کو ضبط نہ کر سکے اور بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آکر عرض کیا کہ کفر کے استیصال کا وقت آگیا۔ ابوسفیان کے تمام سیاہ کارنامے اظہر من الشمس تھے، جن میں سے ہر ایک اس کے قتل کا متقاضی تھا، اس کی اسلام دشمنی، مدینہ منورہ پر بار بار حملہ، قبائل عرب کا اشتعال، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قتل کرانے کی سازشیں وغیرہ وہ مذموم حرکتیں تھیں، جن سے باآسانی درگزر نہ کیا جاسکتا تھا۔ لیکن حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جان بخشی کی درخواست کی اور خود ابوسفیان نے بھی گرفتار ہوتے ہی اسلام قبول کر لیا اور سچے مسلمان بن گئے، غزوات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، چنانچہ غزوۂ طائف میں ان کی ایک آنکھ زخمی ہوگئی اور یرموک میں وہ بالکل جاتی رہی۔

لشکر اسلام جب مکہ معظمہ کی طرف بڑھا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جاکر کھڑا کر دو کہ افواج الٰہی کا جلال اپنی آنکھوں سے دیکھے اور اعلان کر دیا گیا کہ جو شخص ہتھیار ڈال دے گا، یا ابوسفیان کے ہاں پناہ لے گا، یا دروازہ بند کر لے گا، یا خانۂ کعبہ میں داخل ہو جائے گا اس کو امن دیا جائے گا۔ غرض کہ اس شان سے اسلامی لشکر ۲۰ رمضان المبارک ۸ھ (مطابق جنوری ۶۳۰ء) کو مکہ معظمہ میں داخل ہوا اور مکہ معظمہ فتح ہوگیا۔[23]

مکہ مکرمہ میں داخل ہو کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی سواری پر ہی بیت اللہ شریف کا طواف کیا اس وقت خانہ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے، آپ جس بت کے پاس سے گزرتے اپنی کمان سے اس کو ٹھوکا دیتے اور فرماتے: جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ

---

[23] سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ص ۱

كَانَ زَهُوقًا (الإسراء ٨١) وہ بت اوندھے منہ گر پڑتا۔ طواف کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقام ابراہیم پر آئے، وہاں دو رکعت نماز پڑھی پھر مسجد کے کنارے بیٹھ گئے، اس کے بعد خانہ کعبہ کے کلید بردار عثمان بن طلحہ سے کعبہ معظمہ کی کنجی لی اور دروازہ کھول کر اندر تشریف لے گئے، وہاں بھی دو رکعت نماز ادا کی اور باہر تشریف لے آئے، ظہر کی نماز کا وقت آیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دی، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ اس وقت مسجد بیت الحرام قریش مکہ سے بھری ہوئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور حاضرین کو مخاطب کر کے ایک جامع خطبہ دیا۔[24]

حضرت خاتم النبیین ورحمۃ للعالمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر نبوت ورسالت کے منصب جلیلہ سے خلافت الٰہیہ کی تفسیر میں جو پہلا خطبہ ارشاد فرمایا، اس کا خطاب صرف اہل مکہ ہی سے نہیں بلکہ تمام عالم سے تھا:

ایک اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد کی اور دوسرے تمام گروہوں کو تنہا شکست دی۔ خبردار! آج کے دن تمام مفاخر، تمام انتقامات اور جان ومال کے تمام دعوے میرے قدموں کے نیچے (ختم کر دیئے گئے) ہیں، صرف حرم کعبہ کی تولیت اور حجاج کو آب رسانی (زمزم پلانے کی خدمات) اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اے قوم قریش! اللہ تعالیٰ نے تمہاری جاہلانہ نخوت اور اباء و اجداد پر اترانے کا غرور آج توڑ دیا

---

[24] سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج۱، اصح السیر

(حسب و نسب کے امتیازات مٹا دیئے گئے) تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنائے گئے تھے۔

پھر قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا (الحجرات ۱۳)

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔

(سن لو) اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسی کی زیادہ عزت ہے جو زیادہ پرہیز گار ہو، بے شک اللہ تعالیٰ علیم (جاننے والا) خبیر (واقف، دانا) ہے۔[25]

اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

یہ شہر (یعنی ساری زمینِ حرم) اللہ تعالیٰ نے اسی دن حرام کر دیا تھا جس روز اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ کے حرام کر دینے سے اب قیامت تک حرام رہے گا (لوگوں پر اس کی ہتک حرام اور تعظیم واجب رہے گی) مجھ سے پہلے کسی کے لئے (اس مقدس شہر میں) قتال حلال نہیں ہوا اس ساعت کے بعد پھر قیامت تک اللہ تعالیٰ کے حرام کر دینے سے حرام کر دیا گیا نہ یہاں کا کوئی خار دار درخت کاٹا جائے، نہ حرم کا شکار بھگایا جائے، نہ کوئی پڑی ہوئی چیز اٹھائی جائے، سوائے اس شخص کے جو اس کو شناخت کر کے اپنا استحقاق بتائے (کہ اس کا اٹھانا جائز ہے) نہ ہی یہاں کی گھاس کاٹی جائے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

[25] سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج ۱، ص ۵۱۷، ۵۱۸

وسلم! مگر اذخر (ایک خوشبودار گھاس) کی اجازت دیجیئے کہ یہ لوہاروں اور سناروں کی بھٹیوں اور لوگوں کے گھروں کی چھتوں کے لئے کام آتی ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اذخر اکھاڑنے کی اجازت ہے۔[26]

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد پندرہ دن مکہ معظمہ میں قیام فرمایا، واپسی پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس خدمت پر مقرر کیا کہ لوگوں کو اسلام کے مسائل اور احکام سکھائیں، چونکہ ابھی تک ملک میں اچھی طرح امن و امان قائم نہیں ہوا تھا اس لئے اس سال مسلمانوں نے حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جو مکہ معظمہ کے امیر مقرر ہوئے تھے حج ادا کیا۔

اب وہ وقت آگیا کہ ہر طرف سے لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ بن گوش ہونا شروع ہو گئے۔ ابھی آپ مکہ معظمہ میں تشریف فرما تھے کہ غزوۂ حنین پیش آگیا، ہوازن اور ثقیف کے قبیلے آمادۂ جنگ ہو کر مکہ معظمہ کی طرف بڑھے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی مسلمانوں کی بارہ ہزار فوج لے کر روانہ ہوئے، جس میں بڑا حصہ قریش کے نومسلموں کا تھا، وادئ حنین میں دشمنوں سے مقابلہ ہوا، چونکہ مسلمانوں کو اپنی کثر تعداد اور کثرت سامان پر ناز ہو گیا تھا اس لئے بطور تنبیہ عارضی پسپائی ہوئی، جس پر مسلمان نادم وپشیمان ہوئے، بالآخر رحمت الٰہی جوش میں آئی اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مٹھی بھر خاک اٹھا کر غنیم کی پھینکی جس سے دشمن مغلوب و مرعوب ہو کر بھاگا اور مسلمان فاتح ہو کر واپس ہوئے۔

---

[26] مشکوٰۃ المصابیح، ج ا، ص ۶۵۵

اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طائف کی طرف متوجہ ہوئے اس لئے کہ حنین کی باقی فوج وہاں جاکر پناہ گزین ہوگئی تھی، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محاصرہ اٹھالیا اور ان کے لئے ہدایت کی دعا فرمائی۔ واپسی پر جعرانہ میں عمرہ کا احرام باندھا، مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ ادا فرمایا جو احرامِ عمرہ کے اعتبار سے تیسرا اور افعال عمرہ کے اعتبار سے دوسرا عمرہ تھا۔ پھر مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔ بعد میں ثقیف کے لوگ بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے مسلمان ہوگئے۔

اسی سال حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے حضرابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحب زادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال بھی اسی سال ہوا۔[27]

نو سنہ ہجری

اس سال غزوۂ تبوک پیش آیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تقریباً پندرہ بیس روز وہاں مقیم رہے لیکن کفار کو مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی، بالآخر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ اسی سال مسیلمہ کذاب نے دعوۂ نبوت کیا جو بعد میں صحابیٔ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں جنگ یمامہ میں مارا گیا۔ حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہی ہیں جنہوں نے حالت کفر میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تھا۔ اس سال اطرافِ عالم سے جوق در جوق وفود آئے اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے، ان وفود کی تعداد ستر تک نقل کی جاتی ہے۔

---

[27] سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج ا

اسی سال حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ماہ ذیقعد میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین سو مسلمانوں کے قافلے پر امیر حج بنا کر مکہ معظمہ روانہ فرمایا اور قربانی کے لئے بیس اونٹ ساتھ کئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم دی اور خطبہ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورہ برأت کی چالیس آیات پڑھ کر سنائیں اور اعلان کر دیا کہ آج کے بعد کوئی مشرک مسجد حرام میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس اعلان کی اس قدر زور سے منادی کی کہ آواز بیٹھ گئی۔

اسی سال جزیہ کی آیت اتری، زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا اور سود کی حرمت کا حکم بھی ہوا۔ اصحمہ نجاشی بادشاہ حبشہ کا بھی اسی سال انتقال ہوا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔[28]

دس سنہ ہجری

اس سال آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحب زادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سترہ یا اٹھارہ ماہ کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صاحب زادہ سے نہایت درجہ کی محبت تھی۔ جس دن حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی اسی دن سورج گرہن ہوا۔

---

[28] سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج ا

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمع کر کے خطبہ دیا اور کسوف کی نماز باجماعت ادا فرمائی اور فرمایا:

"سورج اور چاند تو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، ان میں نہ کسی کے مرنے سے گرہن آتا ہے اور نہ کسی کے جینے سے، جب تم یہ گرہن دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور نماز پڑھو حتیٰ کہ گرہن چھٹ جائے"۔[29]

حجۃ الوداع

اسی سال اعلان کیا گیا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حج کے لئے تشریف لے جارہے ہیں، یہ خبر دفعۃً پھیل گئی اور ہم رکابی کی سعادت حاصل کرنے کے لئے اکناف و اطراف سے تمام عرب اُمڈ آیا۔ چنانچہ آپ شنبہ ۲۵ ذیقعدہ کو بعد نماز ظہر تمام ازواج مطہرات اور تقریباً ایک لاکھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ حج کے لئے روانہ ہوگئے۔ مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ذوالحلیفہ میں شب کو آرام فرمایا اور دوسرے دن غسل فرما کر دو رکعت نماز (سنت الاحرام) ادا فرمائی اور اسی مقام (ذوالحلیفہ) پر احرام باندھ کر بلند آواز سے تلبیہ کے الفاظ ادا فرمائے جو آج تک ہر حاجی کی زبان پر ہیں، یعنی:

لَبَّیْکَ اَللھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ، لَاشَرِیْکَ لَکَ۔[30]

---

[29] بخاری و مشکوٰۃ و سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

[30] حاشیہ مشکوٰۃ، ص ۸۰

میں تیرے حضور میں حاضر ہوں، یاالٰہی میں تیرے حضور میں حاضر ہوں، میں تیرے حضور میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں ہے، میں تیرے حضور میں حاضر ہوں، بے شک تعریف اور نعمت اور بادشاہت تیرے لئے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں بیان کرتے ہیں کہ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو آگے پیچھے، دائیں بائیں جہاں تک نظر کام کرتی تھی آدمیوں کا جنگل نظر آتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب لبیک فرماتے تھے تو ہر طرف سے اسی صدائے غلغلہ انگیز کی بازگشت آتی تھی اور تمام دشت و جبل گونج اٹھتے تھے۔ غرض کہ تلبیہ کی سرمدی نغموں کی گونج میں یہ مقدس قافلہ بڑھتا رہا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع رفقا اتوار کے روز ۴ ذی الحجہ کو صبح کے وقت مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تک کا یہ سفر نو دن میں طے ہوا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر پھیلی تو خاندان بنی ہاشم کے لڑکے خوش ہو کر استقبال کے لئے دوڑ پڑے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی فرط محبت سے اپنی اونٹنی پر کسی کو آگے اور کسی کو پیچھے بٹھا لیا، کعبہ معظمہ پر نظر پڑی تو فرمایا: "اے اللہ! اس گھر کو اور زیادہ عزت و شرف عطا فرما"۔ کعبۂ معظمہ کا طواف کرنے کے بعد مقام ابراہیم پر دوگانہ ادا فرمایا، پھر آب زمزم نوش فرما کر صفا و مروہ کے مابین سعی کی۔[31]

---

[4] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ عمرہ احرام کے اعتبار سے چوتھا اور افعال عمرہ کے اعتبار سے تیسرا عمرہ تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کل چار عمرے ادا فرمائے۔ مؤلف

عمرے سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جن کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں تھے احرام کھول دینے کی ہدایت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اگر میرے پاس قربانی کے اونٹ نہ ہوتے تو میں بھی ایسا ہی کرتا۔

جمعرات ۸ ذی الحجہ کو صبح کے وقت مکہ معظمہ سے روانہ ہو کر منیٰ میں تشریف لائے وہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی (پانچ) نمازیں ادا فرمائیں۔

جمعہ ۹ ذی الحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد عرفات کے لئے روانہ ہوئے اور مقام نمرہ میں قیام فرمایا۔ دوپہر ڈھل جانے کے بعد اپنی اونٹنی قصویٰ (آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی کا نام) پر سوار ہو کر میدان میں تشریف لائے اور اسی ناقہ پر بیٹھے ہوئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک جامع اور بسیط خطبہ دیا جس میں حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا:

اے لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ ایک ہے، خبر دار! کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سرخ کو کسی سیاہ پر اور کسی سیاہ کو کسی سرخ پر کوئی فضیلت نہیں، مگر تقویٰ کی بنیاد پر، (بے شک) سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تمہارے غلام (اگرچہ) تمہارے غلام ہیں، (لیکن) تم جو خود کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ، جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ۔ میں نے جاہلیت کی تمام رسمیں ختم کر دیں اور جاہلیت کے تمام خون میں نے معاف کر دیئے (یعنی اب نہ ان کا قصاص ہے اور نہ دیت نہ کفارہ) اور سب سے پہلے میں (اپنے خاندان کے خونوں میں سے) ربیعہ بن حارث [32] کے بیٹے کا خون موقوف (معاف) کرتا ہوں۔۔۔۔ (اسی طرح) میں نے جاہلیت کے تمام سود بھی موقوف کر دیئے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کے سودوں سے عباس بن

[32] ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب کا ایک بیٹا ایاس نام قبیلہ بنو سعد میں پرورش پا رہا تھا جس کو ہذیل کی قوم نے قتل کر دیا تھا۔

عبد المطلب کا سود موقوف کرتا ہوں۔۔۔۔ تمہارے خون اور تمہارے مال تم میں سے ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارا یہ دن (یوم عرفہ) تمہارے اس مہینے (ذی الحجہ) میں تمہارے اس شہر (مکہ مکرمہ) میں حرام ہے۔۔۔ عورتوں کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کی امانت کے ساتھ رکھنے کا عہد کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام (حکم فانکحوا الآیہ) سے تم نے ان کی شرم گاہوں کو اپنے لئے حلال بنایا، تمہارا حق عورتوں پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر اس شخص کو نہ آنے دیں جس کو تم پسند نہیں کرتے، یعنی تمہاری ناموس کی حفاظت کریں، زنانہ کریں اور غیر کو اندر نہ آنے دیں لیکن اگر وہ ایسا نہ کریں تو انہیں تادیب و سرزنش کا اختیار ہے لیکن سخت مار نہ لگائیں۔ اور تم پر عورتوں کا حق یہ ہے کہ تم ان کی آسائش کا خیال رکھو، اپنی حیثیت کے مطابق کھانا اور کپڑا (اور مکان) دو۔ خبردار! عورت کو اپنے شوہر کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر (کسی) کو کچھ دینا جائز نہیں۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو (از روئے وراثت) اس کا حق دے دیا اب کسی کو وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں۔۔۔ لڑکا اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا، زناکار کے لئے پتھر ہے اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔۔۔ ہاں جو لڑکا اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کے نسب سے ہونے کا دعویٰ کرے اور جو غلام اپنے مولیٰ کے سوا کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔۔۔۔ قرض ادا کیا جائے، عاریت واپس کی جائے، عطیہ لوٹایا جائے، ضامن تاوان کا ذمے دار ہے۔۔۔ میں نے تم میں ایک ایسی چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اس کو مضبوط پکڑے رہے (یعنی اس پر عمل کرتے رہے) تو کبھی گمراہ نہ ہوگے اور وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) ہے۔

یہ فرما کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام مجمع کو مخاطب کرکے فرمایا (اے لوگو! جب) تم سے اللہ تعالیٰ میری نسبت دریافت کرے گا (کہ میں نے تم کو اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچائے یا نہیں؟) تو تم کیا جواب دوگے؟ ہر طرف سے آوازیں آئیں ہاں ہم گواہی دیں گے کہ بے شک آپ نے حق سبحانہ وتعالیٰ کا پیغام بتمام وکمال ہم تک پہنچایا اور اپنا فرض ادا کردیا اور ہماری خیر خواہی کی۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائی اور اس کو لوگوں کی طرف جھکا کر تین بار فرمایا: اَللھُمَّ اشْھَدْ اَللھُمَّ اشْھَدْ اَللھُمَّ اشْھَدْ۔ (یا الٰہی! تو گواہ رہنا۔ تین مرتبہ)[33]

خطبے سے فارغ ہوکر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان کا حکم فرمایا، انہوں نے اذان دی، پھر اقامت کہی اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (جماعت کے ساتھ قصر) نماز ظہر دو رکعت پڑھی (حالانکہ جمعہ کا دن تھا لیکن جمعہ ادا نہ فرمایا اس لئے کہ عرفات ایک غیر آباد میدان ہے کسی مستقل آبادی کا مقام نہیں ہے، علاوہ ازیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت سفر میں تھے، مسافر پر یوں بھی جمعہ فرض نہیں ہے) اس کے فوراً بعد دوسری اقامت عصر کی نماز بھی قصر یعنی دو رکعت (جماعت کے ساتھ) پڑھی۔ دونوں کے درمیان سنت و نفل نماز کچھ نہیں پڑھی۔ نماز سے فارغ ہوکر ناقہ قصویٰ پر سوار ہوئے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہمراہ موقف (میدان عرفات میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ٹھہرنے کی جگہ) تشریف لائے اور وہاں رک کر اونٹنی پر بیٹھے ہوئے قبلے کی طرف روئے انور کیئے ہوئے غروب آفتاب تک دعا و زاری میں مصروف رہے۔

---

[33] سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ج ۲، ص ۱۵۰ تا ۱۵۸ و مشکوٰۃ باب قصۃ حجۃ الوداع، ج ۱، ص ۶۱۵، ۶۱۶

عین دعاوزاری کے موقع پر حق سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ سے یہ بشارت نازل ہوئی:

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (المائدۃ۳)

آج تمہارے دین کی طرف سے کافروں کی آس ٹوٹ گئی تو اُن سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔

جب قرص آفتاب بالکل غائب ہو گیا اور شفق کی تھوڑی سی زردی بھی غائب ہو گئی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے پیچھے ناقے پر بٹھایا اور سُبک رفتاری سے چل کر مزدلفہ تشریف لائے، یہاں پہلے مغرب کی پھر فوراً اعشاء کی نماز ایک اذان اور ایک تکبیر سے اور ایک روایت کے مطابق دو تکبیروں سے ادا فرمائی، ان دونوں نمازوں کے درمیان بھی کوئی سنت یا نفل نہیں پڑھے، پھر بقیہ شب آرام فرمایا۔

ہفتہ ۱۰ ذی الحجہ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں طلوع فجر کے بعد اول وقت اذان و تکبیر و اقامت و جماعت کے ساتھ نماز فجر ادا فرمائی پھر اونٹنی پر سوار ہوئے اور مشعر الحرام (مزدلفہ کے ایک پہاڑ کا نام جس کو جبل قزح بھی کہتے ہیں) کے پاس سپیدیٔ سحر پھیلنے تک وقوف فرمایا اور قبلہ رو کھڑے ہو کر تکبیر و تہلیل اور دعا وغیرہ میں مشغول رہے، یہاں تک کہ صبح خوب روشن ہو گئی، پھر سورج نکلنے سے پہلے مزدلفہ روانہ ہو گئے اور فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے پیچھے سوار کیا۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منیٰ میں پہنچے اور جمرۂ کبریٰ (جمرۂ عقبہ) کے پاس آکر اونٹنی پر ہی سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جمرہ پر سات کنکریاں ماریں اور تلبیہ موقوف کر دیا۔ پھر لوگوں سے ارشاد فرمایا:

دین میں غلو اور مبالغہ سے بچو، کیونکہ تم سے پہلی قومیں اسی سے برباد ہوئی ہیں۔ نیز ارشاد فرمایا: تم مجھ سے حج کے افعال سیکھ لو کیونکہ کیا پتہ اس حج کے بعد مجھے دوسرے حج کا موقع نہ مل سکے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ناقے پر ہی منیٰ کے میدان میں تشریف لائے، شیدائیان اسلام کے عظیم الشان مجمع پر نظر پڑی تو مساعیٔ جمیلہ کے ثمرات و برکات نگاہ کے سامنے آئے اور زمین سے آسمان تک اعتراف نبوت و قبولیت کے انوار دکھائی دیئے تو سر مبارک اظہار تشکر و فرط مسرت سے جھک گیا زبان مبارک سے والہانہ انداز میں حق سبحانہ وتعالیٰ کی تسبیح و تحمید کے بعد ایک جامع خطبہ دیا جو ایک نئے نظام اور نئے عہد کا نقیب تھا۔

صحیح حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مضمون کا خطبہ گیارہ ذی الحجہ کو بھی دیا گیا، ۱۰ ذی الحجہ کا خطبہ وعظ و نصیحت کا ہو گا اور دوسرے دن یعنی گیارہ ذی الحجہ کا خطبہ مناسک حج میں سے ہے، جیسا کہ اب بھی مسنون ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ کے خطبہ کا مضمون یہ ہے:

بے شک زمانہ (یعنی سال) اپنی اسی ہیئت پر لوٹ کر پھر آگیا ہے جس پر وہ اس دن تھا جب کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین پیدا کئے (یعنی سال بارہ مہینے کا ہو گیا) سال کے مہینوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کے نزدیک بارہ ہے (لقولہ تعالیٰ: إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ (التوبۃ ۳۶)) ان میں سے چار مہینے حرمت کے ہیں، تین تو مسلسل ہیں یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور چوتھا مہینہ رجب کا ہے جو جمادی الاخریٰ و شعبان کے درمیان ہے۔۔۔

بے شک تمہارے خون، تمہارے مال، تمہاری آبرو ایک دوسرے کے لئے (قیامت تک) اسی طرح حرام ہے جس طرح تمہارا یہ دن تمہارے اس مہینے میں تمہارے اس شہر میں حرام ہے۔۔۔۔ خبردار! میرے بعد کفار کی طرح (گمراہ) نہ ہونا کہ آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔۔۔ (یاد رکھو!) عنقریب تم کو اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بازپرس کرے گا۔ (اے لوگو!) خبردار ہو جاؤ کہ مجرم اپنے جرم کا ذمہ دار خود ہے۔ باپ کے جرم کا ذمہ دار بیٹا نہیں، اور بیٹے کے جرم کا جوابدہ باپ نہیں۔۔۔۔ اگر کوئی حبشی بنی بریدہ بھی تمہارا امیر ہو اور وہ تم کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق لے چلے تو تم اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرو۔۔۔ ہاں بے شک شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا کہ اب قیامت تک تمہارے اس شہر (مکہ مکرمہ) میں اس کی پرستش کی جائے البتہ تم حقیر معاملات میں اس کی پیروی کروگے اور وہ اس سے خوش ہوگا، پس تم حقیر معاملات میں اس کی پیروی کرنے سے اپنے دین کی حفاظت کرو (دو دفعہ فرمایا)۔۔۔ اپنے پروردگار کی عبادت کرو، پانچوں وقت کی نماز پڑھو (رمضان کے) مہینے کے روزے رکھو، اور میرے حکم کی اطاعت کرو، (دوسری روایت میں یہ بھی ہے) اپنے مال کی خوش دلی کے ساتھ زکوۃ دیتے رہو اور خدائے تعالیٰ کے گھر کا حج کرو (تو) اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں داخل فرمائے گا۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجمع کو مخاطب کرکے فرمایا: اَلاَھَلْ بَلَّغْتُ (آگاہ رہو، کیا میں نے تم کو پیغام خداوندی پہنچادیا؟) ہر طرف سے آوازیں آئیں، جی ہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیغامِ خداوندی پہنچا دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے اللہ! (ان کے اقرار پر) گواہ رہو"۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حاضرین کو تاکید فرمائی کہ جو لوگ اس

وقت موجود ہیں وہ (میری باتیں) ان تک پہنچا دیں جو موجود نہیں ہیں شاید کہ وہ لوگ جن کو یہ باتیں پہنچائی جائیں ان سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوں جنہوں نے مجھے خود سنا ہے۔

خطبہ کے اختتام پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو الوداع کہا۔[34]

اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قربان گاہ تشریف لے گئے اور تریسٹھ اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر (ذبح) کئے، باقی سینتیس اونٹ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے سپرد کئے کہ وہ ذبح کریں اور حکم دیا کہ سب گوشت پوست خیرات کر دیا جائے اور قصاب کی مزدوری اس گوشت سے ادا نہ کی جائے بلکہ الگ سے دی جائے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد سے قربانی کے ان اونٹوں کے گوشت میں سے ایک ایک ٹکڑا لے کر ہانڈی میں پکایا گیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے اس گوشت میں سے کھایا اور اس کا شوربہ پیا۔

قربانی سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معمر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلوایا اور سر کے بال منڈوائے، فرط محبت سے کچھ بال خود اپنے دست مبارک سے قریب کے لوگوں کو عنایت فرمائے اور باقی بال حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ہاتھ سے تمام مسلمانوں میں ایک ایک دو دو کر کے تقسیم کر دیئے، اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احرام کھول دیا اور طواف زیارت کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، طواف سے فارغ ہو کر آب زم زم نوش فرمایا، پھر منیٰ تشریف لے آئے۔۔۔ ۱۱، ۱۲ ذی الحجہ کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منیٰ میں ہی قیام پزیر رہے، ہر روز زوال کے بعد رمی جمار کی غرض سے تشریف لے جاتے اور واپس آجاتے۔۔۔ منگل ۱۳ ذی الحجہ کو زوال کے بعد رمیٔ جمار کی اور منیٰ سے روانہ ہو کر وادیٔ محصب میں قیام کیا، ظہر، عصر،

---

[34] سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج ۲، ص ۱۶۰ تا ۱۶۴، اصح السیر، ص ۵۳۰ تا ۵۳۲، مشکوٰۃ ملتقطًا

مغرب اور عشاء کی نماز محصب میں پڑھی اور وہیں آرام بھی فرمایا۔ شب کا کچھ حصہ وہیں گزار کر مکہ معظمہ تشریف لے آئے، اور خانہ کعبہ کا طواف وداع کر کے وہیں نماز فجر ادا کی۔۔۔۔ بدھ کے دن ۱۴ ذی الحجہ کی صبح طلوع ہوتے ہی سارے قافلے اپنے اپنے مقام کے لئے روانہ ہو گئے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی مہاجرین و انصار کے ایک جم غفیر کے ساتھ مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ یہی وہ مبارک حجۃ الوداع ہے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پہلا اور آخری حج تھا۔

گیارہواں سنہ ہجری

اس سال جہادِ روم کے لئے ایک سریہ تیار فرمایا جس کا امیر حضرت اسامہ کو مقرر فرمایا اور یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے کا آخری لشکر تھا جس کی روانگی کا انتظام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود فرمایا تھا لیکن یہ ابھی روانہ نہ ہونے پایا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی علالت کا دور شروع ہو گیا۔ ۲۸ صفر چہار شنبہ کی شب کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبرستان بقیع غرقد میں تشریف لے جا کر اہل قبور کے لئے دعائے مغفرت کی۔ وہاں سے واپس تشریف لائے تو سر میں درد تھا پھر بخار ہو گیا، جو صحیح روایت کے مطابق تیرہ یوم متواتر رہا اور اس میں وصال فرمایا۔ آمد و رفت کی قوت جب تک رہی آپ مسجد میں نماز پڑھنے کی غرض سے برابر تشریف لاتے رہے۔ سب سے آخری نماز جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھائی وہ مغرب کی نماز تھی، عشاء کا وقت آیا تو دریافت فرمایا کہ نماز ہو چکی؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ سب کو حضور کا انتظار ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غسل فرما کر اٹھنا چاہا تو غش آ گیا۔ افاقہ ہوا تو پھر فرمایا نماز ہو چکی؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پھر وہی جواب دیا۔ تین مرتبہ اسی طرح واقعہ پیش آیا، آخر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھائیں، حضرت عائشہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا نے معذرت کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت رقیق القلب ہیں آپ کی جگہ ان سے کھڑا نہ ہوا جائے گا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر یہی حکم دیا کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھائیں۔ چنانچہ کئی دن تک حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھائی۔

وصال سے تین یا پانچ یوم قبل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کندھوں کا سہارا لئے ہوئے مسجد میں تشریف لائے، اس وقت آپ کی ہدایت کے بہ موجب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھا رہے تھے، وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آہٹ پا کر پیچھے ہٹنے لگے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارے سے منع فرمایا اور ان کے پہلو میں بائیں جانب بیٹھ کر اس طرح امامت فرمائی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تکبیر پر لوگ ارکانِ نماز ادا کرتے تھے۔ نماز کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مختصر خطبہ دیا جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کا آخری خطبہ تھا جس کے بعد کلمات طیبات درج ذیل ہیں:

خدا نے اپنے ایک بندے کو اختیار عطا فرمایا ہے کہ خواہ وہ دنیا کی نعمتوں کو قبول کرے یا خدا کے پاس (آخرت) میں جو کچھ ہے اس کو قبول کرے۔ لیکن اس نے خدا ہی کے پاس کی چیزوں کو قبول کیا۔ نیز فرمایا: ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے زیادہ میرے محسن ہیں، اگر میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اپنا دوست بنا سکتا تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بناتا، لیکن اسلام کا رشتہ دوستی کے لئے کافی ہے۔ مسجد میں جتنے لوگوں کے دریچے ہیں وہ سب بند کر دیئے جائیں، سوائے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

دریچے کے۔ آگاہ رہو کہ تم سے پہلی قوموں نے اپنے پیغمبروں اور بزرگوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیاہے، دیکھو تم ایسانہ کرنا، میں منع کررہاہوں۔

وصال

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبے سے فارغ ہو کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرۂ شریفہ میں تشریف لے آئے، مرض میں کمی زیادتی ہوتی رہی، آخر پیر کے دن ۱۲ ربیع الاول، ۱۱ھ بعد نماز ظہر تریسٹھ سال کی عمر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس عالم آب وگل سے مفارقت فرماکر رفیق اعلیٰ سے واصل ہوگئے۔ وصال کے وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخری کلام یہ الفاظ تھے: اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی ال سیدنا محمد افضل صلواتک بعدد معلوماتک وبارک وسلم علیہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کاانتقال ہوا اور وہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرام فرماہیں، اور وہیں ہمیشہ کے لئے زیارت گاہ عالم ہے۔ اور اسی حجرۂ شریفہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آرام فرماہیں۔

حضرت علی و حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دوسرے حضرات کی مدد سے غسل دیا اور تکفین کے بعد آپ کی نماز جنازہ اس طرح پڑھی گئی کہ لوگ انفرادی طور پر اندر جاتے اور نماز پڑھ کر واپس آجاتے، مرد فارغ ہوئے تو عورتیں گئیں، عورتوں کے بعد لڑکے گئے، لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جنازے کی امامت کسی نے نہیں کی۔ ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے اہل بیت نے نماز پڑھی۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر مبارک کھودی اور حضرت علی و حضرت

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قبر میں رکھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر مبارک ایک بالشت اونچی رکھی گئی۔

شمائل شریفہ

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میانہ قد تھے، لیکن کسی قدر طول کی طرف مائل، رنگ سفید مائل بہ سرخی، کشادہ پیشانی، ابرو باریک دراز و خمدار (دونوں ابرو جدا جدا تھے) بینیٔ مبارک بلندی پر مائل پر نور، چشم مبارک نہایت سیاہ اور پلکیں دراز تھیں، آنکھوں کی سفیدی میں سرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے، رخسار نرم، دہن کشادہ اور دندان مبارک نہایت چمکدار چھوٹے تھے، سامنے کے دانتوں میں ذرا ذرا فصل بھی تھا۔ غرض کہ روئے انور نہایت روشن و چمکدار تھا۔ گردن اونچی، سر بڑا اور سینہ کشادہ و فراخ تھا، سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک دھاری تھی۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسد اطہر نہایت سجیلا، مضبوط اور متناسب تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں قدم مبارک ہتھیلیاں اور تمام اعضاء پُر گوشت تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں چاہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روزہ دار دیکھوں تو روزہ دار دیکھ لیتا ہوں اور جب چاہتا ہوں کہ افطار کی حالت میں دیکھوں تو ایسا ہی دیکھ لیتا ہوں، اسی طرح رات کو جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز میں کھڑا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں تو ایسا دیکھ لیتا ہوں، اور جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سوتا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں تو سوتا ہوا دیکھ لیتا ہوں۔ اور میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہتھیلی کو مس کیا تو دیبا اور ہر قسم کے ریشم سے زیادہ نرم پایا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوش بو سے زیادہ خوش بودار کسی مشک و عنبر کو نہیں سونگھا۔[35]

---

[35] بخاری: کتاب الصوم، باب مایذکر من صوم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وافطارہ

مہر نبوت

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان کچھ گوشت مبارک کبوتر کے انڈے کے برابر ابھرا ہوا تھا، جس کے چاروں طرف تل تھے اور اس کے چاروں طرف بال بھی تھے اور جسم کی رنگت سے کسی قدر زیادہ سرخی لئے ہوئے تھا، یہی مہر نبوت تھی جو خاتم الانبیاء جو خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہونے کی علامت ہے۔

رفتار و گفتار وغیرہ

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفتار بہت تیزی تھی، چلتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ ڈھلوان زمین پر اُتر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گفت گو فرماتے تھے، ایک ایک فقرہ الگ الگ ہوتا کہ سننے والوں کو یہاں یاد رہا جاتا۔ جس بات پر زور دینا ہو تو بار بار اس کا اعادہ فرماتے، اکثر خاموش رہتے اور بے ضرورت گفتگو نہ فرماتے، ہنسی آتی تو مسکرا دیتے اور یہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہنسی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لباس کے سلسلہ میں کسی قسم کا التزام نہ فرماتے، موٹے کپڑے پہنتے اور سفید لباس پسند فرماتے تھے۔ عام طور پر لباس میں عمامہ، چادر، کرتا تہبند ہوتا تھا اور عمامہ کے نیچے سرے سے چمٹی ہوئی ٹوپی ہوتی تھی۔ بعض اوقات شامی عبا استعمال فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کپڑوں میں خود پیوند لگاتے اور اپنا جوتا خود مرمت کر لیتے تھے۔ مزاج میں بہت زیادہ نظافت تھی ایک شخص کو میلے کپڑے پہنے دیکھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اس سے اتنا نہیں ہوتا کہ کپڑے دھو لیا کرے“۔

آپ نے خطوط وغیرہ پر مہر لگانے کی وجہ سے ایک انگوٹھی بنوائی جس پر "محمد رسول اللہ" کندہ تھا جس کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم داہنے ہاتھ کی انگلی میں پہنتے تھے۔

ایثار و قناعت کی وجہ سے آپ کو پر تکلف کھانوں کی نوبت نہ آئی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کھانے میں کبھی عیب نہیں نکالا، سرکہ، شہد، حلوہ، روغن زیتون، کھجور، دودھ اور کدو خصوصیت کے ساتھ پسند تھے اور تمام شیریں چیزوں سے طبعاً رغبت تھی، دعوت رد نہ فرماتے تھے، خوشبو کو پسند کرتے اور بدبو سے نفرت فرماتے تھے۔

ازواج مطہرات

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سب سے پہلی خاتون ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نکاح کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر چالیس سال تھی اور ان کے پہلے دو شوہر فوت ہو چکے تھے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر پچیس سال تھی۔ ان کے انتقال کے بعد ام المؤمنین حضرت سودہ بنتِ زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا جن کی عمر پچاس سال تھی۔ پھر ام المؤمنین حضرت عائشہ بنت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جن سے مکہ معظمہ ہی میں نکاح کیا تھا اور رخصتی شوال ۱ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ ازواج مطہرات میں صرف یہی دوشیزہ محترم خاتون ہیں جن کی اسلامی خون سے ولادت اور اسلامی شیر سے پرورش ہوئی اور آپ کے فقیہانہ اجتہاد و علم و تقویٰ کی وجہ سے امت محمدیہ کو بہت فیض پہنچا۔ آپ کے علاوہ تمام ازواج مطہرات بیوہ تھیں یا مطلقہ۔ ان کے بعد ام المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے شعبان ۳ھ میں اور ام المساکین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی ۳ھ میں، اور ام المؤمنین حضرت ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سے ۴ھ میں، اور ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ۵ھ میں اور ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حارث خزاعیہ سے بھی ۵ھ اور ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ٦ھ میں اور ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ۷ھ میں نکاح کیے۔

ان کے علاوہ آپ کی ایک کنیز تھی جو مصر سے آئیں تھیں، ان کا اسم گرامی ماریہ قبطیہ تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کنیز ہونے کے باوجود ہمیشہ پردے میں رکھا۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن سے نکاح کر لیا تھا، اُن ہی کے بطن سے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۸ھ میں پیدا ہوئے اور بچپن میں ہی انتقال فرما گئے۔ ازواجِ مطہرات میں سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ وسلم کی حیات مبارکہ ہی میں انتقال ہو گیا تھا اور باقی ازواج وصال کے وقت بقید حیات تھیں۔

اولادِ اطہار

سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام اولادِ اطہار حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئی، جن میں دو صاحب زادے اور چار صاحب زادیاں ہیں۔ صاحب زادوں میں ایک حضرت قاسم اور دوسرے حضرت عبد اللہ ہیں، ان دونوں نے بچپن ہی میں وفات پائی۔ حضرت قاسم سب سے پہلے صاحب زادے ہیں اور ان ہی کے نام پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کنیت ابو قاسم ہے۔ زاد المعاد میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک صاحب

زادے کا نام عبد اللہ اور طیب و طاہر دونوں لقب ہیں اور بعض نے کہا کہ طیب و طاہر دو اور صاحب زادے ہیں۔ و اللہ اعلم۔

آپ کی صاحب زادیوں میں سب سے بڑی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جن کا نکاح حضرت ابو العاص بن ربیع بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصیٰ سے ہوا۔ حضرت زینب کا انتقال ۸ھ میں ہوا، ان سے دو بچے ہوئے، صاحب زادے کا نام علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صاحب زادی کا نام امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آنخضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت محبت تھی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو اوقات نماز میں بھی جدا نہ کرتے تھے، ان دونوں کا انتقال بھی بچپن میں ہی ہو گیا تھا۔

دوسری صاحب زادی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جن کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی اور ان سے ایک فرزند عبد اللہ پیدا ہوئے، لیکن ان کا بچپن میں ہی انتقال ہو گیا اس کے بعد حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھی ۲ھ میں انتقال ہو گیا۔

تیسری صاحب زادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جن کی شادی بھی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ۳ھ میں ہوئی، اس لئے ان کو ذوالنورین کا لقب ملا، ان کے اولاد نہیں ہوئی اور ان کا وصال ۹ھ میں ہو گیا۔

سب سے چھوٹی صاحب زادی حضرت فاطمہ سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جن کی شادی حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ۲ھ میں ہوئی، آپ کے بطن مبارک سے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۵ رمضان المبارک ۳ھ کو اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۵ شعبان ۴ھ میں پیدا ہوئے اور ان دونوں سے سلسلۂ سادات جاری ہے۔ نیز دو صاحب زادیاں حضرت ام کلثوم

رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدا ہوئیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد رمضان ۱۱ھ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہو گیا۔

اصحاب کبار

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حسن اخلاق، سعی و کاوش اور تبلیغ دین اسلام کے نتیجے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت سے فیض یافتہ حضرات، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تعداد ایک لاکھ سے زائد ہے اور وہ امت میں سب سے افضل ہیں پھر ان میں بعض انفرادی طور پر خصوصی فضائل وبشارات کے حامل ہیں ان میں دس حضرات وہ ہیں جن کو عشرۂ مبشرہ کے معزز ترین لقب سے یاد کیا جاتا ہے، ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

۱۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۴۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۵۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۶۔ حضرت زبیر بن العوام قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۷۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۸۔ حضرت سعد بن ابی وقاص قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۹۔ حضرت سعید بن زید قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۰۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان حضرات کے علاوہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحیثیت ایک بہادر سپاہی کے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہ حیثیت ایک فاتح سپہ سالار کے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہ حیثیت ایک سیاست دان کے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہ حیثیت فقہاء اور علماء کے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہ حیثیت راوی حدیث کے اور حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہ سبب اپنے زہد کے مشہور ہیں، اسی طرح السابقون الاولون کا درجہ دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل ہے اور فتح مکہ سے پہلے جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فتح مکہ کے جہاد میں خرچ کرنے والے اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل ہیں، غرض کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد تابعین میں پھر تبع تابعین، ان کے بعد آج تک ہر دور میں ہر زمانے میں ہر ملک میں حق سبحانہ و تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فیض جاری و ساری ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت میں بزرگ ترین افراد پیدا ہوتے رہے ہیں اور ان سے تبلیغ دین و اشاعت اسلام کا سلسلہ جاری ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا، اسی سلسلہ کی ایک مہتمم بالشان عظیم المرتبت ہستی امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ السامی ہیں جن کی سیرت آپ کے پیش نظر ہے۔

معجزات

ہمارے آقا حضور اقدس کا سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم، چنانچہ حق سبحانہ و تعالیٰ خود فرماتا ہے:

فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ (البقرۃ ۲۳)

تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ۔

نیز آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

وإنما كان الذي أوتيت وحيا أوحى الله إلي۔[36]

اور بے شک مجھ کو وحی کا معجزہ دیا گیا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کیا ہے۔

قرآن مجید ایک عظیم اور دائمی معجزہ ہے ہر زمانے میں باقی ہے اور قیامت تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت بہ طریق حق ویقین شاہد ہے۔

دوسرا معجزہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق ہیں، جس کے متعلق خود حق سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِنَّکَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ (القلم ۴)

اور بیشک تمہاری خوبو بڑی شان کی ہے۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اچھے اخلاق اور عمدہ افعال کی تکمیل و تتمیم کے لئے بھیجا ہے"۔[37]

---

[36] (مشکوٰۃ المصابیح باب الفضائل سید المرسلین ﷺ، ج۳، ص ۱۳۱و ۱۳۲)

[37] مشکوٰۃ المصابیح باب فضائل سید المرسلین ﷺ، ج۳، ص ۱۳۱، ۱۳۲

نیز ارشاد فرمایا:

"مجھے دوسرے انبیاء علیہم السلام پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے:

ا۔ مجھے کلمات جامع دیئے گئے ہیں (یعنی جو الفاظ میں کہتا ہوں وہ مختصر اور جامع ہوتے ہیں)۔

۲۔ دشمنوں پر رعب کے ساتھ مجھے فتح دی گئی۔

۳۔ مال غنیمت میرے لئے حلال کیا گیا ہے۔

۴۔ ساری زمین میرے لئے مسجد اور (تیمم کے لئے) پاک کرنے والی بنادی گئی۔

۵۔ مجھ کو تمام مخلوق کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا۔

۶۔ نبیوں علیہم السلام کا بھیجنا میرے ساتھ ختم کر دیا گیا۔[38]

اسی طرح معراج شریف بھی ایک بڑا معجزہ ہے نیز چاند کے دو ٹکڑے کرنا، دست مبارک سے پانی جاری ہونا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا سے بارش کا ہونا اور دست مبارک کا اشارہ کرتے ہی بارش کا بند ہو جانا، ایک مٹھی خاک سے جنگ کا نقشہ بدل جانا اور خیر وبرکت کے بکثرت واقعات بطور معجزات سیرت کی کتابوں میں درج ہیں، غرضیکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات تعداد اور کیفیت کے اعتبار سے تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے کہیں زیادہ ہیں۔ علاوہ ازیں جو جو خوبیاں دیگر انبیاء علیہم السلام میں فرداً فرداً پائی جاتی ہیں وہ سب بہ درجہ اتم واکمل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں موجود تھیں۔ حسن صورت اور حسن سیرت کی کوئی خوبی ایسی نہ تھی جو خالق ارض وسماء نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بدرجۂ اتم عطانہ فرمائی ہو۔

---

[38] مشکوٰۃ المصابیح باب فضائل سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ج۳، ص ۱۳۱، ۱۳۲

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے دنیا کی تاریخ اور تہذیب میں قدیم و جدید کا فرق نمایاں طور پر نظر آنے لگا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری دنیا کی تاریخ کا ایک ایسا سنہری باب ہے جس سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ نوع انسانی تاریکی سے نکل کر روشنی میں آ گئی، دنیا جاہلیت کے قعر مذلت سے نکل کر ایمان اور معرفت کی بلندیوں پر جلوہ گر ہو گئی، یہ سب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طفیل ہے اس سے بڑا معجزہ دنیا کے لئے اور کیا ہو سکتا ہے کاش لوگ سمجھیں اور سبق حاصل کریں۔

ہمارے آقا سردار دو عالم فخر بنی آدم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ پیش کرنے کی جرأت کرنا مجھ جیسے بے مایہ ناچیز انسان کے لئے بہت مشکل کام تھا لیکن حق سبحانہ و تعالیٰ کا فضل و کرم شامل حال ہوا اور یہ مختصر مضمون تیار ہو گیا، اگرچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان تو اس سے کہیں بالا، بہت ارفع اور نہایت درجہ اعلیٰ ہے، اور حقیقت تو یہ ہے کہ:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

بلغ العلیٰ بکماله　　　كشف الدجى بجماله
حسنت جميع خصاله　　　صلوا عليه و اٰله

حضرت امیر المؤمنین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی عبد اللہ، لقب صدیق اور عتیق، کنیت ابو بکر ہے۔ والد ماجد کا نام ابو قحافہ عثمان اور والدۂ ماجدہ کا نام سلمیٰ تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب مبارک ساتویں پشت میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سلسلۂ نسب سے اس طرح مل جاتا ہے: ابو بکر عبد اللہ ابی قحافہ بن عثمان بن عامر بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ۔

آپ کی ولادت واقعۂ فیل سے دو سال چار ماہ بعد ہوئی۔ بہ قول جمہور آپ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اڑھائی برس کا کچھ کم و بیش چھوٹے تھے۔ سب سے پہلے ایمان لائے آپ خود بھی صحابی ہیں، آپ کے والدین بھی صحابی اور اولاد بھی صحابی ہے، یہ فخر آپ کے سوا کسی دوسرے صحابی کو حاصل نہیں۔ بالاجماع انبیاء علیہم السلام کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے افضل ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل بکثرت موجود ہیں:

إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا (التوبة ۴۰)

اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بیشک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اسی طرح احادیث شریف میں بھی بکثرت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل مذکور ہیں، مثلاً حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: میری ذات پر بہت زیادہ خرچ کرنے والے یعنی میری صحبت و خدمت گزاری میں اپنا وقت اور میری رضامندی و خوشنودی میں اپنا مال بہت زیادہ خرچ

کرنے والے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، اگر میں (سوائے اللہ تعالیٰ کے) کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بناتا، لیکن اسلامی اخوت اور اسلامی مؤدت (یہی قائم و باقی ہے اور ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مجھے اسلامی اخوت و مؤدت سب سے زیادہ ہے) مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آئندہ کوئی کھڑکی یا روشن دان باقی نہ رکھا جائے، مگر ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کھڑکی اور روشن دان کو بند نہ کیا جائے۔[39]

نیز ارشاد فرمایا: "جس کسی نے ہم کو کچھ دیا ہم نے اس کو اس کا بدلہ دے دیا ہے، سوائے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انہوں نے ہمارے ساتھ ایسی نیکی اور بخشش کی ہے جس کا بدلہ قیامت کے دن خدائے تعالیٰ ہی دے گا۔ اور کسی شخص کے مال نے مجھے اتنا فائدہ نہیں پہنچایا جتنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال نے پہنچایا ہے۔ اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو بے شک ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیل بناتا، بے شک تمہارے صاحب (آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) خدا کے خلیل ہیں"۔[40]

نیز آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابو بکر! آگاہ ہو کہ میری امت میں سب سے پہلا شخص تو ہو گا جو جنت میں جائے گا"۔[41]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرفوعًا روایت ہے کہ تمام آدمیوں سے محاسبہ کیا جائے گا مگر ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہیں کیا جائے گا۔[42]

---

[39] بخاری و مسلم، کتاب المناقب

[40] ترمذی، ابواب المناقب

[41] ابو داؤد

[42] سیرۃ الصدیق، ص ۱۷۱، ۱۲۲۷

اور بعض احادیث میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت بطور اشارہ کے وارد ہے، مثلاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جس کا مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں اور لوگوں کے لئے عام تجلی فرمائے گا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے خاص تجلی، اس حدیث کو حاکم نے روایت کیا ہے یا مثلاً حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میرے دو وزیر آسمان پر ہیں اور دو وزیر زمین پر۔ آسمان کے دو وزیر تو جبرائیل و میکائیل علیہم السلام ہیں اور زمین کے وزیر ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا علیین کے رہنے والے نیچے والوں کو ایسے نظر آتے ہیں جیسے تم ستاروں کو دیکھتے ہو اور بے شک ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اہل علیین میں سے ہیں اور وہ اسی لائق ہیں۔[43]

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حکم فرمایا کہ ہم کچھ مال صدقہ کریں، میں نے اپنے دل میں پختہ ارادہ کر لیا کہ آج میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر صدقہ کروں گا، پس میں اپنا نصف مال لے کر حاضر ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا اپنے اہل و عیال کے واسطے کتنا چھوڑا؟ میں نے عرض کیا نصف چھوڑ آیا ہوں۔ اتنے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا کل مال لئے ہوئے تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ اپنے اہل و عیال کے لئے بھی چھوڑ کر آئے ہو؟ عرض کیا ان کے لئے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافی ہیں، یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی

[43] سیرۃ الصدیق، ص ۱۷، ۱۲۲

اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں کبھی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سبقت نہیں لے جا سکوں گا۔[44]

اقبال کے الفاظ میں:

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسول بس

غرض کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بوقت ضرورت اپنا تمام مال جو تقریباً چالیس ہزار درہم اور بروایت دیگر اسی ہزار درہم تھا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا، حتیٰ کہ اپنی کم سن صاحب زادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی حضور پر انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نکاح میں دے دیں اور تقریباً سات مسلمان مرد و عورت کو جو غلامی کے سبب کفار کے ہاتھوں سخت تکالیف اٹھارہے تھے نہایت معقول رقم دے کر آزاد کر دیا، جن میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال میں اسی طرح حکم فرماتے، جس طرح اپنے مال میں حکم فرماتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر و حضر میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور تمام غزوات میں بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ وہ اسلام میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ثانی، ہجرت کے وقت غار ثور میں ثانی، بدر کے دن عریش میں ثانی اور وفات کے بعد قبر میں بھی ثانی۔ اقبال نے فضائل صدیقی کو صرف ایک مصرع میں سمو کر گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے، **وھو ھذا۔**

---

[44] ترمذی و ابو داؤد

ثانیٔ اسلام و غار و بدر و قبر

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنت کے علم میں بھی کامل دست گاہ تھی، چنانچہ اکثر مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف رجوع کیا کیوں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احادیث شریفہ کو ازبر کرر کھا تھا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کون حافظ الحدیث ہو سکتا تھا؟ اس لئے کہ ابتدائے رسالت سے رفیق اعلیٰ کی طرف انتقال فرمانے تک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت میں رہے، پھر آپ کا حافظہ نہایت قوی تھا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حد درجہ فہیم و ذکی واقع ہوئے تھے۔ متعدد احادیث ایسی ہیں جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوال کے جواب میں ارشاد ہوئیں۔ آپ کو تعجب ہو گا کہ ان تمام باتوں کے باوجود حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت کم احادیث مروی ہیں، چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تاریخ الخلفاء میں ایک سو بیالیس احادیث جمع کی ہیں جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت کم مدت بقید حیات رہے۔ اگرچہ کچھ مدت زندہ رہتے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات تمام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے زائد ہوتیں اور کوئی حدیث ایسی نہ ہوتی جس میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند نہ پائی جاتی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرنے کی اس لئے بھی ضرورت نہ پیش آئی کہ وہ خود آنحضرت صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت میں رہتے تھے اور احادیث سنتے تھے۔ باوجود قلت روایت کے امہات مسائل میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایتیں سند ہیں۔[45]

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی جگہ امام مقرر فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی جانشین ہوئے اور تمام مہاجر و انصار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے برضا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے دست حق پرست پر بیعت کی۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فنا ہونے والی دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بیعت خلافت کی اور اس بیعت سے مقصود صرف دنیاوی کام ہی نہ تھے بلکہ باطنی خوبیوں کا حاصل کرنا بھی تھا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تقویٰ کا یہ حال تھا کہ زمانہ خلافت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ محترمہ نے حلوہ کھانے کی خواہش ظاہر کی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ گنجائش نہیں ہے۔ اہلیہ صاحبہ نے کہا اچھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزمرہ خرچ کے لئے مجھ کو جو دیتے ہیں اب میں اسی میں سے پس انداز کروں گی جس سے کہ حلوہ خریدا جاسکے۔ چنانچہ جب اہلیہ محترمہ نے حلوہ خریدنے کے لئے بچائی ہوئی رقم ظاہر کی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حلوہ لانے کی بجائے اس رقم کو بیت المال میں داخل فرمادیا اور فرمایا کہ ہمارے نفقے سے زیادہ ہے۔[46]

---

[45] سیرت الصدیق

[46] ابن اثیر، ج ۲، ص ۲۹۱، بہ حوالہ صدیق اکبر، ص ۴۳۹

ابن ابی ملکیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ بسا اوقات چلتے چلتے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے اونٹ کی نکیل چھوٹ کر گر پڑتی تو اونٹ کو بٹھا کر خود نکیل اٹھاتے تھے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے عرض کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنی زحمت کیوں اٹھاتے ہیں؟ ہم کو حکم فرمایا کیجیے ہم اٹھا دیں گے۔ فرمایا: "میرے حبیب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ کو حکم فرمایا ہے کہ میں لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کروں"۔[47]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبے میں کبھی انسان کی پیدائش کا حال بیان فرماتے تو ارشاد فرماتے کہ انسان دو مرتبہ مقام نجاست سے نکلا ہے (یعنی ایک مرتبہ صلب پدر سے اور دوسری مرتبہ شکم مادر سے) اس وقت یہ کیفیت ہوتی تھی کہ ہر شخص اپنے آپ کو نجس سمجھنے لگتا۔[48]

نیز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ صالحین یکے بعد دیگرے اٹھائے جائیں گے حتیٰ کہ ایسے لوگ باقی رہ جائیں گے جو آٹے کی بھوسی کی طرح بالکل بے کار ہوں گے اور جن سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کوئی تعلق نہ ہو گا۔[49]

نیز فرماتے تھے: "تم میں کوئی شخص کسی مسلمان کی حقارت نہ کرے، کیونکہ ادنیٰ درجے کا مسلمان بھی اللہ تعالیٰ نے نزدیک بہت بڑا رتبہ رکھتا ہے، ہم نے بزرگی کو تقویٰ میں، بے نیازی کو یقین میں اور عزت کو تواضع میں پایا"۔[50]

---

[47] مسند امام احمد بن حنبل، ج ۱، ص ۱۱ بحوالہ صدیق اکبر، ص ۴۳۹

[48] سیرت الصدیق، ص ۱۸۳

[49] سیرت الصدیق، ص ۱۸۵

[50] سیرت الصدیق، ص ۱۸۱

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نہایت شاندار کارنامے بہ کثرت ہیں جن سے آپ کی جلالتِ شان کا اندازہ ہوتا ہے، لیکن طوالت کے باعث اختصار پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''تصوف صدیقی'' پر ایک طویل بحث کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ کمال طریقت کے لئے جن اوصاف وملکاتِ نفسانی کی ضرورت ہے، مثلاً توکل، ورع، احتیاط، کف لسانی، تواضع، شفقت بر خلقِ خدا، رضا، نفیٔ ارادہ، زہد، خشیت، عبرت، عجز و انکساری، رقت قلب، تحمل، فقر و درویشی یہ سب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بتمام وکمال پائے جاتے تھے اور اس بناپر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ طائفۂ اصفیا و اہل طریقت کے سر خیل و امام تھے۔[51]

ابو السفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرض وفات میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین آپ کی عیادت کے لئے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے خلیفۂ رسول اللہ! اگر رائے عالی ہو تو کسی طبیب کو بلا کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دکھائیں؟۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''طبیب نے مجھے دیکھ لیا''، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ طبیب نے کیا کہا؟ فرمایا کہتا ہے: اِنِّیۡ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ ''یعنی میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں''۔[52]

دو سال تین ماہ نو دن سریر آرائے خلافت رہ کر تریسٹھ سال کی عمر میں شبِ سہ شنبہ ۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ کو وصال فرمایا اور اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلو میں گنبد خضرا کے اندر دفن ہونے کی سعادت سے مشرف ہوئے۔

---

[51] ازالۃ الخفاء، ج۲، ص۲۱، بہ حوالہ صدیق اکبر، ص۴۲۸

[52] سیرۃ الصدیق، ص۱۷۷

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی حیات کے آخری ایام میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی پلنگ پر اٹھائے گئے جس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو اٹھایا گیا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد مکہ ٔ مکرمہ میں زندہ تھے، جب اطلاع ملی تو فرمایا افسوس بڑا سانحہ ہوا ہے۔[53]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار شادیاں کیں دو زمانہ ٔ جاہلیت میں اور دو بعدِ اسلام، زمانہ ٔ جاہلیت کی بیبیاں قتیلہ اور ام رومان ہیں اور زمانہ ٔ اسلام کی بیبیاں اسماء بنت عمیس اور حبیبہ بنت خارجہ ہیں۔ اولاد میں تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہوئیں، سب سے بڑے صاحب زادے حضرت عبد الرحمن جو ام رومان کے بطن سے پیدا ہوئے، دوسرے صاحب زادے حضرت عبد اللہ جو قتیلہ کے بطن سے اور تیسرے صاحب زادے محمد جو حضرت اسماء بنت عمیس کے بطن سے پید احجۃ الوداع کے سفر میں ذوالحلیفہ کے مقام پر پیدا ہوئے۔ لڑکیوں میں بڑی صاحب زادی اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا قتیلہ کے بطن سے یعنی حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ کی بہن ہیں، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام رومان کے بطن سے پیدا ہوئیں، یعنی حضرت عبد الرحمن کی حقیقی بہن۔ اور تیسری ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حبیبہ بنت خارجہ کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ آپ کا سلسلہ ٔ نسب لڑکوں میں صرف حضرت عبد الرحمن و حضرت محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چلا، حضرت عبد اللہ کا سلسلہ ختم ہو گیا۔[54]

---

[53] سیرت الصدیق، ص ۳۴۰

[54] سیرۃ الصدیق، ص ۳۴۴

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمودات میں سے ہے: "انسان کا پیٹ مال سے نہیں بھرتا، اگر بھرتا ہے تو صرف دو چیزوں سے، یا قناعت سے یا قبر کی مٹی سے"۔

نیز اپنے متعلق بطور کسر نفسی فرمایا:

رَجُلٌ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِلَی التُّرَابِ یَعُوْدُ ثُمَّ یَاْکُلُہُ الدُّوْدُ ثُمَّ ھُوَ الْیَوْمَ حَیٌّ وَّ غَدًا یَمُوْتُ۔

میں ایسا شخص ہوں جو مٹی سے پیدا ہوا اور آخرکار مٹی میں ہی لوٹ کر جانا ہے، پھر کیڑے کھائیں گے، پھر (زندگی کیسی ناپائیدار ہے کہ) آج زندہ ہے اور کل مرا ہوا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسبی تعلق اصفہان کے آب الملک کے خاندان سے تھا، مجوسی نامی مابہ تھا اسلام کے بعد سلمان رکھا گیا اور ابوعبد اللہ کنیت ہے۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باطنی انتساب رکھتے ہیں۔

آپ پہلے آتش پرست تھے، چونکہ مذہبی جذبہ آپ کے اندر ابتداء ہی سے تھا، اس لئے جب تک آتش پرست رہے اس وقت تک آتش پرستی میں نہایت سخت مجاہدات کئے۔ ایک دن راستے سے گزر رہے تھے تو اتفاق سے گرجا پر نظر پڑی اور عیسائیوں کا طریقۂ عبادت دیکھا تو اس قدر پسند آیا کہ بے ساختہ زبان سے نکل گیا کہ "یہ مذہب ہمارے مذہب سے بہتر ہے"۔ چنانچہ ان عیسائیوں سے معلوم کیا کہ اس مذہب کا سرچشمہ کہاں ہے، انہوں نے ملک شام کا پتہ دیا تو آپ گھر بار سب چھوڑ کر شام پہنچ گئے اور وہاں کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا بشپ سے ملاقات کر کے کہا کہ مجھ کو تمہارا مذہب بہت پسند ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تمہارے پاس رہ کر مذہبی تعلیم حاصل کروں، مجھے اس مذہب میں داخل کر لو۔ چنانچہ آپ مجوسیت کے آتش کدے سے نکل کر عیسائیت کی آسمانی بادشاہت میں آگئے اور یکے بعد دیگرے کئی عیسائی عالموں کی خدمت و صحبت میں رہے۔ آخر میں ایک عیسائی عالم نے کہا کہ آج دنیا میں کوئی ایسا شخص باقی نہیں ہے جس سے تم کو ملنے کا مشورہ دوں، البتہ اب اس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظہور کا زمانہ قریب ہے جو ریگستان عرب سے اٹھ کر دین ابراہیم کو زندہ کرے گا اگر تم اس سے مل سکو تو ضرور ملنا۔

چنانچہ اس عیسائی کے مرنے کے بعد آپ عرب تاجروں کے ہم راہ وادی القریٰ پہنچے، لیکن ان عرب تاجروں نے آپ کو دھوکا دیا اور ایک یہودی کے ہاتھ غلام بنا کر فروخت کر ڈالا۔ آپ اس کے

ساتھ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ آخر وہ وقت آیا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے تو حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شرف باریابی حاصل کر کے اپنی ساری سرگزشت سنائی اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ داستان بہت دلچسپی سے سنی۔ غرض کہ اس طرح اتنے مرحلوں کے بعد آپ دین اسلام سے ہم آغوش ہو گئے اور گوہر مقصود سے دامن بھر کر کامیاب و کامران ہوئے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امداد سے ۵ھ میں اس یہودی کی غلامی سے آزاد ہوئے۔ آزادی کے بعد غزوۂ خندق پیش آیا جس میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ ہی سے خندق کھودی گئی اور اس کے بعد تمام غزوات میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شریک رہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصحاب صفہ میں سے ہیں۔ چونکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وقت کا بڑا حصہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت و صحبت میں گزرتا تھا اس لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علوم و معارف سے کافی بہرہ ور ہوئے اور آپ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ایک خاص زمرہ میں تھے، جن کو بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خصوصی تقرب حاصل تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں مشہور حدیث: **سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ** ہے۔ (یعنی سلمان ہمارے اہل بیت سے ہے) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبلغ علم کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ "وہ علم و حکمت میں لقمان حکیم کے برابر تھے"۔ چونکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام سے قبل عرصہ تک نصرانی رہ چکے تھے، اس لئے عیسائی مذہب کے متعلق کافی معلومات رکھتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو کتابوں (کلام اللہ قرآن حکیم اور انجیل) کا علم رکھتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں آپ کو مدائن کا گورنر بنا کر پانچ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا تھا، آپ یہ رقم لے کر فقراء میں تقسیم کر دیتے اور بوریہ بافی اور رسیاں بنا کر اپنا گزارہ کرتے تھے۔ اسی زمانے میں یعنی دوران گورنری میں بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک شخص کو مزدور کی تلاش تھی، اس نے آپ کو مزدور سمجھ کر کہا کہ یہ میرا بوجھ میرے گھر تک پہنچا دو، آپ نے کہا بہت اچھا اور وہ سامان اٹھا کر اس کے ساتھ ہو لئے۔ آگے چل کر جب اسے معلوم ہوا کہ یہ تو حاکم وقت ہیں تو پاؤں میں گر پڑا اور معافی چاہی۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حق سبحانہ و تعالیٰ نے مال و دولت سے بہت نوازا تھا، حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو نصیحت کی:

یاد رکھو مال و اولاد کی کثرت میں کوئی بھلائی نہیں ہے، بلکہ بھلائی اس میں ہے کہ تمہارا علم زیادہ اور تمہارا علم تم کو نفع پہنچائے، اسی طرح ارض مقدس کا قیام تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، جب تک کہ تمہارا عمل اس قابل نہ ہو اور عمل بھی اس طرح ہو کہ گویا خدا تم کو دیکھ رہا ہے اور تم اپنے کو مردہ سمجھو۔

وصال سے قبل آپ بہت گریہ و زاری کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر قیامت کے دن مجھ تک پہنچنا اور ملاقات کرنا چاہتا ہے تو دنیا سے دور رہنا اور میں اب دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں لیکن میرے پاس بہت مال و اسباب ہے تو کہیں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمال جہاں آراء سے محروم نہ ہو جاؤں۔

حالانکہ وفات کے وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پانی کا ایک تھیلا (مشک) بدھنا، پالان، پوستین اور ایک کمبل کے سوا کچھ نہ تھا۔ وقت آخر ہوا تو پانی کا تھیلا منگوایا اور خود اپنے چاروں

طرف پانی چھڑکا اور سب کو اپنے پاس سے ہٹا دیا۔ تھوڑی دیر بعد دیکھا تو مرغ روح قفسِ عنصری سے پرواز کر کے شاخِ طوبیٰ پر پہنچ چکا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک مدائن میں ہے جس کو اب "سلمان پاک" کہتے ہیں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام ہی کے نسب سے اس جگہ کا نام سلمان پاک ہوا، یہ جگہ بصرہ کے قریب ہے۔ کہتے ہیں کہ مدائن میں آج بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل موجود ہے اور سب صاحب علم و کمال ہیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر ڈھائی سو سال اور بعض اس سے بھی زیادہ بتاتے ہیں، بہر حال آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ۱۰ رجب ۳۳ھ یا ۳۴ھ میں ہوئی اور بعض کے نزدیک حضرت کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غسل و کفن و دفن کے امور انجام دیئے۔ **واللہ اعلم!**

حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم

آپ کا نام قاسم، کنیت ابو محمد اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ہیں۔ علم باطن میں آپ کا انتساب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے اور اپنے جد محترم کی نسبت انہی سے حاصل کی ہے، حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خالہ زاد بھائی ہیں، لہٰذا آپ نے امام موصوف کی صحبت سے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی نسبت بھی حاصل کی۔ [55]

ابھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر بہت کم تھی کہ والدہ ماجدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اس لئے آپ کی تربیت و پرورش آپ کی پھوپھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کی اور بڑے لاڈ و پیار سے پالا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ذات سرچشمۂ حدیث تھی اور حضرت قاسم تو گویا آپ کے محبوب فرزند تھے، لہٰذا آپ کی تربیت نے ان کو علم و عمل کا مجمع البحرین بنایا تھا۔

حضرت قاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ دوسرے اساطین حدیث مثلاً حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی پورا استفادہ کیا تھا، ان بزرگوں کے فیض نے آپ کو ممتاز حافظ الحدیث

---

[55] روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں میں جب ایران فتح ہوا تو یزدجرد کی تین لڑکیاں قید ہو کر آئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو فروخت کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اے امیر المؤمنین! آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کسی قوم کا کوئی بزرگ ذلت کی حالت میں ہو جائے یا غنی فقیر ہو جائے تو اس کا اکرام کرو۔ بادشاہوں کی بیٹیوں کو دوسری عورتوں کی طرح نہ بیچا جائے بلکہ ان کو اپنے پاس رکھئے، جو شخص چاہے آپ کے پاس سے خرید لے۔ پھر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ان کی قیمت دے دی اور ان تینوں کو حسین بن علی، محمد بن ابو بکر اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان تقسیم کر دیا۔ ان تینوں سے اپنے زمانے کے تین نہایت بزرگ پیدا ہوئے، یعنی امام زین العابدین بن امام حسین، امام قاسم بن محمد اور سالم بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

بنایا دیا تھا۔ آپ کا معمول تھا کہ روزانہ شب کو بعد عشاء اپنے احباب کے ساتھ مل کر حدیث خوانی کرتے تھے اور روایت حدیث کے باب میں آپ اتنے محتاط تھے کہ روایت میں الفاظ کی پابندی ضروری سمجھتے تھے۔ آپ کے تلامذہ میں بڑے بڑے ممتاز آئمہ حدیث تھے، مثلاً عبدالرحمٰن بن قاسم، امام شعبی، سالم بن عبداللہ بن عمر، یحییٰ بن سعید انصاری، سعید بن ابی ملیکہ، نافع مولیٰ ابن عمر، امام زہری، عبید اللہ بن عمر، ایوب، ابن عون اور مالک بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ۔

فقہی کمال کے باوجود آپ حدیث کی طرح فقہ میں بھی بڑے محتاط تھے اور بغیر علم کے کوئی بات کہنا یا کسی مسئلے کا جواب دینا نہایت برا سمجھتے تھے، فرماتے تھے کہ خدا کے فرض احکام جان لینے کے بعد انسان کا جاہل رہنا اس سے بہتر ہے کہ وہ بغیر علم کے کوئی بات کرے۔ جو مسئلہ آپ کے علم میں نہ ہوتا اس کے جواب میں بلا تکلف لاعلمی ظاہر کر دیتے۔ آپ میں جس پایہ کا علم تھا اسی درجے کا عمل بھی تھا۔

مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلقۂ درس تھا، آپ کی اور حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک ہی مجلس تھی، آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن اور سالم کے بھائی عبید اللہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس جگہ بیٹھتے تھے پھر ان دونوں کے بعد اس مقام پر امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مسند درس بچھی۔ یہ جگہ روضۂ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور منبر نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان خوخۂ (دریچہ) عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے تھی۔

غرض کہ حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر تابعین میں سے اور مدینہ طیبہ کے سات مشہور فقہا میں سے ہیں۔ بہت کم گو، کم سخن اور خاموش طبیعت تھے۔ آپ امام زمانہ اور یکتائے عصر

تھے، بہ کثرت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آپ نے روایت کی ہے۔ یحییٰ بن سعید نے کہا کہ ہم نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جس کو قاسم بن محمد پر فضیلت دے سکیں۔ مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ قاسم اس امت کے سات فقہاء میں سے ہیں۔ ابن سعد نے آپ کے متعلق لکھا ہے کہ ثقہ، عالی مرتبہ اور متقی ہیں۔ حضرت عمر ابن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ اگر امرِ خلافت میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں قاسم کے سپرد کر دیتا۔

ایک مرتبہ کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ زیادہ عالم ہیں یا سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم؟ آپ نے فرمایا: "سالم موجود ہیں، ان سے جا کر پوچھ لو"۔ اخیر عمر میں آنکھوں سے معذور ہو گئے تھے۔

ستر یا بہتر سال کی عمر میں ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۰۷،۱۰۸ھ کو مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا، بعض نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان مقام قدید میں وفات پانا اور مدفن مشلل پہاڑی پر ہونا تحریر کیا ہے۔ **واللہ اعلم!**[56]

---

[56] ماخوذ از تابعین وحضرات القدس

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا اسم گرامی جعفر، کنیت ابوعبداللہ اور لقب صادق ہے۔ آپ امام محمد باقر بن زین العابدین بن امام حسین بن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے صاحب زادے ہیں۔ آپ کی والدہ ام فروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صاحب زادی تھیں، یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پڑپوتی تھیں اور پرنواسی بھی۔ حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کے نانا تھے۔ علم باطن میں آپ کا انتساب اپنے نانا قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے، اسی وجہ سے آپ فرمایا کرتے تھے وَلَدَنِیْ أبُوْبَکْرٍ مَرَّتَیْنِ یعنی مجھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوہری اولاد ہونے کا شرف حاصل ہے، ایک ولادت ظاہری دوم ولادت باطنی۔ نیز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے والد امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ان کو اپنے والد امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، ان کو اپنے والد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ان کو اپنے والد حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے بھی باطنی انتساب حاصل ہے، اس طرح آپ دونوں نسبتوں کے جامع ہوئے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تبع تابعین میں سے ہیں۔ اہل بیت کرام میں کوئی آپ کا ہم سر نہ تھا۔ حدیث آپ کے جد امجد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی میراث ہے، اس لئے آپ سے زیادہ اس کا کون مستحق تھا۔ چنانچہ مشہور حفاظِ حدیث میں تھے۔

علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

کَانَ کَثِیْرَ الْحَدِیْث۔

حافظ ابن ذہبی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سادات اور اعلام حفاظ میں لکھتے ہیں۔ حدیث میں اپنے والد بزرگوار حضرت امام محمد باقر، محمد بن منکدر، عبید الہ بن ابی رافع، عطاء، عروہ، قاسم بن محمد، نافع، زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فیض پایا تھا۔ شعبہ، سفیان بن ثوری اور سفیان بن عینیہ، ابن جریج، ابو عاصم، امام مالک اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلامذہ میں تھے۔

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں ایک زمانے تک آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا، میں نے آپ کو ہمیشہ روزہ رکھے ہوئے نماز پڑھتے یا قرآن کریم کی تلاوت کرتے پایا۔

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت، جلالت اور سیادت پر سب کا اتفاق ہے۔ آپ مذہب میں جھگڑا سخت ناپسند کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ تم لوگ خصومت سے بچو، اس لئے کہ وہ قلب کو پھنسا دیتی ہے اور نفاق پیدا کرتی ہے۔

آپ کے اخلاق حسنہ اور فتوت ظاہری تفسیر قرآن بلکہ جملہ علوم میں اسرار جلیلہ و اشارات جمیلہ ہیں، آپ صاحب زہد و ورعِ کامل تھے، شہوات و لذات سے نہایت مجتنب اور سراپا ادب تھے۔ مدینہ منورہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو افاضہ و افادہ فرماتے، بعد ازاں عراق تشریف لے گئے، وہاں ایک مدت تک قیام فرمایا مگر کبھی معترض امامت نہ ہوئے اس لئے کہ جو شخص دریائے معرفت میں مستغرق ہو جاتا ہے اس کو ایک جو برابر بھی طمع نہیں رہتی۔ حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ مجھ کو کچھ نصیحت فرمایئے؟ آپ نے فرمایا اے ابو سلیمان! تو خود اپنے زمانے کا عابد و زاہد ہے، تجھ کو میری نصیحت کی کیا حاجت؟ میں تو خود اس خیال سے لرزاں ہوں کہ میرے نانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گلہ نہ کریں کہ تو نے

میری پیروی کیوں نہ کی۔ اس بات کو سن کر داؤد زارو قطار رونے لگے اور کہا کہ جس کا خمیر انوار نبوت سے ہو جب ان کا یہ حال ہے تو داؤد کس شمار میں ہے؟

ایک مرتبہ منصور عباسی کے اوپر مکھی آکر بیٹھی وہ بار بار اس کو مارتا تھا لیکن مکھی پھر آ بیٹھتی تھی، منصور بھگاتے بھگاتے عاجز آگیا مگر وہ نہ ہٹی، اتنے میں امام موصوف پہنچ گئے، منصور نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا اے ابو عبداللہ مکھی کس لئے پیدا کی گئی ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت بے باکی سے فرمایا، "جابرہ کو ذلیل کرنے کے لئے"۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے: "جو شخص اپنی قسمت کے حصے پر قناعت کرتا ہے وہ مستغنی رہتا ہے اور جو دوسرے کے مال کی طرف نظر اٹھاتا ہے، وہ فقیر مرتا ہے۔ جو اپنے بھائی کے لئے گڑھا کھودتا ہے وہ خود اس میں گرتا ہے۔ جو علماء سے ملتا جلتا ہے وہ معزز ہو جاتا ہے۔ جو شخص اپنی زبان کو محفوظ نہیں رکھتا وہ پشیمانی اٹھاتا ہے۔ نیز فرماتے تھے اچھا کام تین باتوں کے بغیر مکمل نہیں ہوتا، یعنی جب تم اسے کرو تو اپنے نزدیک چھوٹا سمجھو، اس کو چھپاؤ اور اس میں جلدی کرو۔

۸ رمضان المبارک ۸۰ھ کو مدینے میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی اور وہیں رجب یا شوال ۱۴۸ھ کو وصال فرمایا اور جنت البقیع قبۂ اہل بیت میں آرام فرماہیں۔[57]

[57] ماخوذ از تابعین و حضرات القدس و حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ

حضرت شیخ بایزید بسطامی قدس سرہٗ

آپ کا اسم گرامی طیفور (ابن عیسیٰ بن آدم ابن شروسان) کنیت ابویزید اور لقب سلطان العارفین ہے۔ آپ کے دادا آتش پرست تھے پھر مسلمان ہوئے۔ آپ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحانیت سے اویسی طریقے پر فیض یافتہ ہیں۔ بعض کتب میں آپ کی لقائے صوری اس طرح مذکور ہے، "عن الامام علی الرضا عن الامام موسیٰ الکاظم عن الامام جعفر الصادق"۔اس طرح آپ حضرت معروف کرخی کے پیر بھائی ہیں۔ تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ آپ نے ایک سو تیرہ مشائخ کی خدمت کی اور ان سے مستفیض ہوئے۔

سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ مادر زاد ولی تھے، بچپن میں ہی تلاش حق کی جستجو پیدا ہو گئی تھی، چنانچہ آپ استاد سے قرآن شریف پڑھ رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے: أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ (لقمان ۱۴) "یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا" تو آپ استاد سے اجازت لے کر گھر آئے اور اپنی والدۂ ماجدہ سے عرض کیا کہ "میں دو گھروں سے تعلق نہیں نبھا سکتا، یا تو آپ مجھے اللہ تعالیٰ سے مانگ لیں کہ بالکل آپ ہی کی خدمت کروں یا اللہ تعالیٰ کو سونپ دیں کہ بس اس کا ہو رہوں"۔ والدۂ ماجدہ نے جواب دیا، "میں نے تجھ کو راہِ خدا کے لئے چھوڑ دیا اور اپنا حق معاف کر دیا"۔ پس آپ بسطام سے سے باہر نکلے اور تیس سال تک شام کے جنگلوں میں ریاضت و مجاہدے کرتے رہے۔

کہتے ہیں کہ آپ حج کے لئے پیدل تشریف لے گئے تو بارہ سال میں اس شان سے سفر تمام کیا کہ ہر قدم پر دو رکعت نماز ادا فرماتے جاتے تھے۔ حج سے فارغ ہو کر واپس تشریف لے آئے اور

مدینہ منورہ روضہ ٔرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے دوبارہ تشریف لے گئے اور فرمایا مدینہ ٔطیبہ کی حاضری کو سفر حج کے کے تابع کرنا ادب کے خلاف ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ راہ توحید کے سالکین کی انتہاء بایزید کی ابتداء کے برابر ہے۔ حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اٹھارہ ہزار عالم بایزید سے بھرے ہوئے دیکھتا ہوں، مگر بایزید ہم میں نہیں ہیں یعنی وہ حق میں محو ہیں۔ آپ اپنے وقت کے بڑے مشائخ اور ولی اور عارفین کے بادشاہ، صدیقین کے برہان، خدا کی حجت اور خلیفہ ٔبرحق اور قطب عالم اور اوتاد کے رئیس تھے۔ آپ کی ریاضت، مجاہدات، مقامات اور کرامات بہت ہیں۔ آپ کے استغراق کا یہ حال تھا کہ ایک مرید بیس سال سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا لیکن آپ روزانہ اس سے اس کا نام دریافت فرماتے، آخر ایک دن مرید نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا "میں تم سے مذاق نہیں کرتا، بلکہ بات یہ ہے کہ جب سے اس (اللہ تعالیٰ) کا نام دل پر غالب آیا ہے سب کچھ بھول گیا ہوں"۔ آپ فرماتے ہیں کہ نماز میں سوائے کھڑے رہنے کے اور روزہ میں سوائے بھوکا رہنے کے اور کچھ میں نے نہ دیکھا جو کچھ ملا ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملا ہے۔

۱۵ شعبان ۲۶۱ھ کو بعمر تہتر سال بسطام میں وفات پائی اور وہیں مرقد مبارک ہے۔[58]

[58] ماخوذ از حضرات القدس و مشائخ نقشبندیہ مجددیہ

حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی قدس سرہٗ

آپ کا اسم گرامی علی بن جعفر اور کنیت ابو الحسن ہے۔ آپ کا تصوف میں بطریق اویسیت حضرت بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے انتساب ہے کیونکہ آپ کی ولادت حضرت بایزید رحمۃ اللہ کی وفات کے بعد ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کا انتساب حضرت بایزید قدس سرہٗ سے چند واسطوں سے اس طرح ہے کہ آپ کا انتساب ابو المظفر مولیٰ ترک طوسی سے ان کا خواجہ اعرابی بایزید عشقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اور ان کا خواجہ محمد مغربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اور ان کا شیخ بایزید بسطامی قدس سرہٗ سے ہے۔ منقول ہے کہ حضرت بایزید قدس سرہٗ جب خرقان سے گزرتے تو ٹھہر جاتے اور اس طرح سانس لیتے جیسے کسی چیز کی خوشبو سونگھتے ہیں، دریافت کرنے پر فرمایا کہ اس بستی میں مردِ خدا کی خوشبو پاتا ہوں، جس کا نام علی اور کنیت ابو الحسن ہے، اس میں تین باتیں مجھ سے زیادہ ہوں گی:

۱۔ اس پر بارِ عیال ہو گا

۲۔ کھیتی کرے گا

۳۔ درخت لگائے گا۔

اسی طرح حضرت ابو الحسن خرقانی قدس سرہٗ کو حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ سے اس درجہ تعلق و عقیدت تھی کہ آغاز شباب ہی سے آپ کا یہ معمول تھا کہ خرقان میں عشاء کی نماز باجماعت پڑھ کر حضرت بایزید کے مزار پر انوار پر تشریف لے جاتے اور شیخ کی روح پر فتوح سے برکات استفادات کے منتظر اور مراقب رہتے اور درگاہِ رب العزت میں التجاء کرتے کہ "خدایا جو تو نے بایزید کو دیا ہے، اس میں سے ابو الحسن کو بھی عطا فرما"۔ پھر وہاں سے ایسے وقت واپس آتے کہ خرقان میں پہنچ کر صبح کی نماز باجماعت پڑھ لیتے۔

حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ اپنے زمانے کے قطب اور اپنے وقت کے غوث تھے، آپ ہر دم دل سے باحضور اور مشاہدۂ حق میں مشغول اور حد درجہ ریاضت اور مجاہدے میں مصروف، صاحب اسرار و حقائق، عالی ہمت اور بزرگ مرتبت شیخ تھے۔ بارگاہِ الٰہی میں ایسا قرب عظیم رکھتے تھے کہ اس کی صفت بیان نہیں ہو سکتی۔

سلطان محمود غزنوی[59] کو آپ سے کمال درجہ عقیدت تھی ایک مرتبہ زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور آپ سے دعا کی درخواست کی، آپ نے فرمایا: ''اے محمود تیری عاقبت محمود ہو'' اس کے بعد محمود نے اشرفیوں کی ایک تھیلی پیش کی، حضرت شیخ نے جو کی روٹی محمود کے آگے رکھی اور کہا کھاؤ۔ محمود نے کھانا شروع کیا لیکن گلے میں پھنسنے لگی۔ آپ نے فرمایا شاید گلا پکڑتی ہے، محمود نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہاری اشرفیوں کی تھیلی بھی اسی طرح میرا گلا پکڑتی ہے، اس کو لے جاؤ کہ میں نے رات کو اس کو طلاق دے دی ہے۔ پھر محمود نے تبرک مانگا تو آپ نے اپنا پیراہن عطا فرمایا، جس کی برکت کے وسیلے سے سلطان محمود نے سومنات فتح ہونے کی دعا کی اور فتح پائی۔

[59] سلطان محمود غزنوی بن سلطان ناصر الدین سبکتگین ۹۷۱ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے، باپ کے انتقال کے بعد ۹۹۷ء میں غزنی کے تخت پر بیٹھے، آپ بڑے دیندار فرمانبرواں تھے، پوری زندگی کافروں کے خلاف جہاد کرتے گزری، اپنی اسی خوبی کی بنا پر آپ کو ''بت شکن'' کے معزز لقب سے یاد کیا جاتا ہے، آپ نے فتوحات کے دائرے کو کافی وسیع کیا اور افغانستان کی چھوٹی سی سلطنت کو وسعت دے کر مغرب میں دجلہ، مشرق میں گنگا اور شمال میں آمو دریا کے کناروں تک پہنچا دیا۔ آپ نے ہندوستان پر سترہ حملے کئے جن میں سب سے اہم سومنات کا حملہ تھا، اس کو سلطان محمود غزنوی کا ایک عظیم کارنامہ کہنا بے جا نہ ہو گا، آپ نے سندھ میں قرامطہ کی ریشہ دوانیوں کو بھی کچل ڈالا۔ آپ کے متعلق بہت سی کہانیاں مشہور ہیں، جن میں اکثر بے بنیاد ہیں۔ محمود علم اور علماء کے بڑے قدردان تھے، چنانچہ آپ نے اپنے زمانے میں غزنین کو علوم و فنون کا ایک بڑا مرکز بنا دیا تھا۔ ۳۳ سال نہایت کامیابی اور نیک نامی سے حکومت کر کے اس مجاہد سلطان کا ۶۵ سال کی عمر میں ۴۲۱ھ مطابق ۱۰۳۰ء بمقام غزنین انتقال ہوا۔

ایک مرتبہ آپ قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کون سی چیز بہتر ہے؟ حاضرین نے عرض کیا آپ ہی ارشاد فرمائیں۔ فرمایا کہ "وہ دل جس میں خدا کی یاد ہو"۔ نیز آپ کا ارشاد ہے: "صوفیوں کی عادتیں اور رسوم اختیار کر لینے سے صوفی نہیں ہوتا بلکہ صوفی وہی ہے جو کچھ نہ ہو اور فنافی اللہ ہو۔ یہ بھی آپ کا ارشاد ہے: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وراثت کے معنی ہیں کہ ہر فعل میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کی جائے نہ کہ کاغذ سیاہ کئے جائیں"۔ نیز آپ فرماتے ہیں کہ "فرشتے تین مقامات پر اولیاء اللہ سے ہیبت کھاتے ہیں، کراماً کاتبین اعمال لکھتے وقت، ملک الموت جان نکالتے وقت اور منکر نکیر سوال کرتے وقت"۔ آپ کا ارشاد ہے: "میں نے عافیت تنہائی میں پائی اور سلامتی خاموشی میں"۔

نقل ہے کہ جب شیخ کی وفات کا زمانہ آیا تو وصیت کی کہ میری قبر گہری کھودنا کہ شیخ بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر سے اونچی نہ ہو۔ آپ نے ۱۵ رمضان المبارک یا شب عاشورہ ۴۲۵ھ کو خرقان میں وصال فرمایا۔ خرقان بسطام کے دیہات میں سے ایک گاؤں کا نام ہے۔

حضرت شیخ ابو علی فارمدی قدس سرہٗ

آپ کا اسم گرامی فضل اللہ بن محمد ہے اور کنیت ابو علی اور وطن فارمد، طوس کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے۔ اگرچہ آپ کو حضرت ابوالقاسم گرگانی سے بیعت حاصل ہے، مگر بہ طورِ اویسیت حضرت ابوالحسن خرقانی سے فیض حاصل کیا ہے، اسی لئے شجروں میں حضرت ابوالقاسم کا نام درج نہیں ہے۔ آپ علم باطن میں بڑا کمال رکھتے تھے۔

آپ نوجوانی میں حصولِ علم کے لئے نیشاپور تشریف لے گئے، وہاں شیخ ابوسعید الخیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعریف سنی تو ان کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض حاصل کیا اور بہت عجیب حالات و واردات ظاہر ہوئے۔ جب شیخ ابوالخیر نیشاپور سے تشریف لے گئے تو آپ امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ[60] کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ حالات جو آپ پر وارد ہوئے تھے بیان کئے، امام ابوالقاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "اے لڑکے جا تحصیل علم میں مشغول ہو"۔

چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حصول علم میں تین سال تک مشغول رہے، لیکن اس دوران میں بھی وہ حالات و واردات بڑھتے رہے، یہاں تک کہ ایک دن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دوات میں قلم ڈال کر نکالا تو وہ سفید تھا۔ آپ نے یہ واقعہ امام ابوالقاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض

---

[60] ایک سلسلہ یہ بھی ہے کہ خواجہ ابو علی فارمدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خواجہ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ان کو خواجہ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ان کو خواجہ ابوالقاسم نصیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ابوالحسن حضرمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے، ان دونوں کو خواجہ ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ان کو سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے، ان کو شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے، ان کو شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ان کو شیخ داؤد طائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ان کو خواجہ حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ان کو امام الاولیاء حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ان کو امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کو سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت حاصل ہے۔

کیا۔ امام موصوف نے فرمایا جب علم نے تجھ سے ہاتھ اٹھالیا تو بھی اس سے ہاتھ اٹھالے اور طریقت کے کام میں لگ جا۔ آخر آپ مدرسے سے خانقاہ میں آگئے اور امام ابوالقاسم القشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں مشغول ہوگئے۔ ایک دن امام موصوف حمام میں گئے، آپ بھی ساتھ ہو لئے اور امام موصوف کے غسل کے لئے چند ڈول پانی حمام میں ڈال دیئے، جب امام موصوف غسل سے فارغ ہو کر حمام سے باہر آئے تو فرمایا یہ کون شخص تھا، جس نے حمام میں پانی ڈالا؟ آپ اس خوف سے نہ بولے کہ کہیں مرضی کے خلاف نہ ہوا ہو۔ آخر امام موصوف نے دوبارہ اور سہ بارہ فرمایا تو ڈرتے ہوئے عرض کیا کہ خادم تھا۔ امام موصوف نے فرمایا اے ابو علی! جو کچھ ابوالقاسم القشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (یعنی میں) نے ستر سال میں حاصل کیا تھا، تو نے پانی کے چند ڈول میں حاصل کر لیا۔ پھر آپ مجاہدے میں مشغول ہوگئے، ایک دن آپ پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ اس میں گم ہوگئے، آپ نے وہ کیفیت امام قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کی، امام موصوف نے فرمایا اے ابو علی! میری رسائی اس سے زیادہ نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت شیخ ابو علی فارمدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی اور تکمیل سلوک کے بعد خلافت حاصل کی، آخر شیخ کی محبت اتنی بڑھی کہ انہوں نے آپ کو دامادی کا شرف بھی بخشا۔

شیخ ابوالقاسم گرگانی شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ ہیں، ان کی وفات ۲۳ صفر ۴۵۰ھ کو ہوئی اور طوس میں مزار مبارک ہے۔ چند واسطوں سے سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے، اس طرح یہ سلسلہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے جاملتا ہے۔

حضرت شیخ ابو علی فارمدی قدس سرہٗ متقی پرہیز گار اور صاحب کشف و کرامات بزرگ گزرے ہیں۔ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ ہی سے بیعت و تربیت یافتہ ہیں، آپ کی ولادت ۴۳۴ھ اور وفات ۵۱۱ھ میں طوس میں ہوئی۔ [61]

[61] ماخوذ از حضرات القدس و حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ

حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ

آپ کا اسم گرامی یوسف اور کنیت ابو یعقوب ہے۔ علم تصوف میں آپ کا انتساب شیخ ابو علی فارمدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے لیکن شرح وصایا خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں مذکور ہے کہ آپ بلاواسطہ حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی کے مرید ہیں، آپ نے شیخ عبد اللہ جوینی سے خرقہ پہنا اور شیخ حسن سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں بھی حاضر رہے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں آپ نے بغداد و اصفہان، عراق و خراسان اور سمرقند و بخارا میں بہت سے بزرگوں سے استفادہ کیا اور علم حدیث اختیار فرمایا۔ آپ کی پند و نصیحت سے بہت لوگوں کی اصلاح ہوئی آپ کو فتاویٰ دینیہ اور احکام شرعیہ میں پوری دست گاہ حاصل تھی اور علوم و معارف میں قدم راسخ رکھتے تھے اور کشف و کرامات میں پورا تصرف حاصل تھا، علماء و فقہاء کا ایک جم غفیر آپ کی مجلس میں رہتا تھا۔ چنانچہ سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ[62] سے (جو ابھی نوجوان تھے) آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو نصیحت کیا کرو، حضرت شیخ نے جواب دیا کہ میں مرد عجمی ہوں فصحائے بغداد کے سامنے کس طرح بات کروں؟۔

آپ نے فرمایا:

"تم کو علم فقہ اور اصول فقہ، اختلاف مذاہب اور لغت و تفسیر قرآن میں کمال حاصل ہے اور وعظ و نصیحت کی صلاحیت رکھتے ہو اس لئے ارشاد و ہدایت شروع کرو، کیونکہ میں تم میں ایک ایسا پودا دیکھ رہا ہوں جو عنقریب پورا درخت ہو جائے گا"۔

---

[62] آپ کا لقب محی الدین اور غوث الاعظم کے نام سے مشہور ہیں، حسنی الحسینی سید ہیں ۲۹ شعبان ۴۷۱ھ کو جیلان میں ولادت ہوئی، جملہ علوم میں کمال حاصل کیا۔ بکثرت تصانیف کیں۔ آپ کشف و کرامات میں بہت زیادہ مشہور ہیں اور آپ کا فیض بھی اس قدر پھیلا کہ باید و شاید۔ آپ کا وصال بعد نماز عشاء ۹ یا ۱۱ ربیع الثانی کو بغداد میں ہوا۔

حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ اپنے وقت کے غوث اور پانچویں صدی کے مجدد تھے، ساٹھ سال سے زیادہ سجادہ نشینی اور مسند ارشاد پر فائز رہے۔ آپ کی تصانیف میں زینت الحیات، منازل السالکین اور منازل السائرین ہیں۔

آپ کی ولادت ۴۴۰ھ اور وفات ۵۳۵ھ میں ہوئی مزار مبارک شہر مرو میں ہے۔

حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس سرہٗ

آپ کا اسم گرامی عبد الخالق لقب خواجۂ جہاں، والد ماجد امام عبد الجلیل اکابر اولیاء و اعاظم اتقیاء سے تھے اور آپ کا امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔

منقول ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے شیخ امام عبد الجلیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بشارت دی تھی کہ آپ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہو گا، جس کو میں فرزندی میں قبول کرتا ہوں اور اپنی نسبت سے اس کو حصہ دوں گا، اس کا نام عبد الخالق رکھنا۔ حوادث روزگار کی وجہ سے جب امام عبد الجلیل روم سے دیارِ ماوراء النہر کی طرف نکلے رو غجدوان میں جو توابعِ بخارا سے ایک بڑا شہر ہے، سکونت اختیار کی، چنانچہ خواجہ عبد الخالق وہیں پیدا ہوئے۔

کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ عبد الخالق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے استاد مولانا صدر الدین علیہ الرحمۃ سے تفسیر پڑھ رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے:

ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (الأعراف ۵۵)

ترجمہ: اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔

تو آپ نے استاد سے پوچھا وہ کون سا طریقہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ بیان کر رہا ہے، کیونکہ ذکر جہر پر غیر شخص واقف ہو جاتا ہے اور دل سے ذکر کرے تو شیطان جو کہ انسان کی رگوں میں خون بہنے کی جگہ میں جاری ہوتا ہے وہ ذکر سے واقف ہو جاتا ہے۔ استاد نے فرمایا کہ یہ علمِ لدنی ہے اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہے تو کوئی ولی مل جائے گا اور سکھا دے گا۔

اس کے بعد آپ اولیائے عظام کی تلاش میں مصروف ہو گئے یہاں تک کہ ایک مرتبہ جمعہ کے دن آپ اپنے باغ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بزرگ آ نکلے، آپ ان کی تعظیم و تکریم بجا لائے۔ انہوں نے فرمایا: "اے جوان میں تمہارے اندر بزرگی کے آثار پاتا ہوں اس لئے ایک سبق بتاتا ہوں تاکہ تم پر اسرار کھل جائیں، لہٰذا تم حوض میں اتر کر پانی میں غوطہ لگاؤ اور دل سے کہو **لا الٰہ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ** اور فرمایا:

اے جوان! میں خضر ہوں اور تم کو اپنی فرزندی میں لینا چاہتا ہوں۔

پس آپ نے اسی طرح کیا اور اس کے بعد بہت سے عجیب و غریب اسرار آپ پر کھلنے لگے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ بخارا تشریف لائے تو آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فیض حاصل کیا۔ اسی طرح آپ کے پیرِ سبق حضرت خضر علیہ السلام ہیں اور پیرِ صحبت و خرقہ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی ہیں۔ اگرچہ خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ کی طریقے میں ذکر جہری تھا لیکن حضرت خضر علیہ السلام کے ذکرِ خفی تلقین فرمانے کی وجہ سے آپ نے ان کو جہر کا حکم نہ فرمایا اور فرمایا کہ جس طرح آپ کو حضرت خضر علیہ السلام نے حکم دیا ہے اسی طرح ذکر میں مشغول رہیں۔

غرض کہ آپ کا حلقۂ خواجگان کے سرِ دفتر اور سلسلۂ اکابرِ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کے سردار ہیں، طریقت میں آپ کا کلام حجت ہے اور حقیقت میں برہان، آپ اپنے وقت کے شیخ الشیوخ اور مجتہد رأس الرئیس اور قطب زمانہ تھے۔ آپ کی ولایت اس مرتبے کی تھی کہ ایک وقت کی نماز کے لئے خانۂ کعبہ کو جاتے اور واپس آجاتے تھے۔ ملکِ شام میں آپ کے بہت آدمی مرید ہوئے اور وہاں خانقاہ بنائی لیکن آپ بظاہر غجدوان میں رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف سے آپ کا یہ حال تھا کہ

ہر وقت مجرم کی سی کیفیت رہتی تھی اور لرزاں و ترساں رہتے تھے، کمال درجے متبع سنت تھے اور بدعات سے سخت نفرت فرماتے تھے۔ کم کھانے، کم سونے، کم بولنے اور کم ملنے کی خصوصیت سے ہدایت فرماتے تھے۔ کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ نماز میں خشوع کے کیا معنی ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ نمازی کے اوپر حق تعالیٰ شانہٗ کا اس قدر خوف اور ڈر غالب آجائے کہ اگر اس کے تیر ماریں تو خبر نہ ہو۔

آپ کے احوال و واقعات بہت کثرت سے ہیں من جملہ ان کے وہ آٹھ کلمات جن پر طریقۂ نقشبندیہ کی بنیاد ہے آپ ہی کے مقرر کردہ ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ ہوش دردم: یعنی خیال رکھنا کہ کوئی سانس اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ رہے۔

۲۔ نظر بر قدم: یعنی چلنے پھرنے میں نظر قدم پر رکھے تا کہ سوائے حق تعالیٰ کے حضور کے کوئی اور خیال نہ آئے۔

۳۔ سفر در وطن: یعنی بری عادتوں سے صفات ملکوتی کی طرف ترقی حاصل کرے۔

۴۔ خلوت در انجمن: یعنی ذکر کا خیال ایسا پختہ ہو جائے کہ خواہ کیسی ہی مجلس میں ہو، دل مولیٰ کی یاد اور حضوری میں رہے۔

۵۔ یاد کرد: یعنی حق سبحانہ و تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرے۔

۶۔ بازگشت: یعنی ذاکر خیال و تصور سے نفی اثبات (کلمۂ طیبہ) کو طاق کی رعایت کے ساتھ چند بار ذکر کرنے کے بعد نہایت عاجزی و انکساری کے ساتھ زبان خیال سے کہے "اے اللہ میرا مقصود تو ہی ہے اور تیری رضا مطلوب ہے، پس مجھ کو اپنی محبت و معرفت عطا فرما۔

۷۔ نگہداشت: یعنی سالک نفس کے وسوسوں اور خطروں کو ہر لمحہ دور کرتا رہے اور دل کو ذکر اللہ اور حق تعالیٰ کی حضوری میں مستغرق رکھے۔

۸۔ یادداشت: یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کی حضور میں دوام آگاہی حاصل ہو جائے۔

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ یاد داشت سے آگے پنداشت و وہم ہے۔

یہ آٹھ کلمات حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ سے منقول ہیں ان کے علاوہ تین اصطلاحیں اور ہیں جو حضرت خواجہ نقشبند بخاری قدس سرہٗ سے مروی ہیں:

۱۔ وقوف زمانی: یعنی ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہوشیار واقف رہے اور یہ ہوش دردم ہی کے معنی میں ہے۔

۲۔ وقوف عددی: نفی اثبات حبسِ دم کے ساتھ کرنے میں ہر سانس طاق عدد کی رعایت کرے۔

۳۔ وقوف قلبی: ذکر کے وقت قلب پر پوری طرح توجہ رہے، یعنی ذکر کے وقت دل اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے طرف متوجہ نہ ہونے پائے اور بیرونی خطرات کا دل میں دخل نہ ہو۔

حضرت خواجہ عبدالخالق قدس سرہٗ کے وصال کے وقت جب کہ تمام اصحاب و احباب فرزند و مرید سب آپ کے گرد جمع تھے تو آپ نے فرمایا دوستو! تم کو مبارک ہو کہ حق سبحانہ و تعالیٰ مجھ سے راضی ہے اور رضامندی کی مجھ کو خوشخبری دی ہے۔ یہ سن کر سب رونے لگے اور ہر ایک نے دعا کی خواہش کی۔ آپ نے فرمایا دوستو! تم کو مبارک ہو کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے خوشخبری دی ہے کہ اس طریقہ کو جو لوگ اختیار کریں اور اخیر تک اس پر قائم رہیں ان سب کو بخشش دوں گا۔

تھوڑی دیر بعد غیب سے آواز آئی:

يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (٢٧) ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً (٢٨) فَادْخُلِي فِي عِبَادِي (٢٩) وَادْخُلِي جَنَّتِي (الفجر ٣٠)

ترجمہ: اے اطمینان والی جان۔ اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو۔ اور میری جنّت میں آ۔

دیکھا تو آپ رحلت فرما چکے تھے، یہ واقعہ ۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ کا ہے، بعض نے ۶۱۶ یا ۶۱۷ھ تاریخ وصال لکھی ہے۔ آپ کا مزار پُر انوار غجدوان میں ہے۔[63]

---

[63] ماخوذ از حضرات القدس و حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ اور نفحات الانس

حضرت خواجہ عارف ریوگری قدس سرہٗ

آپ کا اسم گرامی عارف اور وطن ریوگر جو بخارا سے اٹھارہ میل پر واقع ہے اور غجدوان سے ایک فرسنگ۔ آپ خواجہ عبدالخالق غجدوانی کے اجل خلفاء میں سے ہیں، جو کارخانہ ٔعرفان کے خدیو ہیں۔ خواجہ عبدالخالق قدس سرہٗ کے چار خلیفہ ہیں، ان میں سے پہلے خلیفہ آپ ہی ہیں، دوسرے خواجہ احمد صدیق، تیسرے خواجہ اولیاء کبیر اور چوتھے خواجہ سلیمان کرسینی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ کے وصال کے بعد خواجہ احمد صدیق سجادہ نشین ہوئے، جب تک آپ زندہ رہے خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تمام خلفاء اور مریدین آپ کی اتباع اور موافقت میں کوشش کرتے رہے۔ جب خواجہ احمد صدیق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات کا وقت آن پہنچا تو آپ نے تمام اصحاب کو خواجہ ٔعارف قدس سرہٗ کی صحبت کے لئے وصیت فرمائی۔ چنانچہ حضرت خواجہ عارف گری ریوگری مسند ارشاد پر بیٹھ کر ہدایت خلق میں مصروف رہے۔ متابعت سنت، علم و حلم اور زہد و تقویٰ میں یگانہ ٔروزگار تھے۔ تصوف میں آپ کا ایک رسالہ "عارف نامہ" موسیٰ زئی (ڈیرہ اسماعیل خان) کے کتب خانے میں موجود ہے۔ آپ کا وصال یکم شوال ۶۱۶ھ کو قصبہ ریوگر میں ہوا۔[64]

[64] ماخوذ از حضرات القدس و عمدۃ السلوک

حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی قدس سرہٗ

آپ کا اسم گرامی محمود اور مقام ولادت انجیر فغنہ ہے، جو شہر بخارا سے نو میل پر واقع ہے، اور انجیر فغنہ بخارا کے قصبہ اَکْنَہ کا ایک گاؤں ہے، آپ نے قصبہ اکنہ میں اقامت فرما کر گل کاری کا پیشہ اختیار فرمایا۔ آپ کا انتساب خواجہ عارف ریوگری قدس سرہٗ سے ہے اور آپ خواجہ موصوف کے تمام اصحاب وطلبہ میں افضل واکمل ہیں۔ جب خواجہ عارف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وقتِ آخر ہوا تو آپ نے حضرت خواجہ محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنا سجادہ نشین اور خلیفہ مقرر فرمایا اور ہدایت وارشاد کی اجازت عطا فرمائی۔ چنانچہ آپ سے بہت سی مخلوق فیض یاب ہوئی۔

حضرت خواجہ محمود قدس سرہٗ کسی وقتی مصالحت کی بنا پر طالبان سلوک کو ذکر جہری کی تعلیم دینے لگے تھے، چنانچہ آپ کے سلسلہ میں ذکر جہر کا رواج ہو گیا تھا، لیکن جب حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کا زمانہ آیا اور امام الطریقہ خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے بیعت کی تو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ علمائے بخارا کو جمع کر کے حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کی خدمت میں لے گئے، تاکہ وہ آپ کو ذکر جہری سے منع کریں۔ چنانچہ علمائے کرام نے حضرت امیر قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض کیا کہ ذکر جہر بدعت[65] ہے آپ ایسا نہ کریں۔ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ ہم آئندہ نہیں کریں گے[66]، اس کے بعد بدستور قدیم ذکر خفی کی تعلیم جاری ہو گئی۔

خوجہ عزیزان علی رامیتنی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ایک درویش نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا اور ان سے پوچھا کہ اس زمانے کے مشائخ میں کون ایسا بزرگ ہے جو استقامت کا مرتبہ رکھتا ہو

---

[65] اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ ذکر جہر جائز ہے، جب کہ شرائط کا لحاظ رکھے اور جہر مفرط کو قربت مقصودہ نہ سمجھے، بلکہ جو مصلحتیں مشائخ نے بتائی ہیں، ان کی بناء پر بغرض علاج کرے اور بدعت سے ان حضرات کی مراد غالبًا بدعت طریقت ہو گی۔ مؤلف

[66] مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ج ا، ص مکتوب ۲۶۶

تاکہ دست ارادت سے اس کا دامن پکڑوں اور اس کی پیروی کروں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اس صفت کے بزرگ خود خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ خواجہ عزیزان علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعض اصحاب نے کہا کہ وہ درویش خود خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے مگر اس وجہ سے اپنا نام نہیں بتایا کہ یہ ظاہر نہ ہو کہ آپ نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی ہے۔

نقل ہے کہ ایک روز خواجہ عزیزان علی رامیتینی قدس سرہٗ خواجہ محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اصحاب کے ساتھ ذکر میں مشغول تھے کہ یکایک ایک سرخ سفید رنگ ہوا میں اڑتا ہوا اوپر سے گزرا اور بزبان فصیح کہا ''اے علی مردانہ رہ'' اس مرغ کو دیکھتے ہی اور اس کلمے کو سنتے ہی تمام اہل مجلس غایت فیض سے بے ہوش ہو گئے۔ جب افاقہ ہوا تو خواجہ عزیزان علی قدس سرہٗ سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ تھا۔ آپ نے فرمایا یہ مرغ روح پر فتوح حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی قدس سرہٗ کی ہے، اس وقت خواجہ دہقان قلتی قدس سرہٗ جو خواجہ اولیاء کبیر قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں ان کے سرہانے تشریف لے گئے تھے کیونکہ ان کا وقت اخیر تھا، اور انہوں نے دعا کی تھی کہ بار الٰہا میرے اس اخیر وقت میں اپنے دوستوں میں سے کسی کو بھیج کہ اس کی برکت سے ایمان سلامت لے جاؤں۔ چنانچہ ان کا خاتمہ بالخیر ہو گیا۔ چونکہ میرے حال پر فرطِ محبت تھی اس لئے اس راہ سے گزرتے ہوئے تشریف لے گئے۔

حضرت خواجہ محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات ۱۷ ربیع الاول ۷۱۵ھ کو ہوئی براویت دیگر ۷۱۷ھ۔[67]

---

[67] حضرات القدس

حضرت خواجہ عزیزان رامیتنی قدس سرہٗ

آپ کا اسم گرامی علی تھا، چونکہ آپ اپنے نفس کو عزیزان کہا کرتے تھے، اس لئے آپ کا لقب عزیزان ہو گیا۔ آپ کا وطن قصبہ رامتین ہے جو بخارا سے دو کوس پر واقع ہے۔ آپ کو حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت بھی حاصل تھی، اور ان ہی کے ارشاد پر حضرت خواجہ محمود قدس سرہٗ کے مرید ہوئے۔ خواجہ محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے آخری زمانے میں اپنی خلافت و سجادہ نشینی آپ کے سپرد فرمادی تھی، آپ صاحب مقامات و کمالات اور کشف و کرامات تھے۔

شیخ علاؤ الدین سمنانی قدس سرہٗ حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی قدس سرہٗ کے ہم عصر تھے۔ شیخ موصوف نے ایک درویش کو حضرت خواجہ کی خدمت میں بھیجا اور تین سوالات کئے ایک یہ کہ میں اور آپ دونوں آنے جانے والوں کی خدمت کرتے ہیں، آپ کا دستر خوان سادہ ہوتا ہے اور میرا پر تکلف، مگر لوگ آپ کی تعریف کرتے ہیں اور میرے شاکی ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ احسان رکھ کر خدمت کرنے والے بہت ہیں اور ان کا احسان اپنے اوپر رکھ کر خدمت کرنے والے کم ہیں، پس کوشش کیجیئے کہ دوسری قسم والوں میں آپ کا شمار ہو جائے۔ دوسرا سوال یہ تھا کہ میں نے سنا ہے آپ کی تربیت حضرت خضر علیہ السلام نے کی ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ جو حق سبحانہ وتعالیٰ کے عاشق ہوتے ہیں، حضرت خضر علیہ السلام ان کے عاشق ہو جاتے ہیں۔ تیسرا سوال یہ تھا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ ذکر جہر کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ ذکر خفی کرتے ہیں پس آپ کا ذکر بھی جہری ہوا اس لئے مسموع ہوا۔

نقل ہے کہ ایک شخص آپ کے مکان پر آیا، اتفاقاً اس وقت آپ کے گھر میں کھانے کی کوئی چیز موجود نہ تھی، اس نے کھانے کا انتظار کر کے اجازت چاہی، مہمان داری کا احساس کر کے آپ حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے۔ فوراً ہی آپ کے معتقدین میں سے ایک باورچی کھانے کا خوان لے کر حاضر خدمت ہوا۔ آپ کو اس باورچی کا اس وقت کھانا لے کر آنا بہت پسند آیا اور نہایت خوشی خوشی مہمان کو کھانا کھلایا، اس کے بعد اس باورچی کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ میں آج تجھ سے بہت خوش ہوں لہٰذا تیری جو مراد ہو وہ مانگ انشاء اللہ تعالیٰ پوری ہو گی۔ باورچی نہایت ہوشیار تھا اس نے کہا کہ میری مراد یہ ہے کہ آپ جیسا ہو جاؤں۔ آپ نے باورچی کو ہر چند سمجھایا کہ ایسی آرزو نہ کر، یہ ایک بارِ عظیم ہے جس کو اٹھانے کی تجھ میں طاقت نہیں۔ لیکن اس نے عاجزی سے یہی عرض کیا کہ میری مراد تو صرف یہی ہے کہ آپ جیسا ہو جاؤں۔ آخر آپ اس کو خلوت میں لے گئے اور اس پر توجہ ڈالی، جب باہر تشریف لائے تو وہ باورچی صورت و سیرت، ظاہر و باطن حضرت عزیزان علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مشابہ ہو گیا تھا۔ اس کے بعد کم و بیش چالیس دن تک وہ باورچی زندہ رہا بالآخر اس بار گراں کی تاب نہ لا کر انتقال کر گیا۔[68]

ایک مرتبہ آپ بہ اشارۂ غیبی بخارا سے خوارزم آئے اور شہر کے باہر ٹھہر گئے اور ایک درویش کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا کہ فقیر تمہارے شہر کے دروازے پر آیا ہے اگر تمہاری مصلحت مانع نہ ہو تو شہر میں داخل ہو ورنہ واپس ہو جائے اور درویش کو ہدایت کر دی کہ اگر بادشاہ اجازت دے دے تو اجازت نامہ دستخطی مہر شدہ بادشاہ سے لیتے آنا۔ چنانچہ اس درویش نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض مدعا کیا تو بادشاہ مع درباری ہنسنے لگا کہ یہ لوگ کیسے سادہ طبیعت ہیں اور مذاق کے طور پر

---

[68] بالکل اسی طرح کا واقعہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے حالات میں بھی درج ہے۔ مؤلف

اجازت نامہ لکھ کر مہر شاہی ثبت کرکے درویش کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے شہر میں قدم رکھا اور ایک گوشے میں بیٹھ کر ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئے اور روزانہ صبح کے وقت دو ایک مزدوروں کو تلاش کرکے گھر لے آتے اور ان کو فرماتے کہ وضو کرو اور نماز پڑھو اور شام تک ہمارے پاس بیٹھ کر ذکر کرو، بعد ازاں مزدوری دے کر ان کو رخصت کر دیتے، لوگ بہت خوش ہوتے چنانچہ ایک ہی دن کی صحبت اور کمالِ تصرف و کرامت کی وجہ سے ان کو دوسرے دن حاضر خدمت ہوئے بغیر چین نہ آتا۔ آخر کار رفتہ رفتہ اس قدر اژدہام خلائق ہوا کہ بادشاہ کو ملک میں فتنے و فساد کا خطرہ پیدا ہو گیا اس وہم کے تحت اس نے آپ کو اخراج کا حکم دے دیا۔ آپ نے اسی درویش کو شاہی اجازت نامہ دے کر بادشاہ کی خدمت میں بھیجا کہ ہم تو آپ کی اجازت سے شہر میں ٹھہرے ہوئے ہیں اگر عہد کو توہم ابھی واپس چلے جاتے ہیں۔ یہ سن کر بادشاہ اور ارکانِ سلطنت بہت شرمندہ ہوئے اور آپ کی دور بینی و کمالات کے بہت معتقد ہوئے اور سب حاضرِ خدمت ہو کر مرید ہو گئے۔

نقل ہے خواجہ عزیزان علی قدس سرہٗ شہر خوارزم میں شام کے وقت سوت بیچنے والوں کے بازار میں تشریف لے جاتے اور جن لوگوں کا سوت نہ بکتا ان سے سارا سوت خرید کر گھر لے آتے اور چالیس گز کے باس (ایک کپڑے کا نام) اس طرح بن لیتے تھے کہ خود گھر کے ایک کونے میں بیٹھ کر مراقبے میں مشغول ہو جاتے اور وہ چالیس گز کپڑا بغیر آپ کا ہاتھ لگے خود بخود تیار ہو جاتا۔ اسی وجہ سے آپ کا لقب نساج بھی پڑ گیا تھا۔ خضر خواجہ موصوف اس کپڑے کو فروخت کرکے اس سے جو نفع حاصل ہوتا اس کو تین حصے کرتے، ایک حصہ علماء پر صرف کرتے، دوسرا حصہ فقراء پر تیسرا حصہ اپنے اہل و عیال پر۔

ایک شخص نے تمسخر کے طور پر آپ کی شان میں کہا کہ "عزیزان علی ایک بازاری ہے" یعنی سوت کی خرید و فروخت کے لئے بازار میں پھرتا رہتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یارِ عزیزان حق سبحانہ و تعالیٰ کو زاری بہت پسند ہے، پس عزیزان کیونکر بازاری نہ بنے۔

ایک مرتبہ چند علماء خواجہ عزیزان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات کے لئے حاضر خدمت ہوئے۔ دورانِ گفتگو ایک عالم نے کہا علماء پوست ہیں اور فقراء مغز۔ آپ نے فرمایا مغز پوست کی حمایت میں رہتا ہے۔

کسی نے آپ سے پوچھا کہ بالغ شریعت کون ہے اور بالغ طریقت کون؟ آپ نے فرمایا کہ بالغ شریعت وہ شخص ہے جس سے منی (مادۂ تولید) نکلے اور بالغ طریقت وہ ہے جو منی یعنی خودی سے نکل جائے۔ یہ سن کر سائل نے عاجزی سے زمین پر سر رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا زمین پر سر رکھنے کی ضرورت نہیں، بلکہ جو چیز سر میں ہے یعنی خودی اس کو زمین پر رکھ۔

سالک آپ کی ایک ہی صحبت میں حقیقت کو پہنچ جاتا اور حضور قلب حاصل کر کے واپس آتا۔ آپ فرماتے ہیں کہ "سالک اپنے نیک عمل کو نہ کیا ہوا خیال کرتا رہے اور ہر عمل میں اپنے آپ کو قصوروار جانے"۔ نیز ارشاد فرمایا کہ "مرد وہ ہے جس کو کاروبارِ دنیا حق سبحانہ و تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کر سکے"۔ یہ بھی فرمایا کہ بندے کو چاہئے کہ خدا سے خدا کے سوا اور کچھ نہ مانگے۔

حضرت خواجہ عزیزان علی قدس سرہٗ کے خلفاء میں آپ کے صاحب زادے:

۱۔ خواجہ خورد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۲۔ خواجہ باباسماسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۳۔ خواجہ محمد کلاہ دوز خوارزمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۴۔ خواجہ محمد صلاح بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۵۔ خواجہ محمد باوردی خوارزمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت خواجہ عزیزان علی قدس سرہٗ کا ایک سو تیس سال کی عمر میں دوشنبہ ۲۸ ذی الحجہ ۷۱۵ھ کو شہر خوارزم میں انتقال ہوا اور وہیں مزار مبارک ہے۔[69]

---

[69] ماخوذ از حضرات قدس

حضرت خواجہ محمد باباسماسی قدس سرہٗ

آپ کا اسم گرامی محمد، لقب باباسماسی، آپ کا وطن سماس ہے جو رامیتن سے ایک کوس اور بخارا سے نو میل کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے۔ آپ حضرت خواجہ عزیزان علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اجل خلفاء میں سے ہیں، بڑے صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ جذبات و ارادت الٰہی سے اکثر وارفتگی طاری رہتی تھی۔ جب آپ کا گزر پر ہوتا جو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کا مولد تھا تو فرماتے، "زور باشد کہ ایں قصرِ ہندواں قصرِ عارفاں گردد"۔ چنانچہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت کے تین دن بعد آپ کے جد امجد حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو لے کر حضرت خواجہ باباسماسی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اپنی نظر کیمیاء اثر سے توجہ ڈالی اور فرمایا کہ یہ ہمارا فرزند ہے اور ہم نے اس کو اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ عنقریب یہ لڑکا اپنے وقت کا مقتدا ہو گا۔ پھر آپ نے حضرت امیر کلال قدس سرہٗ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میرے فرزند بہاؤالدین کی تربیت کرنے میں کوئی کمی نہ کرنا، ورنہ میں تمہیں معاف نہیں کروں گا۔ خواجہ امیر کلال قدس سرہٗ نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ میں اس میں حتی المقدور کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جب میری شادی کا زمانہ قریب آیا تو میرے جد بزرگوار نے مجھ کو حضرت باباسماسی قدس سرہٗ کی خدمت میں بھیجا، تاکہ آپ کی قدم بوسی کی برکت سے یہ کام سرانجام ہو۔ حضرت کی خدمت میں پہنچا تو حضرت کی یہ کرامت دیکھنے میں آئی کہ اسی رات مجھ میں تصرف پیدا ہو گیا تھا۔ میں رات کو اٹھا اور آپ کی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھی اور سر سجدہ میں رکھا تو میری زبان سے یہ نکلا کہ اے خدا اپنی بلاؤں کے اٹھانے کی طاقت مجھ کو عطاء فرما اور اپنی محبت کی محنت کی برداشت مجھے دے۔

جب میں صبح حضرت بابا کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اے فرزند یہ دعا کرنی چاہیئے کہ اے خدا جو کچھ تیری مرضی ہو اس پر قائم رہنے کی اس بندۂ ضعیف کو اپنے فضل و کرم سے توفیق عطا فرما۔ اور خدائے بزرگ و برتر کی مرضی بھی یہی ہے کہ بندہ بلاؤں میں مبتلا نہ ہو، اور اگر اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے اپنے کسی دوست پر کوئی بلا نازل کرتا ہے تو اس کی برداشت کی طاقت بھی عطا فرماتا ہے اس کی مصلحت کو بھی ظاہر کر دیتا ہے، اپنی خواہش سے بلا کو طلب کرنا بہت بڑی گستاخی ہے۔

حضرت بابا سماسی قدس سرہٗ کے خلفاء میں حضرت بابا صاحب موصوف کے صاحب زادے

۱۔ خواجہ محمود سماسی قدس سرہٗ

۲۔ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ

۳۔ خواجہ صوفی سوخاری قدس سرہٗ

۴۔ مولانا علی دانشمند قدس سرہٗ

حضرت بابا صاحب کا ۱۰ جمادی الاخریٰ ۷۵۵ھ کو موضع سماس میں وصال ہوا۔

حضرت خواجہ شمس الدین امیر کلال قدس سرہٗ

آپ عالی نسب سید تھے اور آپ کا نسب حضرت امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم سے ملتا ہے، آپ کا مولد و دفن قریہ ٔسوخار[70] ہے جو بخارا سے چھ میل کے فاصلے پر ہے۔ آپ کا پیشہ زراعت تھا لیکن کوزہ گری میں بھی کمال رکھتے تھے۔ بخارا کی زبان میں کوزہ گر کو کلال کہتے ہیں، اس لئے امیر کلال کے لقب سے مشہور ہوئے۔ حضرت امیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ جب آپ میرے پیٹ میں تھے اگر اتفاقاً کبھی مشتبہ لقمہ میرے پیٹ میں چلا جاتا تو سخت درد پیدا ہوتا تھا۔ جب یہ کیفیت کئی بار گزری تو میں سمجھ گئی کہ اس درد کا سبب یہ بچہ ہے جو حمل میں ہے۔

حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کو ابتدائے جوانی میں کشتی کا شوق تھا، ایک دن آپ کُشتی میں مشغول تھے کہ حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا گزر اس اکھاڑے پر ہوا اور وہ دیر تک معرکہ ٔ کشتی کو ملاحظہ کرتے رہے، آپ کے اصحاب نے اس کا سبب دریافت کیا تو حضرت بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس اکھاڑے میں ایک مرد ہے جس کی صحبت سے بہت لوگ معرفتِ حق حاصل کریں گے، میں چاہتا ہوں کہ اس کو شکار کروں، اس اثناء میں امیر کی نظر حضرت بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے روئے انور پر پڑی، حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ جاذبہ اور تصرف نے امیر کو

---

[70] بعض تذکرہ نویسوں نے آپ کا مزار مبارک سمرقند میں بتایا ہے اور لکھا ہے کہ آپ ہی کے گنبد میں امیر تیمور کی قبر ہے، واللہ اعلم اور حضرات القدس کے حاشیئے پر آپ کا سلسلہ ٔنسب اس طرح درج ہے: سید شمس الدین خواجہ امیر کلاں قدس سرہٗ ابن امیر یعقوب بن اسمٰعیل بن محمد غوث بن عبد المنان بن قیام الدین بن رکن الدین بن نورالدین بن عبد الخالق بن علیم اللہ بن شیخ بقا بن عبد الوہاب بن شمس الدین بن ابو اسحٰق بن ابو الحسن بن صدر الیدن بن حامد بن محمود بن احمد بن عبد القادر بن حسین احمد بن قاسم بن زین العابدین ثانی بن محمد صالح بن امام جواد بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

مسخر کر لیا وہ اسی وقت ان کے ساتھ ہو لئے۔ حضرت خواجہ نے اپنے گھر پہنچ کر امیر کلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنی خلوت میں لے جا کر طریقۂ عالیہ کی تلقین فرمائی اور اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ تیس سال تک حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں رہ کر فیض صحبت حاصل کیا اور تکمیل و ارشاد کی دولت سے مالامال ہوئے۔ حضرت بابا کی وفات کے بعد بہت مخلوق آپ سے فیض یاب ہوئی۔ آپ کی وفات بروز جمعرات ۱۱ جمادی الاخریٰ ۷۷۲ھ کی فجر کی نماز کے وقت ہوئی۔

واضح ہو کہ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کے چار فرزند اور بکثرت خلفاء تھے، یہ سب صاحب حال بزرگ تھے، فرزندوں کے اسماء گرامی یہ ہیں: خواجہ برہان الدین قدس سرہٗ، خواجہ امیر حمزہ قدس سرہٗ، خواجہ امیر شاہ قدس سرہٗ، خواجہ امیر عمر قدس سرہٗ۔

حضرت خواجہ شمس الدین امیر کلال قدس سرہٗ کے چند خلفاء کے اسماء گرامی

۱۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ

۲۔ مولانا عارف ویگ گرانی قدس سرہٗ

۳۔ شیخ یادگار قدس سرہٗ

۴۔ شیخ جمال الدین دہستانی قدس سرہٗ۔[71]

---

[71] از حضرات قدس

امام الطریقہ حضرت خواجہ سید بہاء الدین نقشبندی بخاری قدس سرہٗ[72]

آپ کا اسم گرامی محمد بن محمد البخاری کنیت بہاء الدین اور لقب نقشبند ہے۔ سادات عظام میں امام حسن عسکری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ کمخواب بافی کے پیشے کی وجہ سے یا پہلی ہی صحبت میں سالک کے دل سے ماسویٰ کا نقش مٹا کر اللہ تعالیٰ کا نقش دل پر جمانے کی وجہ سے آپ اس لقب سے مشہور ہوئے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۴ محرم الحرام ۷۱۸ھ قصر ہندواں میں ہوئی جو بعد میں قصرِ عارفاں کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ قصر عارفاں بخارا سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ بچپن ہی سے آثار ولایت اور انوارِ کرامت آپ کی جبین مبارک سے ظاہر و آشکارا تھے۔ حضرت باباسماسی قدس سرہٗ نے ولادت کے تین دن بعد ہی آپ کو اپنی فرزندی میں لے لیا تھا اور آپ کی تربیت حضرت امیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے کر دی تھی، اسی طرح بہ ظاہر حضرت امیر کلال سے فیض یافتہ تھے لیکن بہ طریق اویسیت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مستفیض ہوئے، اس لئے آپ نے اس طریقے میں دوبارہ ذکر خفی جاری فرمایا۔ اگرچہ بزرگانِ سلسلہ حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تک ذکر خفی کو ذکر جہری کے ساتھ جمع کرتے رہے۔ آپ سے پہلے بڑی بڑی ریاضتوں پر نسبت کا حصول موقوف تھا، لیکن حق سبحانہ و تعالیٰ کے

---

[72] صاحب عمدۃ المقامات نے آپ کا شجرۂ نسب اس طرح تحریر فرمایا ہے: ”محمد بن محمد البخاری بن سید محمد بن سید جلال الدین بن سید برہان الدین خال بن سید زین العابدین بن سید قاسم بن سید سفیان بن سید برہان بن سید قلیچ بن سید محمود بن سید ایلال سید نقی بن سید صوفی بن سید محی الدین بن سید علی اکبر بن سید امام حسن عسکری علیہ و علیٰ آباۂ الکرام والتحیۃ والرضوان۔ لیکن بعض تذکروں میں آپ کا سید ہونا درج نہیں ہے، واللہ اعلم!

فضل و کرم سے نقشبندیہ طریقہ جو بالکل سہل و اقرب ہے اور صحابہؓ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریقے کے مطابق ہے آپ کے ذریعے جاری ہوا۔

آپ فرماتے ہیں کہ ولایت بڑی نعمت ہے، ولی کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو ولی سمجھے تاکہ اس نعمت کا شکر ادا کر سکے۔ ولی محفوظ ہوتا ہے عنایتِ الٰہی اس کو اس کے حال پر نہیں چھوڑتی اور بشریت کی آفت سے اس کو محفوظ رکھتی ہے، خوارق و کرامات کے ظاہر ہونے پر کوئی اعتماد نہیں کرنا چاہیئے، معاملہ استقامت سے متعلق ہے، اس لئے استقامت کا طالب بن امت کا طالب نہ بن، کیونکہ استقامت اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور نفس کرامت کا طالب ہے۔

نیز فرمایا کہ ہمارا طریقہ سب سے ملے جلے رہنے کا ہے، کیونکہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت ہے اور خیریت جمعیت میں ہے اور جمعیت صحبت میں ہے اور خلوت و صحبت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

آپ کا ارشاد ہے کہ دل کی نگرانی کا لحاظ ہر حالت میں رکھے، کھانے پینے، کہنے سننے، چلنے پھرنے، خریدنے بیچنے، عبادت کرنے، نماز پڑھنے، قرآن شریف پڑھنے، کتابت کرنے، سبق پڑھنے، وعظ کہنے، غرض کہ پلک مارنے میں بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہ رہے تاکہ مقصود حاصل ہو۔

یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشی　　　شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

ایک پلک مارنے کی مقدار بھی اس دوسے سے غافل نہ ہو، مبادا وہ نظرِ لطف اور تجھ کو خبر نہ ہو۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا کہ "ہمارا طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہے"۔[73]

---

[73] مکتوبات شریف حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ج۱، مکتوب ۲۲۱

نیز فرمایا کہ "میں نے حق تعالیٰ سے ایسا طریقہ مانگا ہے جو بے شک مؤصل (اللہ تعالیٰ سے ملانے والا) ہے"۔

اور حضرت خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہٗ جو آپ کے پہلے خلیفہ ہیں اس معنی میں ایک بیت فرماتے ہیں:

گر نشکستے دل دربان راز	قفل جہاں راہمہ بکشادمے
اگر نہ ٹوٹا دل رازداں کا	جہاں کے قفل میں سب کھول دیتا

رشحات میں حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ "یہ طریقہ اقرب اور موصل کیوں نہ ہو جب کہ انتہا اس کی ابتداء میں مندرج ہے"۔ وہ شخص بہت بد قسمت ہے جو اس طریق میں داخل ہو اور استقامت اختیار نہ کرے اور بے نصیب چلا جائے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نہایت درجہ مستجاب الدعوات اور روشن ضمیر بزرگ تھے، آپ کے حالات وواقعات اور کشف و کرامات بہت کثرت سے ہیں۔

شیخ شادی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ جب میں حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کی نظر قبولیت سے مشرف ہوا تو فدائیت اور ایثار کا عالم مجھ پر آسان ہو گیا۔ میرے پاس سو دینار عدلی تھے، جن کے متعلق میری اہلیہ نے مجھ سے کہا کہ ان دیناروں کو چھپا کر رکھنا تاکہ کسی کو خبر نہ ہو۔ یقین کی کمزوری کی بنا پر میں نے اس رائے سے اتفاق کر لیا اور بخارا چلا گیا، وہاں سے گھر کے لئے ہر قسم کی چیزیں خریدیں۔ اس کے بعد قصر عارفاں حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں جانے کا اتفاق ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: بخارا کیوں گئے تھے؟ میں نے عرض کیا: کچھ کام تھا۔ فرمایا: اچھا جو کچھ تم نے خریدا ہے حاضر کرو۔ میں سب چیزیں پیش کر دیں، پھر فرمایا: وہ سو دینار عدلی جو تم نے چھپا رکھے

ہیں وہ بھی حاضر کرو۔ میں نے وہ بھی پیش کر دیئے۔ تب آپ نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا اگر تو دینار چاہتا ہے تو عنایت الٰہی سے پہاڑ کو تیرے لیئے سونا بنا دوں، لیکن ہم عالم فقر میں ایسی چیزوں پر نظر نہیں ڈالتے، فقیروں کی جماعت کا کارخانہ اس عالم سے الگ ہے، تم کو کسی چیز کی کمی نہ ہو گی، پھر کیوں جمع کرتے ہو؟۔

ایک درویش کا بیان ہے کہ میرے ہاں اولادِ نرینہ نہ ہوتی تھی، میں نے دعا کے لئے عرض کیا، حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ایک لڑکا عطا کیا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور لڑکے کے لئے آپ کا ملبوس مانگا۔ آپ نے ملبوس دینے سے انکار فرما دیا۔ آخر میں گھر واپس آیا تو دیکھا کہ لڑکا فوت ہو چکا ہے۔ میں پھر حضرت خواجہ نقشبند کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو گزرا تھا عرض کیا۔ آپ نے فرمایا تو نے لڑکا مانگا وہ ہو گیا، اچھا اب حق سبحانہ وتعالیٰ تجھ کو دو لڑکے عطا کرے گا جن کی عمر بہت ہو گی، اس کے بعد میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا، کچھ عرصہ بعد وہ بیمار ہو گیا، میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر صحت کی درخواست کی، آپ نے فرمایا اس کی علالت سے فکر نہ کرو، بیماری اور صحت تو انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ اس کے بعد دوسرا لڑکا بھی تولد ہوا۔

حضرت خواجہ علاؤ الدین قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کے انتقال کے وقت آپ کے سرہانے سورۂ یٰسین پڑھ رہا تھا، جب نصف کے قریب پہنچا تو انوار ظاہر ہونے لگے، ہم کلمہ پڑھنے میں مشغول ہو گئے کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ تہتر سال کی عمر میں دوشنبہ ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ کو وفات پائی۔ ”قصر عرفاں“ / ۷۹۱ھ کے اعداد سے سال وصال بر آمد ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازے کے آگے یہ رباعی پڑھی جائے:

مفلسانم آمدہ در کوئے تو　　شیئاًللہ از جمال روئے تو

دست بکشا جانبِ زنبیلِ ما　　آفریں بر دست و بر بازوئے تو

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کے مریدوں میں باکمال حضرات تو بہت ہیں لیکن خلفاء چار ہیں:

۱۔ خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہٗ

۲۔ خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ

۳۔ خواجہ علاء الدین غجدوانی قدس سرہٗ

۴۔ مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ

اولاد میں صرف ایک صاحب زادی تھی۔[74]

---

[74] از حضرات القدس و حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ

حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہٗ[75]

آپ کا اسم گرامی محمد بن محمد بخاری ہے، آپ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کے اجل خلفاء میں سے ہیں، بچپن ہی سے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کی نظر عنایت آپ پر تھی، حتیٰ کہ طالب علمی کے زمانے میں ہی حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی صاحب زادی کا آپ سے عقد کر دیا تھا اور تکمیلِ سلوک کے بعد اپنی زندگی میں ہی طالبان حق کی تعلیم و تربیت آپ کے حوالے کر دی تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ علاؤالدین نے ہمارے بار کو بہت ہلکا کر دیا ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات کے بعد حضرت موصوف کے تمام مریدوں نے حتیٰ کہ حضرت خواجہ محمد پارسا نے بھی آپ کی رفعتِ شان کی وجہ سے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ علم شریعت میں بھی کامل تھے اور اتباع سنت اور عزیمت پر عمل میں تو ایک خاص شان رکھتے تھے۔

علامہ سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ[76] جو جامع علومِ عقلیہ و نقلیہ تھے، جن کی تصانیف ہر علم و فن میں موجود ہیں فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کو جیسا چاہیے تھا نہیں پہچانا، جب تک کہ میں حضرت علاء الدین عطار بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں نہیں پہنچا"۔

---

[75] چونکہ حضرت مولانا یعقوب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چرخی کو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ سے بہ راہ راست بیعت و خلافت حاصل تھی، غالبًا اسی وجہ سے مکاشفات عینیہ میں نقشبندیہ کے شجرے میں حضرت خواجہ علاء الدین کا اسم گرامی درج نہیں ہے۔

[76] علامہ سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہٗ کے خصوصی حضرات میں سے تھے، ابتداء میں مدرسہ تیموریہ میں علوم ظاہری میں مصروف رہے، بعد ازاں حضرت خواجہ عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت واردات سے مشرف ہوئے اور بلند مقامات حاصل کئے، آپ پر بے خودی و استغراق بہت غالب تھا۔ آپ کا انتقال ۸۲۵ھ میں ہوا۔

آپ کا ارشاد ہے: ”اہل اللہ کی صحبت کا دوام عقلِ معاد کی زیادتی کے باعث ہوتا ہے“۔ نیز ارشاد فرمایا کہ ”صحبت سنت مؤکدہ ہے ہر روز یا ایک روز کے فاصلے سے اولیاء اللہ کی صحبت میں رہنا چاہیئے اور آداب صحبت کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے“۔

آپ فرماتے ہیں:

آدمی کی خاموشی تین صفتوں سے خالی نہیں ہونی چاہیئے:

۱۔ اس میں خطرات سے نگہداشت ہو

۲۔ دل کے ذکر کا مطالبہ ہو

۳۔ ان حالات کا مشاہدہ ہو جو دل میں گزرتے ہیں۔

ایک روز علماء میں دیدار الٰہی کے ہونے نہ ہونے کے بارے میں مباحثہ ہوا اور سب نے بالاتفاق حضرت خواجہ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو فیصلے کے لئے ثالث بنایا۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے منکرینِ دیدار سے فرمایا کہ تم دن تک باوضو ہماری صحبت میں رہو۔ انہوں نے ارشاد کی بموجب تعمیل کی۔ تیسرے روز ان کو ایسی کوئی کیفیت ظاہر ہوئی کہ بے خود ہو گئے، نہ معلوم اس حال میں انہوں نے کیا دیکھا، جس کی وجہ سے وہ ہوش میں آنے کے بعد نیاز مندی کرنے لگے اور کہا کہ یقین ہو گیا کہ رویتِ باری تعالیٰ حق ہے۔

آپ کے فنافی الشیخ ہونے کا یہ حال تھا کہ آپ مرض الموت میں حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو موجود دیکھتے تھے اور ان سے باتیں کرتے اور ان کی باتوں کو سنتے تھے۔

آپ نے مرض الموت میں فرمایا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت بشریت کے رسوم اور عادات کو مٹا دینے اور سنت کی عادت ڈالنے کے لئے تھی۔ تمام کاموں میں احتیاط اور

عزیمت پر عمل کرو اور بزرگوں کی صحبت اختیار کرو۔ یہ باتیں کرتے کرتے آپ نے باآواز بلند کلمۂ طیبہ پڑھنا شروع کیا اور رحلت فرمائی، بعد نماز عشاء چہار شنبہ ۲۰ رجب ۸۰۲ھ کو وفات پائی۔ مزار پرانوار موضع جفانیاں علاقہ ماوراء النہر میں ہے اور مادۂ تاریخ ''مقرب درگاہِ باری بودہ'' ہے۔

حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ

آپ کا اسم گرامی یعقوب ہے، چرخ کے رہنے والے ہیں جو ولایت غزنی میں ایک گاؤں ہے۔ ابتدائی تعلیم مواضعاتِ حصار میں حاصل کی اس کے بعد جامع ہرات اور دیارِ مصر میں تحصیل علوم میں مشغول رہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سلسلے میں منسلک ہونے سے پہلے ہی مجھ کو حضرت کے ساتھ اعتقاد اور خلوص تھا، تحصیل علوم کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے کے ارادے سے روانہ ہوا، راستے میں ایک مجذوب ملا، اس نے کہا اے یعقوب! جلد جلد قدم اٹھاؤ، وہ وقت آ گیا ہے کہ تو مقبولوں میں سے ہو گا۔ آخر میں نے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا ارادہ ظاہر کیا تو فرمایا کہ ہم خود کسی کو قبول نہیں کر سکتے، اگر بارگاہ ایزدی میں تجھ کو قبول کر لیا جائے تو ہم بھی قبول کر لیں گے۔ پس میں انتظار میں تھا کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے، آخر دوسرے دن صبح کی نماز کے بعد حضرت خواجہ نے فرمایا "مبارک ہو قبولیت کے لئے اشارہ ہو گیا" اور بیعت فرمایا۔ کچھ مدت خدمت میں رہنے کے بعد حضرت خواجہ نے اجازت عطا فرمائی اور فرمایا جو کچھ تجھ کو ہم سے ملا ہے، بندگانِ خدا کو پہنچا اور تین مرتبہ یہ فرمایا "تجھ کو خدا کے سپرد کیا"۔ اس کے کچھ عرصے بعد حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا انتقال ہو گیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ کو حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خواب میں زیارت ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ قیامت کے دن کس عمل کی برکت سے آپ کا قرب حاصل کروں؟ فرمایا "شریعت پر عمل کرنے سے"۔

غرض کہ حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بیعت و اجازت حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے مگر تکمیل سلوک حضرت خواجہ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہوئی اور بہت لوگوں نے آپ سے فیوض باطنی کے علاوہ فیوض علمی بھی حاصل کیا، آپ طریقۂ نقشبندیہ کے ایک بڑے رکن تھے اور آپ سے طریقے کی بہت اشاعت ہوئی۔ علم تفسیر اور دوسرے علوم دینیہ میں بھی آپ کی تصانیف موجود ہیں اور آپ کی فارسی تفسیر مشہور ہے جس کا قلمی نسخہ بعض لوگوں کے پاس موجود ہے۔ آپ کی وفات ۵ صفر ۸۵۱ھ کو ہوئی، مزار مبارک موضع ہلغون مضافِ حصار علاقۂ ماوراء النہر میں ہے۔ [77]

[77] ماخوذ از حضرات القدس

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ

آپ کا اسم گرامی عبید اللہ ہے، ناصر الدین اور احرار لقب ہے۔ لغوی اعتبار سے احرار، حُر کی جمع ہے، اہل اللہ کے نزدیک "حُر" وہ ہے جو عبودیت میں درجہ کمال پر فائز ہو اور اغیار (غیر اللہ) کی غلامی سے نکل جائے۔ بچپن ہی سے رشد و سعادت کے آثار اور قبول و عنایت الٰہی کے انوار آپ کی پیشانی میں نمایاں تھے۔ آپ خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں بہت عرصہ رہے اور دوسرے مشائخ سے فیض صحبت حاصل کیا لیکن حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ سے تکمیل سلوک کے بعد خلافت کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ اس صدی کے مجدد تھے۔ بادشاہ وقت[78] بھی آپ کا مرید تھا اور حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو آپ کے خلفاء میں سے ہیں وہ اپنے ایک شعر میں اسی مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

چو فقر اندر قبائے شاہی آمد　　　　بہ تدبیر عبید اللہی آمد

جب فقر شاہی قبا میں آیا یعنی بادشاہ نے فقر حاصل کیا تو یہ حضرت خواجہ عبید اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہی تدبیر سے وقوع میں آیا۔

مگر اس کے باوجود آپ نے ہمیشہ کاشت کاری پر گزارا کیا۔ آپ کے اوصاف و حالات بے حد اور کرامات و خرقِ عادات بے شمار ہیں۔ آپ کے زمانے میں شریعت و طریقت کو بہت عروج حاصل ہوا۔ آپ فرماتے ہیں کہ بعض اکابر کی صحبت میں مجھ کو یہ بات حاصل ہوئی کہ جو کچھ میں لکھوں وہ نئ ہو، پرانی (قدیم) نہ ہو، اور جو کچھ کہوں مقبول ہو مردود نہ ہو۔

---

[78] حضرات القدس دفتر اول: ص ۱۹۲ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بادشاہ کا نام سلطان ابوسعید تھا۔

آپ کے پاس دنیاوی اسباب اور مال و دولت بہت تھا، چنانچہ گھوڑے باندھنے کی میخیں سونے چاندی کی تھیں، لیکن آپ کے دل کو ان سے بال برابر بھی تعلق نہ تھا اور آپ فرماتے تھے کہ میخیں مٹی میں گاڑھی جاتی ہیں نہ کہ عارف کے دل میں۔ نیز فرماتے ہیں کہ ذکر کا ایسا ملکہ ہو جائے کہ ہمیشہ دل حاضر رہے اور وہ اس حضور سے وابستہ ہو جائے تو اس کا شمار ابرار میں ہو گا، اور اس کو حاضر مع اللہ کہہ سکتے ہیں مگر واصل مع اللہ نہیں کہہ سکتے، واصل مع اللہ اس وقت ہو گا جب اس حضور کی نسبت بھی اس سے منتفی ہو جائے اور حق سبحانہ و تعالیٰ کو بذات خود موجود سمجھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ سید الطائفہ قدس سرہٗ نے کہا ہے "مرید صادق وہ ہے کہ بیس برس تک اس کی کوئی برائی کاتب شمال نہ لکھ سکے"۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مرید معصوم ہو جائے اور اس مدت میں اس سے کوئی گناہ سرزد ہی نہ ہو، بلکہ مطلب یہ ہے کہ قبل اس کے کہ فرشتہ اس کا گناہ لکھنے پائے وہ اس کی مکافات میں مشغول ہو جائے یعنی توبہ استغفار کرلے۔[79]

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ "اگر میں شیخی کروں تو جہاں میں کسی شیخ کا کوئی مرید نہ رہے، لیکن میرے متعلق کچھ اور کام ہے اور وہ شریعت کا رواج، دنیا اور مذہب کی تائید کرنا ہے"۔ اسی واسطے بادشاہوں کی صحبت میں جایا کرتے اور اپنے تصرف سے ان کو مطیع کرتے تھے اور ان کے ذریعے شریعت کو رواج دیتے تھے۔[80]

نیز حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تمام احوال و مواجید ہمیں دے دیئے جائیں اور ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے ساتھ آراستہ نہ

---

[79] ماخوذ از حضرات القدس

[80] مکتوبات از حضرت مجدد الف ثانی، ج۱، ص۶۵

کریں تو سوائے خرابی کے ہم کچھ نہیں جانتے اور اگر تمام خرابیوں کو ہم پر جمع کر دیں لیکن ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے عقائد سے نوازش فرمائیں تو ہم کچھ خوف نہیں رکھتے۔[81]

آپ کی ولادت ماہ رمضان المبارک ۸۰۶ھ باغستان علاقہ تاشقند میں ہوئی اور وفات شب شنبہ ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ کو سمرقند میں ہوئی۔ آپ کی اولاد امجاد نے آپ کے مزار شریف پر عالی شان عمارت تعمیر کی ہے۔

---

[81] مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی، ج ۱، مکتوب ۱۹۳

حضرت مولانا محمد زاہد قدس سرہٗ

آپ کا اسم گرامی محمد زاہد ہے اور حضرت مولانا محمد یعقوب چرخی قدس سرہٗ کے اقربا میں سے ہیں، بلکہ کہتے ہیں کہ نواسے تھے۔ آپ بچپن ہی سے اس سلسلے کے ذکر و اشغال میں مشغول رہتے تھے، جب آپ نے حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شہرت سنی تو آپ اپنے گاؤں وخش سے جو ملک حصار میں تھا سمرقند تشریف لے گئے، وہاں محلہ وانسرا میں اتر کت صاف ستھری پوشاک پہن کر حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہونے کی تیاری کرنے لگے، ادھر اتفاقاً حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ظاہر ہوا کہ مولانا زاہد ملاقات کے لئے آ رہے ہیں، لہٰذا آپ صرف بھی اسی وقت دوپہر کی گرمی کی شدت کے باوجود اونٹ پر خود سوار ہر کر مع مریدین مولانا کے استقبال کے لئے نکلے لیکن کسی کو معلوم نہ تھا کہ کہاں کا عزم ہے اونٹ از خود مولانا کی قیام گاہ پر پہنچ کر رک گیا۔ مولانا کو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تشریف آوری کی خبر ہوئی تو بے اختیار دوڑ کر حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا استقبال کیا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی پہلی ملاقات میں مولانا کو بیعت کیا اور اپنی خاص توجہ سے طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کے سلوک کی تکمیل کرا کر خلافت کی سعادت سے نوازا۔ حضرت خواجہ کے بعض اصحاب کو آپ پر بہت رشک ہوا لیکن حضرت خواجہ نے فرمایا کہ مولانا زاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چراغ، بتی اور تیل تیار کر کے آئے تھے ہم نے اس کو روشن کر کے ان کو رخصت کر دیا۔ بندگانِ خدا کو آپ سے بہت فیض پہنچا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات غرہ ربیع الاول ۹۳۶ھ کو موضع وخش میں ہوئی، وہیں آپ کا مزار پر انوار ہے۔[82]

[82] ماخوز از حضرات القدس

حضرت مولانا درویش محمد قدس سرہٗ

آپ حضرت مولانا محمد زاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بھانجے یعنی حقیقی ہمشیر زادے ہیں، اور مولانا زاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفۂ اعظم اور سجادہ نشین بھی، آپ اپنے زمانے میں یکتائے روزگار تھے اور علوم ظاہری تفسیر و حدیث و فقہ وغیرہ کے نہایت فاضل تھے، اپنے حالات اور کشف و کرامات چھپانے کا بڑا التزام فرماتے تھے، اسی لئے بچوں کو قرآن شریف کی تعلیم دیا کرتے تھے تا کہ کسی کو آپ کے حال و کمال سے آگاہی نہ ہو۔

آپ کی شہرت کا سبب یہ ہوا کہ ایک دفعہ کامل بزرگ شیخ نورالدین خوانی قدس سرہ کا آپ کی بستی میں گزر ہوا جب آپ نے شیخ کے قیام کی خبر سنی تو آپ کچھ ہدیہ لے کر شیخ کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے، شیخ موصوف اس وقت سادہ لباس میں بے تکلف بیٹھے ہوئے تھے، مولانا کو دیکھتے ہی اٹھے اور معانقہ کیا اور بہت دیر تک بغل گیر رہے، اس کے بعد مولانا کو نہایت احترام سے بٹھایا اور دستار و عبا طلب کی اور پہن کر نہایت ادب کے ساتھ دوزانو مراقب ہو کر بیٹھ گئے، مراقبے سے فارغ ہو کر حضرت مولانا نے اجازت چاہی تو شیخ نے چند قدس ساتھ چل کر احترام سے رخصت کیا، اس کے بعد شیخ نے حاضرین سے پوچھا کہ طالبانِ طریقت کی ان بزرگ کے پاس بہت آمد و رفت ہوتی ہو گی؟ لوگوں نے کہا یہ تو کوئی شیخ نہیں ہے، بلکہ ایک مُلا ہیں اور بچوں کو قرآن شریف کی تعلیم دیتے ہیں۔ یہ سن کر شیخ نور الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بہت افسوس ہوا اور فرمایا "یہاں کے لوگ عجیب نابینا اور مردہ دل ہیں کہ ایسے درویش کامل و مکمل سے فیض حاصل نہیں کرتے"۔ اس واقعے کی شہرت کے بعد ہر طرف سے طالبانِ طریقت حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہونے اور کمالات کی تحصیل کرنے لگے۔

نقل ہے کہ شیخ حسین خوارزمی کُردی قدس سرہٗ نے زمانے کے مشائخ میں سے تھے، ان کی عادت تھی کہ جس جگہ تشریف لے جاتے وہاں کے مشائخ میں سے جس شیخ کی ملاقات ہوتی اس کی نسبت سلب کر لیتے، ایک مرتبہ ان کا گزر آپ کے شہر میں ہوا تو وہاں کے مشائخ ان کی ملاقات کو گئے، مولانا نے فرمایا ہم کو بھی شیخ حسین کی ملاقات کے لئے چلنا چاہیئے۔ شیخ نے مولانا کے ساتھ بھی وہی عمل کرنا چاہا لیکن حضرت مولانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شیخ مذکور کی نسبت اپنے باطن میں اندر ہی اندر سلب کر لی۔ شیخ خوارزمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب اپنے آپ کو خالی پایا تو بہت پریشان ہوئے اور نہایت عاجزی اور انکساری سے آپ سے نسبت واپس کرنے کی درخواست کی اور آئندہ لوگوں کی نسبت سلب کرنے سے توبہ کی تو آپ نے ان کے حال پر رحم فرمایا اور نسبت واپس کر دی۔

آپ کی وفات بروز پنج شنبہ ۱۹ محرم الحرام ۹۷۰ھ کو موضع اِسفرہ متصل شہر سبز علاقہ ماوراء النہر میں ہوئی اور وہیں مزار مبارک ہے۔

حضرت خواجہ محمد املنگی قدس سرہٗ

آپ حضرت مولانا درویش محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے اور خلیفہ ہیں، آپ اصل طریقہ ٔنقشبندیہ کی بہت سختی سے پابندی فرماتے تھے اور اس طریقہ میں نئی باتیں جو بعض نقشبندی بزرگوں کی وجہ سے پیدا ہو گئی تھیں، مثلاً ذکر بالجہر اور جماعتِ نمازِ تہجد وغیرہ ان چیزوں سے پرہیز کرتے تھے۔ حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بالکل قدم بقدم تھے۔ تیس سال تک اپنے والد کی مشیخت پر جلوہ افروز رہے۔

مہمانوں کی خدمت آپ خود کیا کرتے تھے حالانکہ بڑھاپے کی وجہ سے دست مبارک میں رعشہ آگیا تھا۔ ظاہر میں بھی شانِ عظیم اور دولت وحشمت آپ کو حاصل تھی اور باطن میں بھی آپ کے فضل وکمال کا یہ عالم تھا کہ علماء وفضلاء اور امراء وفقراء فائدہ وفیض حاصل کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں جوق درجوق حاضر ہوتے تھے۔ آپ کے کشف وکرامات آفتاب سے زیادہ روشن ہیں۔ امراء وسلاطین آپ کے آستانے کی خاک کو سرمہ ٔچشم بناتے اور آپ کے حکم کے مطیع وفرماں بردار رہتے تھے، چنانچہ عبداللہ خاں والیٔ توران آپ کا بہت معتقد ومرید تھا۔

نقل ہے کہ ایک شب خواجہ املنگی قدس سرہٗ کہیں تشریف لے جارہے تھے اور بہت سے خادم آپ کے ہم رکاب تھے، ایک خادم کے پاؤں میں جوتا نہ ہونے کی وجہ سے کانٹا چبھ گیا، خادم کو خیال ہوا کہ اگر حضرت مجھ کو جوتا عنایت فرماتے تو کیا اچھا ہوتا۔ حضرت خواجہ خادم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس خیال سے آگاہ ہو گئے اور فرمایا اے برادر جب تک پاؤں میں کانٹا نہیں چبھتا پھول ہاتھ نہیں آتا۔

نقل ہے کہ تین طالب علم مختلف ارادوں سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان میں سے دو طلبہ کی حاجتیں جائز تھیں وہ حضرت نے پوری کر دیں، لیکن تیسرے کی حاجت ناجائز کام کے لئے تھی، اس لئے آپ نے اس سے فرمایا کہ "درویشوں کو جو کمالات حاصل ہیں وہ صرف اتباع سنت کی بنا پر ہیں لہٰذا ان سے کوئی کام خلاف شریعت صادر نہیں ہوتا"۔ اس کے بعد فرمایا کہ درویشوں کے پاس امرِ مباح کے لئے بھی نہیں آنا چاہیئے اس لئے کہ درویش ان کاموں کی طرف توجہ نہیں کرتے اور آنے والے کا اعتقاد برگشتہ ہو جاتا ہے اور وہ درویشوں کی صحبت کی برکات سے محروم رہ جاتا ہے، درویشوں کے نزدیک کراماتوں کا کوئی اعتبار نہیں، ان کے پاس خالصتاً لوجہ اللہ آنا چاہیئے تاکہ فیض باطنی کا کچھ حصہ مل سکے۔[83]

آپ کی ولادت ۹۱۸ھ اور وفات ۱۰۰۸ھ میں موضع امکنہ میں ہوئی جو بخارا سے تین میل پر واقع ہے۔

---

83 حضرات القدس

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ

آپ کا اسم گرامی رضی الدین محمد باقی معروف بہ خواجہ باقی باللہ ہے اور آپ کو خواجہ بیرنگ بھی کہتے ہیں۔ آپ کے والد قاضی عبدالسلام خلجی سمرقندی قریشی کابل کے مشہور عالم باعمل اور صاحب وجد و حال بزرگ تھے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ ۹۷۱ھ / ۱۵۶۳ء[84] میں کابل میں پیدا ہوئے۔ آپ کے نانا صاحب کا سلسلۂ نسب شیخ عمر یاغستانی تک پہنچتا ہے جو حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نانا تھے اور آپ کی نانی صاحبہ خاندان سادات سے تھیں[85] بعض تذکرہ نویسوں نے آپ کو صحیح النسب سید لکھا ہے۔[86]

بچپن ہی سے بزرگی و تقدس اور ہمت و تفرید کے آثار آپ کی پیشانیٔ نور افشاں سے ظاہر تھے، جب پانچ سال کی عمر ہوئی تو خواجہ سعد کے مکتب میں قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنے گئے، آٹھ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ فرمالیا اور اس عرصہ میں نماز روزے کے ضروری مسائل بھی یاد کر لئے، پھر دس سال کی عمر میں عربی کی ابتدائی تعلیم حاصل کر کے مولانا صادق حلوائی سے جو کابل کے مشہور علماء میں سے تھے تلمذ اختیار کیا، ان ہی کے ہمراہ ماوراء النہر تشریف لے گئے اور تھوڑے ہی

---

[84] بعض نسخوں میں ۵ ذی الحجہ ۹۷۱ھ مطابق ۱۵ جولائی ۱۵۶۴ء درج ہے۔

[85] حضرات القدس

[86] حیات باقی میں آپ شجرۂ نسب اس طرح درج ہے: حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بن قاضی عبدالسلام بن قاضی عبداللہ بن قاضی اکبر بن حسین بن حسن بن محمد بن احمد بن محمود بن عبداللہ بن علی اصغر بن جعفر ذکی خلیل بن علی نقی بن محمد تقی بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن حضرت امام حسین بن امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔

عرصہ میں ان کے شاگردوں میں ممتاز درجہ حاصل کر لیا اور تیس سال کی عمر میں کمالِ علمی حاصل کر کے اہلِ علم میں شہرت حاصل کر لی۔

زمانۂ طالب علمی میں بھی آپ اولیائے وقت کی صحبت میں حاضر ہو کر ان سے اکتساب کمالاتِ باطنی فرماتے تھے اور اسی طلب و جستجو میں تمام ماوراالنہر، بلخ، بدخشاں اور ہندوستان کے مختلف مقامات پر تشریف لے گئے۔ اکثر گوشۂ خلوت میں مراقب ہو کر تمام تمام دن متوجہ الی اللہ رہتے، لاہور کے قیام میں آپ کی وارفتگی انتہائی درجے تک پہنچ گئی، یہاں آپ جنگلوں، پہاڑوں، ویرانوں اور قبرستانوں میں "مردِ کامل" کی تلاش میں پھرتے رہتے، آپ کیچڑ، دلدل اور ایسے ناقابل عبور مقامات سے گزرتے تھے جہاں کوئی آپ کا ساتھ نہیں دے سکتا تھا۔ اسی صحرانوردی میں آپ کو ایک مجذوب ملا جس کو آپ نے پسند فرمایا اور اس کی صحبت میں رہنے کی کوشش کی مگر وہ آپ سے دور بھاگتا تھا اور آپ کو دیکھ کر سب و شتم پر اتر آتا، کبھی آپ پر پتھر پھینکتا اور کبھی ناراض ہو کر کسی اور جگہ بھاگ جاتا، مگر خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے تنفر سے قطعًا نہ گھبراتے اور اس کے پیچھے لگے رہتے، آخر کار ایک دن اسے رحم آیا اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف متوجہ ہوا اور آپ کو اپنے پاس بلا کر آپ کے حصولِ مقصد کے لئے دعا کی۔ آپ کو اس مجذوب کی دعا و نظر توجہ سے بہت فوائد حاصل ہوئے۔

آپ کی بے قراری کا احساس کر کے آپ کی والدۂ ماجدہ آپ کے لئے دن رات دعائیں کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے روحانی مقصد کی جلد تکمیل فرمائے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں اگرچہ ہم نے اتنی ریاضتِ شاقہ نہیں کی جتنی کہ بعض اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے کی ہیں، لیکن انتظار، بے قراری اور بے تابی بہت برداشت کی ہیں جو بہت سی ریاضتوں پر مشتمل ہیں۔

آپ کا ایک مخلص بیان کرتا ہے کہ قبل ازیں کہ آپ ہندوستان سے ماوراء النہر روانہ ہوں، ایک روز لاہور کی ایک مسجد میں نمازِ فرض ادا کرنے کے لئے تشریف لے گئے، اثنائے نماز میں آپ کے سینے سے ایک رقت انگیز آواز سنائی دی، اہلِ صف حیران رہ گئے کہ یہ کیسی آواز ہے، نماز سے جلد فارغ ہو کر آپ گھر چلے آئے اور پھر دو تین آدمیوں کو جمع کر کے گھر میں ہی نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ نیز اسی مخلص کا بیان ہے کہ چونکہ اکثر آپ ہی کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے، ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ میں نے نماز میں دیکھا کہ آپ باوجودیکہ روبقبلہ ہیں لیکن پیچھے سے ہماری طرف بھی دیکھ رہے ہیں۔ اس حالت کے مشاہدے سے میرے بدن میں رعشہ طاری ہو گیا اور جلدی جلدی نماز پوری کی۔ بعد نماز جو کچھ مشاہدہ ہوا تھا وہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کسی سے افشائے راز نہ کرنا۔ مولانا ہاشم کشمی قدس سرہٗ ان دونوں واقعات کو نقل فرما کر لکھتے ہیں کہ یہ دونوں مذکورہ بالا واقعات اس امر کے شاہد ہیں کہ آپ کو خواجۂ عالم سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کمال مناسبت و تبعیت حاصل تھی، کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ نماز میں جوشِ سینۂ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز دور تک سنائی دیتی تھی اور یہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے تھا کہ آپ پیچھے بھی اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح آگے دیکھتے تھے۔[87]

ان حالات و کمالات کے باوجود آپ اپنی عالی ہمتی اور تجرید و تفرید کی وجہ سے مسندِ مشیخیت پر نہیں بیٹھے، بلکہ تصحیحِ احوال کے لیئے ماوراء النہر اور بلخ و بدخشاں تشریف لے گئے۔

---

[87] زبدۃ المقامات، ص ۱۲،۱۱

خواجہ املنکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت

اگرچہ مختلف بزرگوں سے آپ تصور اور روحانیت کے اعلیٰ مدارج تک پہنچ چکے تھے اور آپ کو اویسی طریقے پر براہِ راست حضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روحانیت سے تربیت حاصل تھی اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روحانیت سے بھی تربیت و فیض حاصل ہو رہا تھا، تاہم منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے کسی بزرگ کے دستِ حق پرست پر ظاہری بیعت حاصل کرنا ضروری تھی، اس لئے آپ حضرت خواجہ املنکی قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ املنکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہایت محبت اور تواضع سے پیش آئے اور آپ سے تمام گذشتہ حال واحوال دریافت فرما کر بیعت فرمایا، پھر ہر دو خواجگان رحمہم اللہ تعالیٰ تین شبانہ روز خلوت میں رہے اور آپ کو منزل مقصود تک پہنچا کر خرقۂ خلافت عطا فرمایا اور بعض مزید فوائد پر آپ کو مطلع فرما کر کہا کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس سلسلۂ عالیہ کے اکابر کی روحانیت سے آپ کا مقصد پورا ہو گیا، اب آپ پھر ہندوستان جائیں تاکہ وہاں آپ کے ذریعے اس سلسلۂ عالیہ کی ترویج پوری رونق کے ساتھ ہو اور وہاں کے استفادہ کرنے والے عالی قدر حضرت آپ کی برکت و تربیت سے مستفید ہوں۔

حضرت خواجہ بیرنگ باقی باللہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں جب مجھے ہندوستان جانے کا حکم ہوا تو میں نے اپنے آپ کو اس کام کے لائق نہ پا کر عاجزی ظاہر کی اور اپنی خامی کے عذرات پیش کئے مگر حضرت خواجہ املنکی قدس سرہٗ نے اصرار فرمایا اور استخارہ کرنے کا حکم فرمایا، چنانچہ استخارہ بھی آپ کے حکم کے مطابق نکلا۔ یعنی جب میں نے استخارہ کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک ٹہنی پر طوطا بیٹھا ہے، میں نے خیال کیا کہ اگر یہ طوطا خود بخود میرے ہاتھ پر آکر بیٹھ جائے تو میں اپنا یہ سفر بامراد سمجھوں گا، اس

خیال کے آتے ہی وہ طوطا اڑ کر میرے ہاتھ پر آ بیٹھا۔ میں نے اپنا آب دہن اس کی چونچ میں ڈالا اور اس طوطے نے میرے منہ میں شکر ڈال دی۔

جب صبح کو یہ واقعہ میں نے حضرت خواجہ امکنگی قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا آپ کو ہندوستان جلدی جانا چاہیئے، کیونکہ طوطا ہندوستان کا پرندہ ہے، یقیناً کوئی مردِ خدا ہندوستان میں آپ کے دامن تربیت سے فیض حاصل کرے گا اس سے ایک عالم منور ہو گا، آپ کو بھی اس سے باطنی فائدہ پہنچے گا۔ اس واقعے سے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔[88]

حضرت خواجہ کا سفر ہند

غرض کہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ اپنے شیخ حضرت خواجہ امکنگی قدس سرہٗ سے رخصت ہو کر اپنے وطن کابل سے ہوتے ہوئے ہندوستان تشریف لائے اور ایک سال تک لاہور میں قیام فرمایا، وہاں بہت سے علماء و فضلاء و امراء آپ کے روحانی فیض سے مستفید ہوئے، پھر وہاں سے دہلی کے لئے روانہ ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ جب آپ لاہور سے دہلی تشریف لے جا رہے تھے تو راستے میں ایک عاجز و درماندہ شخص پر آپ کی نظر پڑی جو کہ پیدل جا رہا تھا آپ نے گھوڑے سے اتر کر اس شخص کو گھوڑے پر بٹھا دیا اور خود منزل تک پیدل سفر کیا اور چادر سر پر ڈال لی تاکہ کوئی جاننے والا آپ کے اس عملِ خیر سے واقف نہ ہو جائے۔ جب منزل کے قریب پہنچے تو پھر گھوڑے پر سوار ہو گئے تاکہ یہ کارِ خیر پردۂ خفا میں رہے۔[89]

---

[88] زبدۃ المقامات، ص ۱۰۴، ۱۴۱

[89] زبدۃ: ص ۲۰، ۲۱

دہلی میں قیام

چونکہ سارے ہندوستان میں دہلی کو مرکزی حیثیت حاصل تھی اور یہ شہر ہمیشہ سے اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا مستقر رہا ہے، اس لئے آپ دہلی پہنچ کر قلعہ ٔفیروزآباد میں مقیم ہو گئے جو اس زمانے میں دریائے جمنا کے کنارے واقع تھا اور نہایت دلکش اور پر فضا مقام تھا اس قلعے کی مسجد نہایت عظیم الشان تھی مگر اب ویران ہو گئی ہے، آپ نے خاص اس مسجد میں قیام فرمایا اور وفات تک وہیں سکونت پزیر رہے۔[90]

دہلی پہنچنے کے بعد روحانی حلقوں میں بہت جلد آپ کی شہرت ہو گئی اور دور دراز سے طالبانِ حقیقت آپ کے پاس رشد وہدایت کے لئے حاضر ہونے لگے۔ بہت سے امرائے شاہی بھی آپ کے معتقد ہو گئے تھے، چنانچہ شیخ فرید بخاری، عبدالرحیم خانخاناں، مرزا قلیچ خان، صدر جہاں وغیرہ آپ کے معتقد و نیاز مند تھے، لیکن حضرت خواجہ باقی باللہ کے مکتوبات میں صرف شیخ فرید بخاری نواب مرتضیٰ خان کا ذکر ہے اور بس۔ ان سب امراء کے ذریعے آپ اکبر بادشاہ کی ملحدانہ پالیسی کے برے اثرات دور کرنے کی کوشش فرماتے تھے آپ نے اپنے مکتوبات میں ان امراء کو شریعت و سنتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پابندی کی بار بار نصیحت فرمائی ہے اور انہیں اسلامی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا ہے۔

آخر وہ وقت آیا کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ ۱۰۰۸ھ بمطابق ۱۵۹۹ء میں سرہند شریف سے حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے، جب آپ دہلی پہنچے اور آپ کو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے روحانی بلند مقامات کا علم ہوا تو آپ حضرت خواجہ ٔبزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

[90] زبدۃ المقامات

حضرت خواجہ صاحب نہایت بشاشت اور مہربانی سے پیش آئے اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی درخواست پر آپ کو بیعت فرمالیا۔

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کو دہلی آنے کے بعد رشد و ہدایت کی تبلیغ کے لئے صرف پانچ چھ سال ہی میسر آئے، اس تھوڑی سی مدت میں آپ نے بندگانِ خدا میں ایسا تصرف فرمایا کہ ہزاروں انسان آپ سے فیض یاب ہوئے اور اکثر مشائخ وقت نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر درجاتِ ولایت میں مزید ترقیاں حاصل کیں، اس طرح آپ کے انوار و برکات تمام روئے زمین پر جلد پھیل گئے۔ جب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ سے فیض یاب ہو گئے تو آپ نے اپنے تمام مریدوں کی تعلیم و تربیت حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سپرد فرما دی اور آخری سال میں بالکل گوشہ نشین ہو گئے تھے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے غلبۂ عشقِ الٰہی کا یہ حال تھا کہ جس پر نظر پڑ جاتی وہ مرغِ بسمل کی طرح تڑپنے لگتا، اگر ہوش میں رہتا تو اشکباری کرتا ورنہ بے ہوش ہو جاتا اور اس کو دنیا و مافیہا کی کوئی خبر نہ رہتی۔ ایک مرتبہ ایک فوجی افسر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا گھوڑا دروازے کے باہر خادم کے سپرد کر کے اندر آگیا، آپ اس وقت کسی ضرورت سے باہر تشریف لے گئے تھے جب اندر آنے لگے تو آپ کی نظر اس خادم پر پڑ گئی جو گھوڑا سنبھالے ہوئے تھا۔ آپ کی نظر پڑتے ہی اس پر وجدانی کیفیت طاری ہو گئی اور وہ گھوڑے کو چھوڑ کر کپڑوں کو پھاڑ کر چیختا چلاتا دیوانوں کی طرح نکل گیا، تھوڑی دیر کے بعد اسے تلاش کیا گیا مگر کہیں اس کا پتہ نہ چلا۔ ایک مرتبہ اسی حالت میں آپ جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے، اس وقت خطیب منبر پر گیا تو اتفاقیہ اس کے چہرے پر آپ کی نظر پڑ گئی اور نظر سے نظر مل گئی بس وہ اسی وقت کلیجہ تھام کر رہ

گیا اور بے قرار ہو کر نیچے گر پڑا، اس کے بعد اس میں خطبہ پڑھنے کی طاقت نہ رہی، دوسرے خطیب نے خطبہ پڑھا اور آپ نے نماز پڑھائی۔[91]

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی کشف و کرامات بہت زیادہ ہیں اور آپ کی توجہ نہایت پر تاثیر تھی، چنانچہ اس سلسلے میں نانبائی والا واقعہ بہت مشہور اور زبان زدِ ہر خاص و عام ہے۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ نے اپنی تفسیر عزیزی پارۂ عم میں سورۃ اقرأ کی تفسیر میں اس واقعے کو اس طرح تحریر فرمایا ہے:

"از حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ منقول است کہ روزے در خانۂ ایشاں چند کس مہمان شدند و ما حضر موجود نہ بود، اوقاتِ حضرتِ خواجہ در فکرِ ضیافتِ مہماناں مشوش شدہ در تلاشِ ماحضر شدند، اتفاقاً نانوائی متصل بخانۂ ایشاں دوکان داشت، بریں تشویش مطلع شدہ ایک قرص نان خوب پختہ با نہاری مکلف و مرغن بخدمتِ ایشاں آورد، وقت ایشاں بایں سلوکِ او بسیار خوش شد، فرمودند بخواہ چہ میخواہی، او عرض کرد کہ مرا مثلِ خود سازید، فرمودند تحمل ایں حالت نمی تواں کرد چیزے دیگر بخواہ، او بر ہمیں سوال اصرار داشت و خواجہ اعراض فرمودند، تاآنکہ لجاجِ او بسیار شد، ناچار او را در حجرہ بردند تاثیرِ اتحادی بروے کردند، چوں از حجرہ برآمدند درمیانِ خواجہ و درمیانِ نانوائی در صورت و شکل ہیچ فرق نماندہ بود و مردم امتیاز مشکل افتاد، ایں قدر بود کہ حضرت خواجہ ہشیار بودند و آں نانوائی

---

[91] حیاتِ باقی

مدہوش و بے خود، آخر بعد سہ روز ہمیں حالتِ سکر و بے ہوشی قضا کرد، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔[92]

آپ نہ صرف انسانوں پر رحمت و شفقت فرماتے تھے بلکہ جانوروں پر بھی بے حد شفیق تھے، چنانچہ ایک شب آپ تہجد کے لئے اٹھے تو ایک بلی آ کر لحاف پر سو گئی۔ جب آپ نماز تہجد سے فارغ ہو کر بستر پر تشریف لائے تو بلی کو لحاف پر سوتے ہوئے دیکھا، اس وقت آپ نے ازراہِ شفقت بلی کو نہیں جگایا اور خود صبح تک بیٹھے موسم سرما کی تکلیف برداشت کرتے رہے۔

نیز آپ فرماتے ہیں کہ یہ ذہن نشین رہے کہ دل کو اطمینان، یکسوئی اور حضور قلب اس وقت حاصل ہوتا ہے، جب بہ قدرِ ضرورت صرف پاکیزہ اور حلال کھانا کھایا جائے اور بیہودہ گو اور دنیا کے طالبوں سے میل جول ترک کر دیا جائے۔ اگر تم ہزار سال ذکر کرتے رہو اور تمہارا کھانا حلال مال کا نہیں ہے تو تمہارا روحانی مقصد کبھی حاصل نہیں ہو گا۔

وصال

بروز شنبہ ۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۰۱۲ھ عصر کے بعد اپنے مکان واقع کوٹلہ فیروز شاہ میں آپ بلند آواز کے ساتھ اسم ذات کے ذکر میں مشغول ہو گئے اور دو تین گھڑی کے بعد عالمِ قدس میں پہنچ گئے۔ "نقشبند وقت" اور "بحر معرفت بود" سے تاریخ وفات نکلی ہے آپ کا مزار پر انوار قبرستان قد شریف میں زیارت گاہ خاص و عام ہے، وصیت کے مطابق آپ کے مزار پر چھت یا گنبد نہیں بنایا گیا، صرف جالی کی چار دیواری ہے۔

---

[92] اس نانبائی کا مزار حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے مزار مبارک کے قریب ہے اور لوح مزار پر مندرجہ ذیل عبارت درج ہے: "مزار خواجہ حسن، خلیفہ و نانبائی حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ بالکل اسی طرح کا واقعہ حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی کے حالات میں کتاب ہذا میں ص ۱۰۷ پر درج ہے۔

آپ کی دو ازواجِ مطہرات تھیں اور دونوں سے ایک ایک صاحب زادے کی ولادت ہوئی، بڑے صاحب زادے حضرت خواجہ عبید اللہ عرف خواجہ کلاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور چھوٹے صاحب زادے خواجہ عبد اللہ عرف خواجہ خورد تھے۔ غالبًا دو صاحب زادیاں بھی ہوئیں۔ لیکن مولانا نسیم احمد امروہوی نے ماہنامہ "الفرقان" بماہ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۲ھ میں "اسراریہ" کے حوالے سے تمام تذکرہ نویسوں کے خلاف خواجہ عبید اللہ کو خواجہ خورد اور خواجہ عبد اللہ کو خواجہ کلاں ثابت کیا ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم!

آپ کے خلفاء میں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، شیخ تاج الدین سنبھلی اور خواجہ حسام الدین احمد رحمہم اللہ تعالیٰ مشہور ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی حیات مبارکہ

ولادت باسعادت

منقول ہے کہ حضرت امام ربانی محبوب سبحانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی نقشبندی سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ السامی نے بوقتِ مسعود شبِ جمعہ ۱۴ شوال ۹۷۱ھ / ۱۵۶۴ھ برج حمل سے مطلع شہر سرہند میں طلوع فرمایا اور اپنے انوارِ جہاں آرا سے عالم و عالمیان کو منور فرمایا۔ آپ کا سنہ ولادت لفظ "خاشع" سے نکلتا ہے۔ لقب بدرالدین اور کنیت ابوالبرکات تھی۔

سیاسی اور ملکی حالات کا جائزہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہندوستان میں مغلیہ خاندان کے دو بادشاہوں کا دور دیکھا ہے، پہلا بادشاہ شہنشاہ اکبر (عہد حکومت از ۹۶۳ھ / ۱۵۵۶ء تا ۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ء) دوسرا شہنشاہ جہانگیر (عہد حکومت از ۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ء تا ۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۷ء) نیز اس وقت دکن کے علاقے میں پانچ چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم تھیں، بیدر کا حکمران خاندان برید شاہی سے تھا، برار میں عماد شاہیوں کی حکومت تھی، احمد نگر میں نظام شاہی خاندان حکمران تھا، گولکنڈہ اور بیجاپور میں علی الترتیب قطب شاہیوں اور عادل شاہیوں کا سکہ چلتا تھا۔

علاوہ ازیں بیرون ہند اس وقت مسلمانوں کی سب سے بڑی سلطنت خلافت عثمانیہ تھی، جو ترقی کی انتہائی بلندیوں پر پہنچ ہوئی تھی اور تمام دنیا کے مسلمانوں کو ایک رشتے میں منسلک کئے ہوئے تھی۔ اس میں یورپ کا بہت بڑا حصہ، مصر و شام، عراق و فلسطین اور جزیرہ نما عرب شامل تھے۔ البتہ صرف ایران میں اس وقت صفوی خاندان حکمران تھا۔

ولادت سے متعلق واقعات

آپ کی ولادت باسعادت کے وقت بعض عجیب واقعات ظہور میں آئے، جن میں سے چند پیش کئے جاتے ہیں:

آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ میرے فرزند شیخ احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت کے بعد مجھ پر ایک غشی کی سی کیفیت طاری ہو گئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ بہت سے اولیائے امت میرے گھر میں تشریف فرما ہیں، اور مجھے مبارکباد دے رہے ہیں۔ نیز آپ کے والد بزرگوار مخدوم عبد الاحد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے فرزند کی ولادت کے دن حالت کشف میں دیکھا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور شیخ احمد نو مولود کے کانوں میں اذان اور تکبیر کہہ رہے ہیں۔

حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی قدس سرہٗ کے خلیفہ شیخ عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کی ولادت کے دن سرہند شریف میں موجود تھے، آپ نے وہاں کشفی حالت میں ملائکہ کا ہجوم دیکھا۔[93]

بچپن کی بعض خصوصیات

حق سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو شروع ہی سے کمال درجہ اتباعِ سنت کی توفیق عطا فرمائی تھی، چنانچہ آپ سنت کے مطابق مختون پیدا ہوئے اور عام بچوں کی طرح کبھی ننگے نہ ہوتے، اگر بول و براز کے موقع پر اتفاقاً کبھی آپ کا بدن ننگا ہو بھی جاتا تو بڑی جلدی بدن کو ڈھانپ لیتے، آپ کبھی نہ روتے ہر وقت خوش و خرم اور خنداں رہتے۔[94]

---

[93] روضۃ القیومیہ، ص ۵۲ تا ۵۸۔ سیرتِ امام ربانی

[94] روضۃ القیومیہ، ص ۵۹

حضرت شاہ کمال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسبِ فیض

ایک مرتبہ آپ زمانۂ رضاعت میں علیل ہوگئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مخدوم عبد الاحد قدس سرہٗ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ کو دعا کرانے کی غرض سے لے کر آئے، انہوں نے دم کرنے کے بعد بہت دعائیں دیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ اس بچے کی عمر دراز کرے، یہ تو عالمِ باعمل عارفِ کامل ہے، بزرگوں کی بڑی تعداد اس سے فیض حاصل کرے گی اور تا قیامِ قیامت اس کی ہدایت و ارشاد کا نور روشن رہے گا، یہ بدعت و گمراہی دور کرے گا اور سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو زندہ کرے گا وغیرہ۔ بعد ازاں حضرت شاہ کمال نے فرطِ محبت سی اپنی زبانِ مبارک آپ کے دہن مبارک میں دے دی تو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان کو خوب چوسا اور اپنے منہ میں دبائے رکھا، آخر حضرت شاہ کمال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمانے لگے کہ بابا بس کرو اتنا ہی کافی ہے، کچھ ہماری اولاد کے لئے بھی چھوڑ دو، تم نے تو ہماری نسبت ساری ہی کھینچ لی۔[95]

زمانۂ تعلیم

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو ابتداء میں جب مکتب میں بٹھایا گیا تو آپ نے تھوڑے ہی عرصے میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ بعد ازاں اپنے والد ماجد سے تحصیلِ علوم میں مشغول ہوگئے اور یہ علوم بھی جلد ہی حاصل کر لئے۔ حضرت مخدوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ کی برکت سے ایسی فتح و کشادگی حاصل ہوئی کہ بڑے بڑے دقیق مسائل کو آپ باآسانی حل فرما دیا کرتے اور جہاں کہیں دقیق عبارت ہوتی تو آپ اسے نہایت وضاحت کے ساتھ حل کر کے حاشیئے پر تحریر فرما دیتے، غرض کہ اکثر علوم تو آپ نے والد ماجد ہی سے پڑھے اور بعض اس زمانے کے علماءِ کبار سے بھی حاصل کئے

---

[95] روضۃ القیومیۃ، ص۵۹

ہیں، چنانچہ مولانا کمال الدین کشمیری[96] کی خدمت میں معقولات کی چند مشکل کتب عضدی وغیرہ پڑھیں، جو کہ اپنے زمانے کے اکابر علماء میں سے تھے اور صاحب تحقیق و تدقیق و صاحبِ ورع و تقویٰ تھے، نیز مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی کے استاد بھی تھے۔ اور بعض کتب احادیث شیخ یعقوب کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ[97] کی خدمت میں پڑھیں اور یہ شیخ یعقوب کشمیری، شیخِ معظم و قطبِ مکرم شیخ حسین خوارزمی کے خلفاء میں سے تھے اور انہوں نے حرمین محترمین کے کبار محدثین امام ابن حجر مکی و عبد الرحمٰن بن فہد مکیو غیرہ سے حدیث پڑھی تھی کہا گیا ہے کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے ان سے طریقہ کبرویہ میں بیعت کر کے طریقہ بھی حاصل کیا۔ اور تفسیر واحدی و دیگر مؤلفاتِ واحدی مثل بسیط و وسیط و اسبابِ نزول اور تفسیر بیضاوی و دیگر مصنفاتِ بیضاوی مثل منہاج الوصول و غایۃ القصویٰ وغیرہ اور صحیح بخاری و دیگر مصنفاتِ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مثل ثلاثیاتِ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و ادب المفرد و افعال العباد و تاریخ وغیر ذالک اور مشکوٰۃ تبریزی، شمائل ترمذی، جامع صغیر سیوطی، قصیدۂ بردہ شیخ سعید بوصیری اور حدیثِ مسلسل کی روایت و اجازت مع اسناد جس کی سند آگے آتی ہے، عالم ربانی قاضی بہلول بدخشانی سے حاصل کی۔ اور قاضی بہلول بدخشانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کتابوں کی اجازت مع حدیثِ مسلسل شیخ معظم عبد الرحمٰن بن فہد سے حاصل کی تھی۔ شیخ

---

[96] حضرت مولانا کمال کشمیری متوفی ۱۰۱۷ھ علوم ظاہری اور کمالاتِ باطنی میں اسم بامسمیٰ تھے، سیالکوٹ اور لاہور میں عرصہ تک آپ کا درس جاری رہا، اور بکثرت مخلوق آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ظاہری و باطنی علوم سے مستفید ہوتی تھی۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی اور علامہ سعد اللہ (وزیر شاہجہاں بادشاہ) آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔

[97] مولانا شیخ یعقوب کشمیری کے والد خواجہ حسن عاصمی کشمیر کے امرائے سلطنت میں سے تھے، ۹۲۸ھ میں شیخ یعقوب پیدا ہوئے حفظِ قرآن اور تحصیل علوم کے بعد تلاش مرشد میں شیخ حسین خوارزمی کی خدمت میں سمرقند میں پہنچے۔ شیخ نے آپ کو بعد تکمیل خرقۂ خلافت عطا فرما کر کشمیر رخصت کر دیا۔ پھر اکبر بادشاہ کے دربار میں پہنچے۔ بعد ازاں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے بکثرت تصانیف کیں۔ جمعرات ۱۲ ذیقعد ۱۰۰۳ھ کو بمقام کشمیر وفات پائی۔ خزینۃ الاصفیاء، ص۹۷۵

عبدالرحمٰن بن فہد اور ان کے آباء و اجداد اس بلاد کے کبار محدثین میں سے تھے اور ان کا گھر اَبًا عن جدٍّ بیت الحدیث تھا۔ چونکہ ان تمام کتابوں کی اسانید کا ذکر کرنا موجب تطویل ہے، اس لئے صرف مشکوٰۃ شریف اور حدیثِ مسلسل کی اسناد لکھی جاتی ہیں۔

اسناد الحدیث المسلسل

اما الحديث المسلسل بالا ولية قال الشيخ عبدالرحمن بن فهد سمعه من لفظ سيده و والدى عبدالقادر بن عبدالعزيز بن فهد وهو اول حديث سمعه منه قال حدثني به جدى الحافظ الرحلة تقى الدين بن محمد بن فهد الهاشمى العلوى وهو اول حديث سمعه منه قال حدثني به جمع من المشائخ الاعلام اجلهم العلامة برهان الدين الابناسى سماعا من لفظ قاضي القضاة ابو الحامد المطرى بقراءتي عليه بالحرم لا شريف بمكة وهو اول حديث سمعة منه قال اخبرنا به الخطيب صدر الدين ابو الفتح محمد بن المبردى قال الانباسى وهو اول حديث سمعة منه و قال المطرى وهو اول حديث رويت عنه قال اخبرنا به الشيخ نجيب الدين عبداللطف الحرانى وهو اول حديث سمعة منه قال اخبرنابه الحافظ ابو الفرج ابن الجوزى وهو اول حديث سمعة منه قال اخبرنا به ابو سعيد اسمٰعيل بن ابى صالح النيشابورى وهو اول حديث سمعة منه قال اخبرنا ابو صالح احمد بن عبدالملك المؤذن وهو اول حديث سمعة منه قال حدثنا به ابو طاهر محمد بن محسن الزمادنى وهو اول حديث سعة منه قال حدثنا به ابو حامد احمد البزاز وهو اول حديث سمعة منه قال حدثنا به عبدالرحمن بن بشير بن الحكيم الصدرى وهو اول حديث سمعة من قال حدثنا به سفيان بن عيسىٰ وهو اول حديث سمعة من سفيان عن عمرو بن العاص رضى الله تعالىٰ عنهما ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال الراحمون يرحمهم الرحمن تبارك و تعالىٰ ارحموا من فى الارض يرحمكم من فى السماء۔

اسناد مشکوٰۃ المصابیح

آپ کی اسنادِ مشکوٰۃ المصابیح شریف شیخ عبد العزیز بن فہد تک تو وہی ہیں جو حدیث مسلسل میں مذکورہیں۔ اور شیخ عبد العزیز بن فہد شیخ تقی الدین بن فہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الہاشمی سے بھی اجازت رکھتے ہیں اور شیخ الاسلام ابن حجر العسقلانی سے بھی۔

قال الشیخ تقی الدین اخبرنا به عالیًا الشیخ الامام شرف الدین عبدالرحیم ابن عبدالکریم الحرهی قال اخبرنا به العلامة امام الدین علی بن مبارک شاه الصدیقی الساؤجی عرف بخواجه وقال شیخ الاسلام ابن حجر به اخبرنامه العلامة البغوی قاضی الاقضیه المجد بن محمد بن یعقوب الفیروز ابادی الشیرازی الصدیقی الشافعی قال اخبرنا الحافظ جلال الدین حسین والحجة الهمام شمس الدین محمد المقدسی قالا والصدیقی الساؤجی اخبرنا به مولفه ناصر السنة ابو عبدالله محمد بن عبدالله الخطیب قال الساؤجی قرأة و اجازة و قال الاخران اذنا فقط۔[98]

درس و تدریس

مذکورہ بالا کتابوں کی اجازت حاصل کر لینے کے بعد ایک دن آپ نے فرمایا کہ محسوس ہوتا ہے کہ مجھے طبقۂ محدثین میں داخل کیا گیا ہے۔ غرض کہ سترہ سال کی عمر میں آپ فارغ التحصیل ہونے کے بعد مسندِ افادہ پر متمکن ہو گئے اور مختلف ممالک سے صدہا طلبہ جوق در جوق آنے شروع ہوئے۔ رات دن درس و تدریس کا مشغلہ جاری تھا اور حلقہ حدیث و تفسیر گرم رہتا تھا، چنانچہ آپ کی درسگاہ سے بہت لوگ فارغ التحصیل ہوئے۔

---

[98] زبدۃ المقامات، ص۱۲۸ تا ۱۳۰

سندِ مصافحہ

مولانا بدالدین سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحب حضرات القدس فرماتے ہیں کہ "حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو چار اشخاص کے واسطے سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مصافحہ نصیب ہوا جس کی ترتیب یہ ہے:

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے حاجی عبدالرحمٰن بدخشی کابلی معروف بہ حاجی رمزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مصافحہ کیا اور انہوں نے حافظ سلطان ادھمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جن کی عمر ایک سو دس سال کی تھی، انہوں نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شرف مصافحہ حاصل کیا ہے، اس کی تفصیل کتاب سنوات الاتقیا میں بیان کی گئی ہے[99] لیکن جواہر مجددیہ میں شیخ سعید کی بجائے شیخ عبد معمن حبشی نام درج ہے اور یہ بھی ہے کہ ان میں سے ایک صاحب جن ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب۔

اکبر آباد کا سفر[100]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا عین شباب تھا اور ابھی علم کی تحصیل سے فارغ ہوئے کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ آپ کو اکبر آباد کے علماء و فضلاء کی شہرت کا علم ہوا جو اکبر بادشاہ کا پائے تخت اور دارالحکومت تھا اس لئے حضرت موصوف نے وہاں جانے کا ارادہ کیا، جب وہاں تشریف فرما ہوئے تو چند ہی روز میں آپ کے علم و فضل کی وہ شہرت ہوئی بڑے بڑے علماء حدیث و تفسیر کی کتابوں کی سند آپ سے حاصل کرنے میں اپنی سعادت سمجھنے لگے اور آپ کی شاگردی پر فخر کرنے لگے۔ غرض کہ

---

[99] حضرات القدس، ص۹، روضۃ القیومیۃ، ص۶۱

[100] اندازہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بائیس سال کی عمر ۹۹۳ھ اکبر آباد تشریف لائے ہوں گے۔

آپ کے درس میں بہت سے علماء و فضلاء حاضر ہوتے اور فیض حاصل کرتے اور آپ کو مجتهد زمانہ مانتے۔ اس طرح حضرت کے علم و فضل اور اجتہاد کا شہرہ اس درجے ہوا کہ عوام و خواص حیران رہ گئے۔

ابوالفضل و فیضی سے ملاقات[101]

جب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی شہرت علماء و مشائخ سے اراکینِ سلطنت اور وزراء تک پہنچی تو وہ بھی حضرت کی خدمت میں حاضری دینے لگے، چنانچہ ابوالفضل و فیضی بھی آپ کی شہرت سن کر مشتاق ملاقات ہوئے اور بہت کوشش کی کہ کسی طرح حضرت ان کے گھر تشریف لائیں لیکن کوئی صورت کارگر نہ ہوئی، آخر یہ دونوں بھائی خود حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور بہت اخلاص ظاہر کیا۔ حضرت موصوف، سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق ان کے ساتھ نہایت شفقت و مہربانی سے پیش آئے، انہوں نے دعوت قبول فرمانے کے لئے اصرار کیا تو آپ نے بھی قبول فرمالیا۔ چنانچہ دوسرے دن حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کے ہاں تشریف لے گئے اور ان دونوں بھائیوں نے حسبِ دستور نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ مراسمِ ضیافت ادا کئے اور شاگردوں کی طرح خدمت بجالاتے رہے۔ بعد ازاں آمد و رفت اور تحفہ تحائف کا سلسلہ جاری ہو گیا۔

---

101 فیضی وابوالفضل بن شیخ مبارک ناگوری شیعہ تھے۔ فیضی ۹۵۴ھ میں آگرہ میں پیدا ہوا، بیس سال کی عمر میں اکبری دربار میں پہنچ گیا اور ملک الشعراء کا خطاب پایا، تفسیر بے نقط ۱۰۰۲ھ / ۱۵۹۳ء میں مکمل کی اور ۱۰ صفر ۱۰۰۴ھ میں فوت ہوا۔ ابوالفضل ۹۵۸ھ میں آگرہ میں پیدا ہوا۔ فیضی کی وجہ سے دربارِ اکبری میں پہنچا اور جلد ہی بادشاہ کا منظور نظر بن گیا، اکبر نامہ اور آئین اکبری لکھی۔ ۱۰۱۱ھ میں قتل ہوا۔

تفسیر بے نقط کا حال

اسی زمانے میں ابوالفیض فیضی نے تفسیر بے نقط جس کا نام "سواطع الالہام" ہے لکھنی شروع کی۔ اتفاق سے ایک مقام پر پہنچ کر یہ دونوں بھائی عاجز ہوگئے اور کچھ بن نہ آیا۔ کیونکہ اس تفسیر میں جس صفت (یعنی بے نقط الفاظ) کا التزام کیا تھا اس صفت میں مضمون مرتب نہیں ہو رہا تھا۔ بہت سے علماء کو بلایا لیکن وہ بھی کامیاب نہ ہوسکے، آخر مجبور ہو کر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں اپنی عاجزی اور مضمون کی ترتیب کی درخواست کی۔ اگرچہ آپ کو بے نقط عبارت لکھنے کی مشق نہیں تھی لیکن اس کی درخواست پر آپ نے بقدر ایک صفحہ اس مقام کے مناسب تفسیر نہایت فصیح و بلیغ بے نقط عبارت میں قلم برداشتہ تحریر فرمادی۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عربی عبارت پر یہ قدرت و مہارت دیکھ کر فیضی حیران رہ گیا۔

غرض کہ اس طرح کے متعدد واقعات اور کشف و کرامات کی وجہ سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علم و فضل کا سکہ عوام و خواص کے علاوہ ارا کین سلطنت کے دلوں میں بھی بیٹھتا چلا گیا، اور آپ نہایت درجہ مقبول اور معزز و مکرم ہوگئے۔

ابوالفضل و فیضی سے نفرت

جب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی ابوالفضل فیضی سے اس طرح اکثر ملاقاتیں ہوئیں تو حضرت کو ان کے عقائد باطلہ کا علم ہو کر ان سے اختلاف ہوگیا اور یہ اختلاف آہستہ آہستہ نفرت میں بدل گیا۔ ظاہر ہے کہ اپنے پیارے اور محترم بزرگوں کی شان میں گستاخی کون برداشت کر سکتا ہے، پھر اگر کوئی شخص اس سے بڑھ جائے اور دینِ اسلام اور شریعت مطہرہ کے خلاف بکواس اور کفر کی حمایت کرنے لگے تو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی ذاتِ گرامی "جو کامل و مکمل محیٔ سنت اور ماحیٔ

بدعت تھی"کس طرح برداشت کرسکتی تھی، چنانچہ حضرت موصوف کا ابوالفضل و فیضی سے مناظرہ بھی ہوا، جس میں حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بالکل واضح کامیابی اور فتح مبین حاصل ہوئی۔

ایک اہم واقعہ

اسی زمانے کے اہم واقعات میں سے یہ بھی ہے کہ عبدالمؤمن خان ابن عبداللہ خان ازبک والیٔ توران (م۱۰۰۶ھ) نہایت نیک اور صحیح العقیدہ اہل سنت و جماعت سے تھے، سوئے اتفاق کہ اس وقت ایران پر شاہِ عباس صفوی حکمران تھا، اس نے لوگوں کو جبراً شیعہ بنا کر ملک کی یہ حالت کر دی تھی کہ کوئی شہر یا قصبہ یا گاؤں ایسا نہ تھا کہ جہاں شیعوں کی اکثریت نہ ہو گئی ہو اور وہاں کے لوگ اپنی عادت اور دستور کے مطابق ہر چھوٹی بڑی تقریب اور جلسوں میں سبِّ صحابہ اور تبرّا کیا کرتے تھے۔ ماوراء النہر کے عوام نے عبدالمؤمن خان ابنِ عبداللہ خاں ازبک کی خدمت میں تفصیلی حالات پیش کر کے درخواست کی کہ وہ شاہِ ایران کو سمجھائیں تاکہ وہ ان حرکات سے باز آئے۔ چنانچہ ابن عبداللہ خاں نے شاہِ عباس صفوی کو سمجھانے کے لئے خطوط لکھے لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ حتیٰ کہ دونوں طرف سے اپنے اپنے دلائل میں رسائل لکھے گئے لیکن بات بڑھتی چلی گئی۔ آخر تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق دونوں طرف سے فوجوں کا آمنا سامنا ہوا اور ۱۰۰۱ھ میں خوب گھمسان کی جنگ ہوئی۔ بالآخر حق سبحانہ و تعالیٰ نے ابن عبداللہ خان ازبک کو فتح عطا فرمائی اور شاہ عباس بھاگ نکلا۔

اس کے بعد ابن عبداللہ خاں نے شاہِ ایران کو بلوایا اور کہا کہ میں نے یہ جنگ محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے لڑی تھی، کسی دنیوی لالچ یا ذاتی غرض کے لئے نہیں کی تھی اس لئے تمہارا ملک تم کو واپس دیتا ہوں لیکن آئندہ ان حرکتوں سے باز رہنا۔ چنانچہ شاہ عباس سے قول و قرار لینے کے بعد ابن عبداللہ خان اپنے وطن واپس چلے آئے۔ ان حالات کا جب حضرت مجدد الف ثانی

قدس سرہٗ کو علم ہوا تو آپ نے رسالہ ردروافض لکھ کر ابن عبد اللہ خان کو بھجوا دیا اور انہوں نے اس کو شاہِ ایران کو بھجوا دیا۔ علماء شیعہ اس رسالہ سے بہت متاثر ہوئے اور کسی کو اس کے خلاف قلم اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی، بلکہ بہت سے اپنے باطل عقائد سے تائب ہوگئے۔ اس رسالے کی وجہ سے اس علاقے میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا تعارف اور شہرت ہوگئی اور اس کے بعد اثرات بڑھتے ہی گئے حتیٰ کہ وہاں کے عوام وخواص آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوگئے۔[102]

اس دور کے یہی حالات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے رسائل "اثبات النبوۃ"، "تہلیلیہ" اور "ردروافض" کی تصنیف کے محرک بنے۔[103]

حضرت مخدوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آگرہ تشریف آوری

چونکہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو اکبر آباد میں اقامت پزیر ہوئے ایک عرصہ گزر گیا تھا، اس لئے حضرت کے والد شیخ عبد الاحد قدس سرہٗ آپ کے اشتیاق محبت میں آگرہ تشریف لائے، آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر شہر کے اکثر علماء وفضلاء اور ارکینِ سلطنت آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے، ان میں سے بعض نے عرض کیا کہ ضعف پیری اور بُعد مسافت کے باوجود آپ نے بہت تکلیف فرمائی، حضرت مخدوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، "کیا کروں؟ فرزند شیخ احمد کی محبت کھینچ لائی ہے"۔[104]

---

[102] روضۃ القیومیۃ، ص ۱۳۲، ۱۳۳

[103] اندازہ ہے کہ اثبات نبوۃ ۹۴۰ھ میں، ردروافض ۱۰۰۲ھ میں رسالہ تہلیلیہ ۱۰۰۸ھ میں مکمل ہوا۔

[104] روضۃ القیومیۃ، ص ۶۷

اکبر آباد سے واپسی

چونکہ حضرت مخدوم قدس سرہٗ کو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے بے حد محبت تھی اور وہ ان کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، اس لئے مزید مفارقت گوارہ نہ فرمائی اور ان کو اپنے ساتھ لے کر سرہند شریف کے لئے روانہ ہو گئے۔ اثنائے راہ میں دہلی اور سرہند کے درمیان جب شہر تھانیسر سے گزر ہوا تو وہاں کے رئیس شیخ سلطان[105] نے جو بادشاہ کے بڑے مقرب اور علاقۂ تھانیسر کے حاکم تھے نہایت اعزاز و اکرام سے اپنے ہاں مہمان رکھا۔

---

[105] آپ کتب تاریخ میں حاجی سلطان تھانیسری کے نام سے معروف ہیں اور اس زمانے کے علماء و فضلاء میں ممتاز تھے، حج بیت اللہ و زیارت مدینہ منورہ کی سعادت سے بھی مشرف تھے۔ آپ کو علوم نقلیہ میں کافی مہارت حاصل تھی اسی بناء پر عرصہ دراز تک شاہی خدمت پر مامور رہے۔ چار سال تک ''مہابھارت'' کا ترجمہ کرنے پر جو ''رزم نامہ'' کے نام سے تیار ہوا تھا مصروف رہے اکبر بادشاہ آپ کی قدر و منزلت کرتا تھا اس بناء پر آپ مقرب شاہی بن گئے، پھر مزید شاہی عنایات کی بناء پر آپ کو تھانیسر و کرنال کا کروڑی بنا دیا گیا، کچھ عرصہ بعد تھانیسر کے ہندوؤں نے بادشاہ سے شکایت کی آپ گاؤکشی کے جرم کے مرتکب ہوئے ہیں، بادشاہ نے آپ کو جلاوطن کر کے بھکر (سندھ) کی طرف بھیج دیا۔ حسن اتفاق کہ اس زمانے میں صوبۂ بھکر کا نظم و نسق خانِ خاناں کے ہاتھ میں تھا، وہ آپ کے ساتھ بہت محبت و التفات کے ساتھ پیش آئے اور ہر طرح آپ کی امداد کا وعدہ کیا۔ چنانچہ خان خاناں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب وہاں کی فتوحات سے فارغ ہوئے تو آپ کو اپنے ساتھ لے آئے، اسی طرح آپ پوشیدہ طور پر اپنے وطن تھانیسر آ گئے۔ برہان پور کی فتح کے بعد خان خاناں نے بادشاہ سے آپ کی جلاوطنی کے حکم کی تنسیخ اور سابقہ عہدہ بحال کرنے کی سفارش کی، بادشاہ نے خان خاناں کی سفارش منظور کر کے حکم صادر کر دیا کہ آپ کو تھانیسر و کرنال کا کروڑی بنا دیا جائے۔

ایک عرصہ بعد سابقہ کشمکش تازہ ہو گئی اور ہندوؤں نے بادشاہ سے آپ کی شکایت کی۔ اکبر ان دنوں کروڑیوں کے ساتھ خاص طور پر سختی کر رہا تھا چنانچہ اس نے آپ کی سزائے موت کا حکم دے دیا اور یکم جنوری ۱۵۹۹ء بمطابق ۲ جمادی الاخریٰ ۱۰۰۷ھ کو شیخ سلطان کو پھانسی دے دی گئی۔ (منتخب التواریخ ورود کوثر)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شادی خانہ آبادی

منقول ہے کہ ان ہی دنوں شیخ سلطان عالمِ رؤیا میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "تمہاری بیٹی اس زمانے میں سب سے زیادہ نیک خاتون ہے تم اس کا نکاح میرے فرزند اور نائب شیخ احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کر دو، اس میں تمہارے لئے اور تمہاری بیٹی کے لئے بڑی سعادت ہے"۔ جب تین مرتبہ اسی طرح کے خواب دیکھے اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا حلیہ شریف بھی دکھایا گیا، اس وقت سے شیخ سلطان حضرت موصوف کی تلاش میں کوشاں تھے۔ حسن اتفاق کہ جب یہ دونوں آفتاب و ماہتاب وہاں پہنچے تو شیخ سلطان نے ان کو پہچان لیا اور اپنے ہاں مہمان رکھا اور جب ان حضرات کے زہد و تقویٰ اور علم و فضل سے متاثر ہو کر یقین ہو گیا کہ واقعی یہی وہ بزرگ ہیں جن کے لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے تو شیخ سلطان نے حضرت مخدوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اُس خواب اور اپنے ارادے کا تذکرہ کیا، حضرت مخدوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑی خوشی سے منظور فرمالیا۔ چنانچہ نہایت تزک و احتشام کے ساتھ شاہانہ انداز سے شادی کی تقریب مسنون طریقے پر انجام پائی۔[106] اور دلہن کو لے کر سرہند تشریف لے آئے۔ (اندازہ ہے کہ تقریب شادی ۹۹۸ھ میں انجام پزیر ہوئی)

مال کی فراوانی

شادی کے بعد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس ظاہری مال و دولت کی بہت فراوانی ہو گئی۔ اپنی جدی حویلی کو چھوڑ کر ایک اور حویلی بنوائی جہاں اب حضرت موصوف کا روضہ پر

---

[106] روضۃ القیومیۃ، ص ۶۸

نور ہے، یہی آپ کی اولاد کا محلہ تھا۔ حویلی کے قریب ہی ایک مسجد بھی تعمیر کرائی جب کبھی اپنے بھائیوں کو یاد فرماتے تو پرانی حویلی والے فرمایا کرتے، اسی وجہ سے آپ کے بھائیوں کی اولاد کا لقب پرانی حویلی والے پڑ گیا۔ اس طرح حق سبحانہ و تعالیٰ کے فضل و کرم سے شادی کے بعد مالدار ہونے کی سنت بھی ادا ہو گئی۔ یعنی جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے آنحضرت سے نکاح کر لیا تو اپنا تمام مال آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کر دیا اس طرح آپ کو ظاہری غنا حاصل ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَوَجَدَکَ عَائِلًا فَأَغْنَی (الضحیٰ ۸)

ترجمہ: اور تمہیں حاجت مند پایا پھر غنی کر دیا۔

باقی آپ کے قلبی اور باطنی غنا کا درجہ تو وہ غَنِّیٌ عَنِ الْعَالَمِیْنَ ہی جانتا ہے کوئی بشر اس کا کیا اندازہ کر سکتا ہے۔[107]

اکبر آباد سے واپسی اور شادی کے بعد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اپنے والد ماجد حضرت مخدوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی کی خدمت میں رہے اور باطنی کمالات کا فیض حاصل کیا حتیٰ کہ جب مخدوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رحلت کا وقت قریب آیا تو اپنے فرزند و اصحاب کے سامنے خرقۂ خلافت جو سلسلۂ سہروردیہ میں اپنے آبا و اجداد سے حاصل تھا اور وہ خرقۂ خلافت جو سلسلۂ چشتیہ میں شیخ رکن الدین گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کیا تھا اور وہ خرقۂ خلافت جو سلسلہ قادریہ میں شاہ کمال

---

[107] روضۃ القیومیۃ، ص ۶۸،۶۹

کیتھلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل ہوا تھا سب کچھ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو عنایت فرما کر اپنا قائم مقام اور جانشین قرار دیا۔[108]

چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ رسالہ "مبدأ و معاد" میں فرماتے ہیں کہ "اس فقیر کو اس نسبتِ فردیت کا سرمایہ جس کے ساتھ آخری عروج مخصوص ہے اپنے والد (مخدوم عبد الاحد قدس سرہٗ) سے حاصل ہوا تھا اور میرے والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ نسبت اپنے ایک عزیز (بزرگ حضرت شاہ کمال قادری قدس سرہٗ) سے جو جذبہ ٔقوی کے مالک تھے اور کرامات و خوارقِ عادات میں مشہور تھے حاصل ہوئی تھی۔۔۔ نیز اس فقیر کو عباداتِ نافلہ خصوصًا نفل نمازیں ادا کرنے کی توفیق بھی والدِ ماجد کی مدد سے حاصل ہوئی تھی اور میرے والد بزرگوار کو یہ سعادت اپنے شیخ (یعنی حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی اور ان کے صاحبزادے شاہ رکن الدین قدس سرہما) سے حاصل ہوئی تھی جو سلسلہ ٔچشتیہ سے تعلق رکھتے تھے۔[109]

۱۰۰۰ھ میں حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ اور ماہ شوال ۱۰۰۵ھ میں حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ اور ۱۱ شوال ۱۰۰۷ھ میں حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ صاحبزادگان کی ولادت باسعادت ہوئی۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا عزمِ سفرِ حج

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اگرچہ شروع ہی سے حج بیت اللہ (زادھا اللہ شرفًا و تعظیمًا) کی سعادت حاصل کرنے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ ٔمنورہ کی زیارت کا

---

[108] روضۃ القیومیۃ، ص ۷۰

[109] مبدأ و معاد، ص ۱۲، ۱۱

شوق شب وروز بے چین رکھتا تھا، لیکن اپنے والد بزرگوار کو بڑھاپے اور ضعف کی حالت میں سفر حجاز اختیار کر کے آں موصوف کی خدمت سراپا برکت سے طویل عرصے کے لئے جدا ہونا مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ بالآخر جب حضرت مخدوم شیخ عبدالاحد قدس سرہٗ ۱۰۰۷ھ میں رحلت فرما گئے تو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ ۱۰۰۸ھ میں سفر حجاز کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ دہلی پہنچے تو وہاں کے علماء وفضلا ملاقات کے لئے حاضر ہوئے، ان میں مولانا حسن کشمیری بھی تھے جو حضرت موصوف کے پرانے احباب میں سے اور حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے مخلصین میں سے تھے۔ انہوں نے دورانِ گفتگو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے مناقب اور کرامات بیان کیں اور کہا کہ اس وقت سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت جیسا کثیر البرکت کوئی اور نظر نہیں آتا، آپ کی ایک نظر وتوجہ میں طالبان حق کو وہ فیض حاصل ہوتا ہے جو دوسرے طریقوں میں چلوں اور ریاضت شاقہ سے بھی حاصل نہیں ہو سکتا[110] چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اسی تحریک کے شکریئے میں مولانا حسن کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جانب ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

فقیر آپ کی رہنمائی کا شکریہ ادا کرنے اور آپ کے اس احسان کا بدلہ دینے میں قصور اور عاجزی کا اعتراف کرتا ہے، یہ سب کاروبار اسی نعمت پر مبنی ہے اور یہ سب دید وداد اسی احسان پر وابستہ ہے آپ کے حسنِ توسط اور وسیلہ سے فقیر کو وہ کچھ دیا گیا ہے جو کسی نے کم ہی دیکھا ہے اور آپ کے توسل کی یمن وبرکت سے وہ کچھ بخشا گیا ہے کہ جس کا مزہ کسی نے کم ہی چکھا ہے۔ خاص خاص عطیے اس قدر عطا فرمائے گئے ہیں کہ اکثر لوگوں کو اس قسم کے عام عطیے بھی حاصل نہیں ہوئے۔ احوال و مقامات اور اذواق ومواجید وعلوم ومعارف اور تجلیات وظہورات سب کو راہِ عروج کے زینے بنا کر

---

[110] زبدۃ المقامات: ص ۱۳۷، ۱۳۸، حضرات القدس: ج ۲، ص ۱۱

فقیر کو قرب کے درجوں اور وصول کی منزلوں تک پہنچا دیا۔ قرب و وصول کا لفظ میدانِ عبارت کی تنگی کے باعث اختیار کیا گیا ہے ورنہ وہاں نہ قرب ہے، نہ وصول، نہ عبارت ہے نہ اشارہ، نہ شہود ہے نہ حلول، نہ اتحاد ہے نہ کیف، نہ زمان نہ مکان، نہ احاطہ نہ سریان، نہ علم نہ معرفت، نہ جہل نہ حیرت۔

چہ گویم با تواز مرغے نشانہ ۔۔۔ کہ باعُنقا بود ہم آشیانہ
زعُنقا ہست نامے پیش مردم ۔۔۔ زمرغِ من بود آں نام ہم گم

چونکہ اللہ تعالیٰ کے ان احسانوں کے اس اظہار میں جس کا ظہور عالمِ اسباب میں آپ کی اس نعمت پر ہوا ہے آپ کی نعمت کا لشکر بھی شامل تھا، اس لئے چند فقروں میں درج کر کے تحریر کیا گیا، تاکہ آپ کی نعمت کا تھوڑا سا شکریہ ادا ہو جائے۔[111]

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات

چونکہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی بہت تعریف اور اس سلسلے کے بزرگوں کے حالات سنے تھے اور والد ماجد کا ذوق و شوق اس سلسلۂ عالیہ کے متعلق مشاہدہ فرمایا تھا اور کتابوں میں بھی اس سلسلے کے اوصاف ملاحظہ فرمائے تھے اور خود آپ اس نسبتِ بلند کے ساتھ استعداد بوجہ اتم و اکمل رکھتے تھے اپنے دوست مولانا حسن کشمیری کی تحریک پر حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ فرمایا اور فرمایا کہ اس سفر حجاز کا تحفہ اس سے بہتر اور کیا ہو گا کہ میں اس مقتدا سے ان بزرگوں کا ذکر و مراقبہ حاصل کر کے اس پر عمل کروں۔[112]

---

[111] مکتوبات شریف: دفتر اول، مکتوب ۲۷۶

[112] زبدۃ المقامات: ص ۱۳۹

چنانچہ آپ کو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی شرفِ ملاقات کا کمال درجے اشتیاق ہوا اور آپ مولانا کے ہمراہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولانا حسن کشمیری نے تعارف کرایا اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارادۂ سفر حجاز کے متعلق بھی عرض کیا۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نہایت مہربانی اور شفقت سے پیش آئے اور خوشی کا اظہار فرمایا۔ اگرچہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عادت مبارکہ تھی کہ خود کسی سے اخذِ طریقہ و التزام صحبت کے لئے اظہار نہیں فرماتے تھے لیکن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بلند استعداد اور اعلیٰ قابلیت ملاحظہ فرما کر آپ سے ارشاد فرمایا اگرچہ آپ اس مبارک سفر کا ارادہ رکھتے ہیں تاہم چند روز ہمارے مہمان رہیں، کم از کم ایک ماہ یا ایک ہفتہ ہی سہی کیا حرج ہے؟ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کی تکمیل میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک ہفتے خانقاہ شریف میں قیام کا ارادہ کر لیا اور رفتہ رفتہ یہ قیام دو اڑھائی ماہ تک طویل ہو گیا۔[113]

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے شرفِ بیعت

ابھی خانقاہ شریف میں دو دن بھی نہ گزرے تھے کہ آپ پر حضرت خواجہ قدس سرہٗ العزیز کے تصرف و کشش کے آثار اور اخذِ طریقۂ حضرت خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے ذوق و شوق نے غلبہ کیا، یہاں تک کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ سے بیعتِ توبہ اور اخذِ طریقہ کی درخواست کی۔ بغیر اس کے کہ جانبین استخارہ فرمائیں حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے آپ کو خلوت میں طلب فرما کر (ماہِ ربیع الثانی ۱۰۰۸ھ میں) بیعت کیا، اور ذکر تلقین فرما کر توجہات عالیہ سے ایسا مشرف فرمایا کہ اسی وقت آپ کا قلب ذکرِ الٰہی سے جاری

---

[113] زبدۃ المقامات: ص ۱۳۹، مکتوبات: دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۶۶

ہو گیا اور ذکر قلبی میں عجیب و غریب لذت و حلاوت اور آرام محسوس ہونے لگا، پھر یومًا فیومًا بلکہ انًا فانًا ترقیاتِ عالیہ میں عروج اور فیوضات متعالیہ کا ظہور ہوتا رہا، چنانچہ تھوڑے ہی عرصے میں تمام گذشتہ اور آئندہ اولیائے امت سے سبقت لے گئے، مثلاً قطبیت، فردیت، قیومیت، خلت، طینت، اصالت، محبوبیتِ ذاتی، سابقیت اور تجدیدِ الف ثانی سب کچھ حاصل کر لیا۔ غرض کہ یا تو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خانۂ کعبہ کے طواف کا ذوق و شوق تھا یا راہ میں ہی خود صاحبِ خانہ مل گیا اور روضۂ منورہ صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ و سلامہ کے انوار سے نور و ضیاء حاصل کرنے جا رہے تھے کہ اثنائے سفر ہی میں اقتباسِ انوارِ صاحبِ روضۂ مطہرہ نصیب ہو گیا[114] **سبحان اللہ فسبحان اللہ**۔

آپ کے منازلِ سلوک طے کرنے کے حالات خود آپ کے قلم سے

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اپنے منازلِ سلوک طے کرنے کے حالات مختصر طور پر اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

"**ماہ ربیع الثانی ۱۰۰۸ھ** کے آخری دنون میں یہ فقیر ایک بزرگ (حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی خدمت سے شرف اندوز ہوا جو اس بزرگ خاندانِ (نقشبندیہ) کے خلیفہ تھے اور ان بزرگوں کے طریقے کو حاصل کر کے اسی سال نصف ماہِ رجب میں اس فقیر کو (نقشبندی سلسلے کے) حضورِ (قلب) کی سعادت نصیب ہوئی، اس مقام میں آغاز میں انجام کی جلوہ فرمائی (اندراجِ نہایت در بدایت) کا منظر در پیش ہوتا ہے۔ ان بزرگ (خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے فرمایا کہ نقشبندی نسبت دراصل اسی حضورِ (قلب) کا نام ہے اور پورے دس سال اور چند ماہ کے بعد ماہِ ذیقعدہ کے نصفِ اول میں وہ انتہاء (نہایت) جو ابتداء (بدایت) ہی میں بے شمار ابتداؤں (بدایات)

---

[114] زبدۃ المقامات: ص ۱۴۰، روضۃ القیومیۃ: ص ۷۷

اور درمیانی درجوں (اوساط) کے بے شمار پردوں کے پیچھے جلوہ گر ہوئی تھی نقاب چاک کر کے عیاناً جلوہ گر ہوگئی اور یہ یقین حاصل ہو گیا کہ آغاز (بدایت) میں جو تجلی نظر آئی تھی وہ اسی اسم کی صورت تھی (جس کی حقیقت اب سامنے آئی ہے) اور وہ اسی پیکر کا سایہ یا پرچھائیں تھی اور اس مسمیٰ کا ایک اسم تھا، ان دونوں (یعنی ابتداء و انتہاء) میں بہت بڑا فرق ہے، حقیقتِ حال اس مقام پر پہنچ کر منکشف ہوئی اور معاملہ کا راز یہاں پہنچ کر ظاہر ہوا۔ جس نے اس ذوق کو چکھا ہی نہیں وہ اسے ہر گز نہیں سمجھ سکتا"۔[115]

نیز آپ اپنے حصولِ سلوک کے تفصیلی حالات اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں، جو مولانا ہاشم کشمی کی طرف صادر فرمایا ہے اور جلد اول کے مکتوب نمبر ۲۹۰ میں درج ہے، وہ یہاں تبرکاً درج کیا جاتا ہے:

"اے بھائی! خدا تجھے سیدھے راستے کی ہدایت دے، تجھے جاننا چاہیئے کہ جب اس درویش کو اس راہ کی ہوس پیدا ہوئی تو حق تعالیٰ نے ہادیٔ راہ ہو کر ولایت پناہ، حقیقت آگاہ، اندراج النہایت فی البدایت کے طریقے کی ہدایت کرنے والے، اور درجاتِ ولایت تک پہنچانے والے، راستے کے والی اور پسندیدہ دین کی تائید کرنے والے، ہمارے شیخ آقا اور امام خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچایا جو سلسلۂ حضرات نقشبندیہ قدس سرہم کے ایک بہت بڑے خلیفہ تھے"۔

---

[115] مبدا و معاد، ص ۱۶

تعلیمِ ذکرِ اسمِ ذات

انہوں نے اس درویش کو ذکرِ اسمِ ذات تعلیم فرمایا اور مقررہ طریق سے ایسی توجہ فرمائی کہ مجھ کو کمال لذت حاصل ہوئی اور کمالِ شوق سے گریہ شروع ہوا۔

بے خودی و فنائیت

پھر ایک روز کے بعد بے خودی کی حالت میں میں نے دیکھا کہ ایک محیط سمندر ہے جس میں تمام عالم کی صورتیں اور شکلیں اس طرح نمایاں ہیں جیسی پانی میں چیزوں کے عکس نظر آتے ہیں، یہ بے خودی آہستہ آہستہ غالب آتی گئی اور دیر تک رہنے لگی، کبھی ایک پہر اور کبھی دو پہر تک اور بعض مرتبہ رات بھر یہی حالت رہتی۔

فنائے فنا

جب میں نے یہ حالت حضرت پیر و مرشد خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ سے عرض کی تو آپ نے فرمایا "تھوڑی سی فنا حاصل ہو گئی ہے"۔ پھر آپ نے مجھے ذکر سے منع فرمایا اور اس آگاہی کی نگہداشت کا حکم دیا، دو دن بعد مجھے فنائے اصطلاحی حاصل ہو گئی۔ جب اس کی کیفیت حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کی تو آپ نے فرمایا "اپنے کام میں لگے رہیں"۔ بعد ازاں فنائے فنا حاصل ہوئی۔ پھر عرض کی تو آپ نے فرمایا، "کیا آپ تمام جہاں کو ایک دیکھتے ہیں اور ذاتِ واحد کے ساتھ متصل پاتے ہیں" میں نے عرض کیا حضور ایسا ہی محسوس ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، "فنائے فنا میں قابل اعتبار یہ بات ہے کہ اتصال کے دیکھنے کے باوجود بے شعوری حاصل ہو" چنانچہ اسی شب اس قسم کی فنائے فنا حاصل ہو گئی۔ میں نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں اس کی کیفیت بھی عرض کی کہ میں اپنے علم کو حق سبحانہ و تعالیٰ کی نسبت علمِ

حضوری پاتا ہوں (یعنی علم حصولی پالینے کے بعد بلا توسطِ حصول صورت علمِ حضوری پاتا ہوں)۔ اور جو اوصاف میری طرف منسوب تھے حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف منسوب پاتا ہوں۔

مرتبۂ علمی

پھر ایک سیاہ رنگ کا نور ظاہر ہوا جو تمام اشیائے عالم کو گھیرے ہوئے تھا میں سمجھا کہ حق تعالیٰ یہی ہے۔ میں نے عرض کیا تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "حق جل سلطانہ مشہود ہے لیکن نور کے پردے میں"۔ نیز فرمایا کہ "یہ انبساط اور پھیلاؤ جو اس نور میں دکھائی دیتا ہے (دراصل) علم میں ہے کیونکہ ذات حق جل شانہٗ کا تعلق متعدد اشیاء کے ساتھ ہے جو کہ اوپر نیچے واقع ہوئی ہیں، اس لئے منبسط اور پھیلا ہوا دکھائی دیتا ہے اس انبساط کی بھی نفی کرنی چاہیئے"۔ اس کے بعد وہ پھیلا ہوا سیاہ نور سکڑنے اور کم ہونے لگا حتیٰ کہ ایک نقطہ سا بن گیا۔

مقام حیرت و حضورِ نقشبندیہ

حضرت نے فرمایا "اس نقطے کی بھی نفی کرنی چاہیئے اور مقام حیرت میں آجانا چاہیئے"۔ میں نے ایسا ہی کیا وہ نقطۂ موہوم بھی درمیان سے زائل ہو گیا اور مقام حیرت حاصل ہو گیا کہ جس مقام میں حق تعالیٰ کا شہود (پردۂ نور کے بغیر) خود بخود ہے۔ جب میں نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں یہ کیفیت عرض کی تو فرمایا کہ "یہی حضور حضرات نقشبندیہ کا حضور ہے اور نسبتِ نقشبندیہ اسی حضور کو کہتے ہیں اور اس حضور کو حضورِ بے غیبت بھی کہتے ہیں اور بدایت میں نہایت کا مندرج ہونا اسی مقام میں حاصل ہوتا ہے اور اس طریقے میں طالب کو اس نسبت کا حاصل ہونا ویسا ہی ہے جیسا کہ دوسرے سلسلوں میں طالب کا اپنے پیر سے اذکار اور ادا اخذ کرنا، تاکہ ان پر عمل کر کے مقصود تک پہنچے۔

قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا

فنائے حقیقی

اس خاکسار کو یہ عزیز الوجود نسبت ذکر کی تعلیم کی ابتداء سے دوماہ اور چند روز بعد حاصل ہو گئی تھی اور اس فنا کے حاصل ہونے کے بعد ایک اور فنا حاصل ہوئی جس کو فنائے حقیقی کہتے ہیں اور دل کو اس قدر وسعت حاصل ہوئی کہ عرش سے لے کر مرکزِ زمین تک تمام عالم (موجودات) کی اس وسعت کے مقابلے میں رائی کے ایک دانے کے برابر بھی قدر نہ تھی۔

مرتبہ حق الیقین اور مرتبہ جمع الجمع

بعد ازاں میں اپنے آپ کو اور ہر فرد عالم کو بلکہ ہر ذرے کو دیکھتا تھا کہ یہ سب حق تعالیٰ ہے، اس کے بعد دنیا کے ہر ذرے کو الگ الگ اپنا عین دیکھا اور اپنے آپ کو ان سب کا عین پایا یہاں تک کہ تمام عالم کو ایک ذرے میں گم پایا اس کے بعد اپنے آپ کو بلکہ ہر ذرے کو اس قدر منبسط اور وسیع دیکھا کہ تمام عالم بلکہ اس سے کئی گنا اور عالم اس میں سما سکیں بلکہ اپنے آپ کو ہر ذرے کو ایسا پھیلا ہوا نور پایا جو ہر ذرے میں سرایت کئے ہوئے ہے اور عالم کی صورتیں اور شکلیں اس نور میں گھل مل گئی اور فنا ہو گئی ہیں۔ بعد ازاں اپنے آپ کو بلکہ ہر ذرے کو کو تمام جہان کے قائم رہنے کا باعث معلوم کیا۔ جب یہ کیفیت حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کی تو فرمایا کہ توحید میں حق الیقین کا مرتبہ یہی ہے اور جمع الجمع اسی مقام کو کہتے ہیں۔

بعد ازاں جہان کی تمام صورتیں اور شکلیں جن کو پہلے حق تعالیٰ معلوم کرتا تھا اب وہ وہمی اور خیالی دکھائی دینے لگیں، پہلے ہر ذرے کو بغیر کسی فرق و تمیز کے حق تعالیٰ پاتا تھا اور اسی ذرے کو موہوم پایا، نہایت حیرت حاصل ہوئی۔

اور اس اثناء میں فصوص الحکم کی وہ عبارت جو میں نے اپنے والد بزرگوار علیہ الرحمۃ سے سنی تھی یاد آئی وہ یہ کہ صاحب فصوص نے فرمایا ہے:

اِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِنَّہٗ اَیِ الْعَالَمَ حَقٌّ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِنَّہٗ خَلْقٌ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِنَّہٗ حَقٌّ مِّنْ وَجْہٍ وَ اِنْ شِئْتَ قُلْتَ بِالْحَیْرَتِ لِعَدْمِ التَّمِیْزِ بَیْنَھُمَا۔

اگر تو چاہے تو کہے کہ عالم حق ہے اور اگر چاہے تو کہے عالم خلق ہے اور اگر چاہے تو کہے کہ یہ ایک اعتبار سے حق اور ایک اعتبار سے خلق ہے اور اگر تو چاہے تو ان دونوں میں تمیز نہ ہونے کے باعث حیرت کہے یعنی یہ سب بجا ہے۔

اس عبارت سے اس اضطراب کو کسی قدر تسکین ہوگئی۔ اس کے بعد میں نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی حالت عرض کی تو

مرتبۂ فرق بعد الجمع

"ابھی تمہارا حضور صاف نہیں ہوا، اپنے کام میں مشغول رہیں، حتیٰ کہ موجود اور موہوم میں تمیز ہو جائے"۔ میں نے فصوص کی وہ عبارت عرض کی جس سے عدم تمیز ظاہر ہوتی تھی۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ "شیخ ابن عربی قدس سرہٗ نے اپنی اس عبارت میں کامل شخص کا حال بیان نہیں کیا عدم تمیز بھی بعد بعض اشخاص کی نسبت ثابت ہے"۔ حسب الارشاد میں اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے محض آں جناب (پیر و مرشدنا) کی توجہ شریف سے دو روز کے بعد موجود اور موہوم کے درمیان تمیز ظاہر فرمادی یہاں تک کہ میں نے موجود حقیقی کو موہوم خیالی سے ممتاز پایا اور ان صفات و افعال و آثار کو جو موہوم دکھائی دیتے تھے میں نے حق سبحانہٗ سے دیکھا اور ان صفات و افعال کو بھی محض موہوم پایا اور خارج میں بجز ایک ذات کچھ موجود نہ دیکھا۔ جب میں نے یہ حالت حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کی تو ارشاد فرمایا کہ "مرتبۂ فرق بعد الجمع یہی

ہے اور سعی کو کوشش کی انتہایہیں تک ہے اسے مزید جو کچھ کسی کی فطرت و استعداد میں مقدر کیا گیا ہے، ظاہر ہو جاتا ہے" اور اس مرتبے کو مشائخِ طریقت نے مقام تکمیل کہا ہے۔

سکر و صحو

جاننا چاہیئے کہ اس درویش کو جب اول مرتبے میں سکر سے صحو میں لائے اور فنا سے بقا کے ساتھ مشرف پایا تو جب اپنے وجود کے ذرات میں سے ہر ذرے میں نظر کی تو حق تعالیٰ کے سوا کچھ نہ پایا اور ہر ذرے کو اس کے شہود کا آئینہ معلوم کیا۔ اس مقام سے پھر حیرت میں لے گئے جب ہوش میں لائے تو حق تعالیٰ کو اپنے وجود کے ذرات میں سے ہر ذرے کے ساتھ پایا نہ کہ ہر ذرے میں۔ اور پہلا مقام اس دوسرے مقام کی نسبت بہت نیچے نظر آیا۔ پھر حیرت میں لے گئے جب ہوش میں لائے تو اس مرتبے میں حق سبحانہ و تعالیٰ کو نہ عالم کے متصل پایا، نہ اس سے منفصل اور نہ عالم میں داخل اور اس سے خارج معلوم کیا۔ معیت و احاطہ اور سریان کی نسبت جس طرح کہ اول پاتا تھا بالکل منتفی ہو گئی، باوجود اس کے اسی کیفیت پر مشہود ہوا بلکہ اس طرح پر کہ گویا محسوس ہے اور عالم بھی اس وقت مشہود تھا لیکن حق تعالیٰ کے ساتھ اس نسبتِ مذکورہ سے کچھ نہ رکھتا تھا۔ پھر حیرت میں لے گئے، جب صحو میں لائے تو معلوم ہوا کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کو عالم کے ساتھ اس نسبتِ مذکورہ کے علاوہ ایک اور نسبت ہے اور وہ نسبت مجہول الکیفیت ہے، حق سبحانہٗ و تعالیٰ مجہول الکیفیت نسبت سے مشہور ہوا۔

پھر حیرت میں لے گئے اس مرتبے میں ایک قسم کا قبض طاری ہو گیا، پھر جب ہوش میں لائے تو حق تعالیٰ اس مجہول الکیفیت نسبت کے بغیر اس طرح مشہود ہوا کہ عالم کے ساتھ کوئی نسبت نہیں رکھتا نہ ہی معلوم الکیفیت اور نہ ہی مجہول الکیفیت، اور اس وقت عالم اسی خصوصیت سے مشہود تھا۔ اس وقت ایک خاص علم عنایت ہوا جس کے باعث ہر دو شہود کے حاصل ہونے کے باوجود خلق اور

حق تعالیٰ کے درمیان کوئی مناسبت نہ رہی، اس وقت مجھے بتایا گیا کہ اس صفت و تنزیہ کا مشہود ذات حق نہیں ہے، حق تعالیٰ اس سے برتر ہے بلکہ یہ اس کے تکوین کے تعلق کی صورتِ مثالی ہے، کیونکہ حق تعالیٰ تعلقاتِ کونی سے بالاتر ہے خواہ وہ تعلق معلوم الکیفیت ہو یا مجہول الکیفیت ہیہات ہیہات۔

کَیْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰی سُعَادَوَ دُوْنَھَا[116]

قُلَلُ الْجِبَالِ وَ دُوْنَھُنَّ خُیُوْفُ

میں اپنی محبوبہ تک کس طرح پہنچوں جب کہ اس کے راستے میں پہاڑ کی چوٹیاں اور بڑے بڑے غار حائل ہیں۔

نسبتِ مرادیت و محبوبیت

الحاصل آپ نے دقائق علیہ، واردات مرضیہ اور احوال شریفہ بہت ہی کم مدت میں حاصل فرمائے جو اور سالکوں کو برسوں میں بھی حاصل نہیں ہو سکتے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اندر نسبت محبوبیت و مرادیت ہے او اس نسبت والوں کو مریدیت و محبیت کی نسبت والوں کے مقابلے میں بلا محنت و مشقت بہت جلد سلوک طے ہو جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں:

"حضور نے ایک دن واقعات میں سے کسی واقعے میں فرمایا تھا کہ اگر خاکسار میں محبوبیت کے معنی نہ ہوتے تو مقصود تک پہنچنے میں بہت توقف ہوتا اور اس نسبت کو بھی جو خاکسار کی محبوبیت کو

[116] مکتوبات شریف: دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۹۰

حضور کی عنایت کے ساتھ ہے بیان فرمایا تھا اس سے بڑی بھاری امید وابستہ ہے اور یہ جرأت و گستاخی اسی وجہ سے ہے"۔[117]

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ نے اسی دوران میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے سابقہ حالات استخارہ اور طوطا دیکھنے کی کیفیات بیان فرمائیں، نیز فرمایا کہ جب میں تمہارے شہر سرہند پہنچا تو واقعہ (خواب) میں مجھے دکھایا گیا ہے کہ میں قطب کے پڑوس میں اترا ہوا ہوں اور مجھے اس قطب کا حلیہ بھی دکھایا گیا، اسی صبح کو اس شہر کے درویشوں اور گوشہ نشینوں کی ملاقات کے لئے روانہ ہوا ہر ایک جماعت کو دیکھا لیکن کسی کو اس حلیئے کے مطابق نہیں پایا اور نہ ہی کسی میں قطب ہونے کے آثار و حالات دیکھنے میں آئے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ شاید اس شہر کا کوئی شخص جو اس بات کی قابلیت رکھتا ہو آئندہ ظاہر ہونے والا ہو گا۔ پھر جس روز آپ کو دیکھا تو آپ کا حلیہ اس کے موافق پایا اور اس قابلیت (قطبیت) کی نشانی بھی آپ کے اندر مشاہدہ ہوئی ہے۔ نیز یہ بھی ظاہر ہوا تھا کہ میں نے ایک بہت بڑا چراغ روشن کیا ہے اور مشاہدہ ہوتا تھا کہ ساعت بساعت اس چراغ کا نور بڑھتا جاتا تھا اور یہ بھی مشاہدہ کیا کہ لوگوں نے اس چراغ سے بہت سے چراغ روشن کر لئے ہیں، اور جب میں سرہند کے نواح میں پہنچا تو میں نے اس جگہ کے جنگل و صحرا کو مشعلوں سے پر دیکھا، اس کو بھی میں آپ ہی کے متعلق اشارہ سمجھتا ہوں۔[118]

---

[117] مکتوبات شریف، دفتر اول: مکتوب نمبر ۱۴

[118] زبدۃ المقامات، ص ۱۴۱

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رائے عالی

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں ابھی چند روز ہی گزرنے پائے تھے کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے ایک دوست کو خط میں آپ کی نسبت یہ تحریر فرمایا:

"اہل سرہند سے ایک بزرگ شیخ احمد بڑے عالم فاضل ہیں جو کہ قوتِ عمل سے متصف ہیں، فقیر نے چند روز ان کی صحبت میں نشست و برخاست کر کے بہت سے عجائب روزگار کا مشاہدہ کیا، وہ ایک چراغ ہیں جو بہت عالم منور کریں گے، اللہ تعالیٰ کا شکر اور احسان ہے۔ ان کے کامل احوال کا مجھے واثق یقین ہو گیا ہے۔ شیخ موصوف کے چند بھائی اور رشتہ دار بھی ہیں جو سب کے سب صالح اور عالم ہیں، ان میں چند ایک سے ملاقات ہوئی وہ جواہر عالیہ ہیں عجیب استعداد کے مالک ہیں۔ شیخ کے صاحبزادے جو ابھی بہت کم سن ہیں اسرارِ الٰہی اور شجرۂ طیبہ ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی اچھی طرح نشو ونما کرے۔ اللہ تعالیٰ کے دروازے کے فقیروں کے دل بھی عجیب ہیں۔[119]

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یقین تکمیل

صاحب برکات احمدیہ لکھتے ہیں کہ اس فقیر نے خود حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ فرماتے ہیں: جس روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے مجھے تعلیمِ طریقت دینی شروع کی، اسی دن سے مجھے یقین ہو گیا تھا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجھے عنقریب اس راہ کی نہایت کو پہنچائے گا۔

---

[119] کلیات باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مکتوب:۶۵، ص ۱۳۰، ۱۳۱

اگرچہ میں ہرچند اس یقین کی نفی کرتا تھا کہ لیکن کسی طرح بھی یہ خیال میرے دل سے نہ نکلتا تھا اور اکثر یہ شعر زباں پر جاری ہو جاتا تھا:

ازیں نورے کہ از تو بردلم

یقیں دانم کہ آکر خواہمت یافت

اس بیان کے بعد آپ بہ انکسار و نیازمندی و استغراق اور پرنم آنکھوں کے ساتھ کلمۂ تحمید (الحمدللہ) زبان پر لائے۔[120]

حضرت کی توجہ و تصرف

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے یہ بھی روایت ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ نے ہمارے برادرِ طریقت شیخ تاج کو اس خدمت پر مامور کر رکھا تھا کہ وہ یارانِ طریقت کے بعض احوال وو قائع کو ان سے سن کر بیان کیا کریں مگر میرے احوال کو اس سے مستثنیٰ کر رکھا تھا، آپ خود مجھ سے دریافت فرمایا کرتے تھے اور میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں جا کر کچھ نہیں کہتا تھا۔ ایک دن آپ نے فرمایا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے جو تم اپنے احوال مجھ سے بیان نہیں کرتے۔ میں نے تواضع کے طور پر عرض کیا کہ میرے ایسے حالات ہی کیا ہیں جو گوش گذار ہونے کے قابل ہوں۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا نہیں تم ضرور بیان کرو خواہ معمولی واقعہ ہی ہوا کرے۔ اتفاقاً ان ہی دنون مجھے ایک واقعہ پیش آیا تھا کہ میں شیخ تاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف متوجہ ہوا اور ان پر میں نے اپنا تصرف کیا چنانچہ وہ بے خود ہو کر زمین پر گر پڑے۔ جب میں نے اظہار واقعہ کے بارے میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا واقعہ دیکھا تو لا محالہ اس مذکورہ

---

[120] زبدۃ المقامات: ص ۱۴۵

واقعے کا اظہار کر دیا حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بات سن کر خاموش رہے اور میں بھی خاموش ہو گیا۔[121]

اس واقعے سے آپ کی بلندئ ہمت، علو استعداد قابلیت اور آدابِ پیر کی کثرت رعایت اور تھوڑے عرصے میں ایسے بلند مرتبے پر فائز ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

واپسی سرہند شریف

غرض کہ جب حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کامل و مکمل پایا تو نسبتِ خاصہ القا فرما کر اور خلافت و اجازت کاملہ عطا کر کے اپنے چند طالبانِ صادق آپ کے ہمراہ روانہ فرمائے اور آپ کو ماہ رجب ۱۰۰۸ھ میں سرہند واپس جانے کی اجازت دی۔ پس آپ بکثرت انعامات کے ساتھ اپنے وطن تشریف لائے اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کے مطابق طالبین کی تربیت اور سالکین کی ہدایت میں مشغول ہو گئے اور تھوڑی ہی مدت میں ہزارہا طالبوں کو اپنے چشمۂ فیوض سے سیراب و شاداب کر دیا۔[122]

تعمیر مسجد

دہلی سے واپسی پر آپ نے سرہند شریف میں اپنے گھر کے سامنے "مسجد مردان خدا" (۱۰۰۸ھ میں) تعمیر کرائی۔ یہی وہ مسجد ہے جس کا ہر ذرہ فلکِ ہدایت پر مہرِ درخشاں بن کر چمکا۔[123]

---

[121] زبدۃ المقامات، ص ۱۴۶

[122] زبدۃ المقامات، ص ۱۴۶

[123] حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے ناقدین، ص ۲۷

گوشہ نشینی

اسی زمانے میں طالبوں کی تربیت کے دوران آپ کو اپنے کمال میں کمی کا احساس ہوا اور اس اعلیٰ کمال کو حاصل کرنے کے لئے طالبوں کو رخصت کر دیا اور گوشہ تنہائی اختیار فرمایا۔ چنانچہ مولانا ہاشم کشمی کی طرف تحریر فرماتے ہیں:

"اے برادر! جب حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ کو کامل مکمل جان کر تعلیم طریقے کی اجازت عطاء فرمائی اور طالبوں کی ایک جماعت کو میرے حوالے کیا تو اس وقت مجھ کو اپنے کمال و تکمیل میں تردد تھا آپ نے فرمایا کہ تردد کا کوئی مقام نہیں ہے کیونکہ مشائخِ عظام نے اس مقام کو کمال و تکمیل کا مقام فرمایا ہے، اگر اس مقام میں تردد کریں تو مشائخ کی کمالیت میں تردد لازم آتا ہے۔ حسب ارشاد طریقت کی تعلیم کو شروع کیا اور طالبوں کے کام میں توجہات کو مد نظر رکھا اور طالبوں میں اس کا بڑا اثر محسوس ہوا یہاں تک کہ سالکین کا سالوں کا کام گھڑیوں میں ہونے لگا۔ کچھ مدت تک اس کام کو بڑی سرگرمی اور مستعدی سے کرتا رہا"۔

سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ

آخر کار اپنے نقص کا علم پیدا ہوا اور ظاہر کیا گیا کہ تجلی ٔذاتی برقی جس کو مشائخ کبار نے نہایت کہا ہے اس راہ میں کوئی پیدا نہیں ہوئی اور نیز معلوم نہیں ہوا کہ سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ کیا چیز ہے۔ پس اس قسم کے کمالات کا حاصل کرنا ضروری ہے اس وقت اپنے نقص کا علم روشن ہو گیا۔ وہ طالب جو میرے پاس جمع تھے سب کو اکٹھا کر کے اپنا نقص ان سے بیان کیا اور سب کو رخصت کر دیا لیکن طالب اس بات کو کسرِ نفسی سمجھتے ہوئے اپنے عقیدے سے نہ پھرے۔ کچھ مدت کے بعد حق سبحانہ و

تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل احوالِ منتظرہ (یعنی تجلیٔ ذاتی برقی و معنیٔ سیر الی اللہ فی اللہ) کو بھی عطا فرمادیئے۔[124]

بعض اہل غرض واصحاب رشک نے گوشہ نشینی کے اس معاملے کو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں دوسرے انداز سے بیان کیا جب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو اس کی بابت معلوم ہوا تو آپ نے اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا۔ جس میں آپ نے تحریر فرمایا:

"جس روز سے خادم حضور کی خدمت سے واپس آیا ہے فوق کی طرف رغبت ہونے کے سبب مقام ارشاد کے ساتھ چنداں مناسبت نہیں رکھتا۔ کچھ مدت تک یہ ارادہ رہا کہ گوشہ نشین ہو جائے کیونکہ لوگ صحبت میں شیر ببر کی طرح نظر آتے تھے، گوشہ نشینی کا ارادہ پختہ ہو چکا تھا لیکن استخارہ اس کے موافق نظر نہیں آتا تھا۔ قرب کے مدارج میں اگرچہ ان کی کوئی انتہاء نہیں ہے تاہم انتہا کے درجے تک عروج حاصل ہوا اور کبھی اوپر لے جاتے ہیں کبھی نیچے لے آتے ہیں۔ **كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (الرحمن ۲۹)** "اُسے ہر دن ایک کام ہے" تمام مشائخ کے مقامات پر عروج میسر ہوا **اِلّاَ مَاشَآءَ اللّٰہ**۔

گلے بر دندزیں دہلیزۂ پست
بداں درگاہِ والا دست بردست

اس اثناء میں اگر مشائخ کی روحانیات کے واسطے در واسطے ہونے کو گننے لگوں تو بات لمبی ہو جائے، مختصر یہ ہے کہ تمام مقاماتِ اصلی سے ظلی مقامات کی مانند گزر کر آیا۔ اللہ تعالیٰ کی عنایات کا کیا

---

[124] مکتوبات شریف، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۹۰

بیان کرے قُبِلَ مَنْ قُبِلَ بِلَا عِلَّةِ (جو شخص قبول ہوا ہے بلا سبب و وسیلہ قبول ہوا) اتنی قسم کی ولایت اور ان کے کمالات ظاہر کئے کہ بندہ کیا عرض کرے۔

ماہِ ذی الحجہ[125] میں نزول کے درجوں میں مقامِ قلب تک نیچے لے آئے اور یہ مقام تکمیل و ارشاد کا مقام ہے لیکن ابھی اس مقام کے لئے تمام کمال تک پہنچانے والی چیزیں درکار ہیں دیکھئے کب حاصل ہوتی ہیں یہ کام آسان نہیں ہے۔ مراد ہونے کے باوجود اس قدر منزلیں طے کرنی پڑتی ہیں کہ مریدوں کو عمرِ نوح میں بھی ان کا طے کرنا میسر نہیں ہوتا بلکہ اس قسم کے کمالاتِ مرادین ہی کے ساتھ مخصوص ہیں، مرید اس جگہ قدم نہیں رکھتے افراد کا نہایتِ عروج مقام اصل کی ابتداء تک ہے (بلکہ) بہت سے افراد کا بھی گزر نہیں ہے۔

ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم۔

تکمیل و ارشاد کے مراتب میں توقف کی وجہ یہی ہے اور نورانیت کا نہ ہونا ظلمت غیب کا نور ظاہر ہونے کے سبب سے ہے اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے، لوگ اپنے خیال کے مطابق کئی باتیں بناتے ہیں ان پر اعتبار نہیں کرنا چاہیئے۔

در نیابد حالِ پختہ ہیچ خام
پس سخن کوتاہ باید والسلام

اس قسم کی ظنی باتوں کے اندیشے میں ضرر کا احتمال غالب ہے، آپ ان لوگوں کو فرما دیں کہ اس خستہ دل کے حالات سے اپنی خیالی نظر کو بند کر لیں نظر ڈالنے کے لئے اور بہت سے مواقع ہیں۔

---

[125] غالبًا ماہ ذی الحجہ ۱۰۰۸ھ مراد ہے۔

من گم شدہ ام مرا مجوئید

باگم شدگان سخن مگوئید

اللہ تعالیٰ کی غیرت سے ڈرنا چاہیئے۔ جس امر کو اللہ تعالیٰ کامل کرنا چاہتا ہے اس میں نقص نکالنے اور عیب لگانے کی گفتگو کرنا مناسب نہیں ہے، حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے۔[126]

اس کے بعد ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: "چند روز ہوئے کہ اشیاء میں سیر واقع ہوئی اور طالب علموں اور مریدوں نے پھر ہجوم کیا ہے (لہٰذا) ان کا کام شروع کر دیا گیا ہے، لیکن ابھی اپنے آپ کو اس مقام کے قابل نہیں پاتا صرف لوگوں کے اصرار سے مروت و حیاء کے باعث کچھ نہیں کہتا۔[127]

دہلی کا دوسرا سفر

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو اپنے مرشد کامل حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی زیارت کا اشتیاق مالا یطاق موجزن ہوا تو آپ سرہند[128] سے دہلی تشریف لائے، حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ نے مع اپنے خلفاء و مریدین آپ کا استقبال کیا اور نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ خانقاہ شریف میں ٹھہرایا۔

اس مرتبہ آپ نے اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں مدت تک قیام کیا اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت بابرکت سے مقام و مرتبے کو مزید بلند کیا اور پہلے کی نسبت بہت ترقی حاصل

---

[126] مکتوبات شریف، دفتر اول: مکتوب نمبر ١٦

[127] مکتوبات شریف، دفتر اول: مکتوب نمبر ١٣

[128] یہ واقعات غالباً ١٠٠٩ھ کے ہیں۔

کی۔ ان مقاماتِ بلند اور فضائل ارجمند کے باوجود آپ اپنے پیر بزرگوار کے ادب کی رعایت اس درجے کرتے تھے کہ اس زیادہ متصور نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ صاحب زبدۃ المقامات تحریر فرماتے ہیں کہ خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود مجھ سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بہت تعریف و توصیف کرنے کے بعد فرمایا کہ آپ (حضرت مجدد علیہ الرحمۃ) باوجود علوِ مرتبت و کثرتِ فضیلت، اپنے پیر دستگیر کے ادب کی کمال رعایت کرتے تھے اور خواجہ علیہ الرحمۃ کے مریدوں میں آپ جیسا کوئی شخص نہیں تھا، یہی وجہ ہے کہ اوروں سے پہلے آپ کو برکات نصیب ہوئیں۔ نیز آپ (خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اس فقیر (خواجہ ہاشم کشمی) سے یہ بھی فرمایا کہ جن دنوں حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ ان خلیفۂ عالی درجات یعنی تمہارے شیخ پر نہایت التفات رکھتے تھے اور ان کی توقیر و احترام میں کمال مبالغہ کرتے تھے، مجھے آپ کے بلانے کے لئے بھیجا جوں ہی میں نے آپ سے کہا کہ آپ کے پیر دستگیر آپ کو طلب کرتے ہیں، آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور خوف و بیم سے اس قدر مضطرب ہوئے کہ قریب تھا کہ رعشہ پیدا ہو جاتا، میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ جو میں نے سنا تھا کہ اہلِ قرب کو حیرانی زیادہ ہوتی ہے، تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔[129]

خود حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے بھی رسالہ مبدأ و معاد میں اس کا ذکر کیا ہے کہ "ہم چار آدمی اپنے خواجہ (باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی خدمت میں ایسے تھے کہ لوگوں کی نگاہوں میں باقی دوستوں کی نسبت میں خاص امتیاز حاصل تھا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نسبت ہم میں سے ہر ایک کا اعتقاد علیحدہ تھا اور معاملہ بھی جدا تھا۔ یہ فقیر تو یقین کے ساتھ سمجھتا تھا کہ اس قسم کی

---

[129] زبدۃ المقامات، ص ۱۴۸

صحبت اور یک جائی اور اس طرح اور اس طرح کی تربیت اور ہدایت آنحضرت علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے زمانے کے بعد سے کبھی بھی کسی کو حاصل نہیں ہوئی، اور حق تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کرتا تھا کہ اگرچہ خیر البشر علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے شرفِ صحبت سے مشرف نہیں ہو سکا، تاہم اس صحبت کی سعادت سے محروم نہیں رہا (چند سطور کے بعد) چنانچہ ہم میں سے ہر ایک کو اس کے اعتقاد کے اندازے کے مطابق ہی حصہ ملا"۔[130]

بہر کیف آپ کو آدابِ مرشد کی رعایت اور صحبتِ بابرکت کی وجہ سے بڑا عروج حاصل ہوا، یہاں تک کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایثار کر کے جس قدر نسبت ہائے عالیہ تھیں آپ کو عطا کیں، اور تاج تربیت و ارشاد آپ کے سر پر رکھا اور تمام کاروبارِ تربیت آپ کے حوالے کر دیا۔[131]

واپسی سرہند شریف

اس کے بعد آپ بہ کثرت مزید انعامات کے ساتھ اپنے وطنِ مالوف سرہند تشریف لے آئے جیسا کہ آپ خود فرماتے ہیں: "باز آمدیم باصد ہزار خلعت وفتوح" اور مدت تک سالکوں کو اپنے فیوض و برکات سے مستفیض فرماتے رہے اور اسی ضمن میں اپنے احوال عظیمہ اور اپنے دوسروں اور پیر بھائیوں کی ترقی کے حال احوال اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں عرض کرتے رہے۔ خود خواجہ قدس سرہٗ بھی اپنے ان دوستوں کے حالات آپ سے دریافت کرتے رہتے تھے، جو دہلی سے آپ کے ہمراہ گئے تھے کہ آپ سرہند سے ان کی ترقی اور قابلیت معلوم کر کے لکھتے رہیں۔ اسی طرح حضرت خواجہ

---

[130] مبدأ و معاد، ص٧٦

[131] زبدۃ المقامات، ص١٥٠

علیہ الرحمۃ نے بعض دقائقِ علوم اور درجات و مقامات اربابِ معرفت و تحقیق بھی آپ سے استفسار فرمائے اور جو کچھ آپ نے اس کے متعلق عرض خدمت کیا موجب اطمینان خاطر شریف ہوا۔[132]

۱۰۱۰ھ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے چوتھے صاحبزادے خواجہ محمد فرخ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

---

[132] زبدۃ المقامات، ص ۱۵۰

تجدید کا پہلا سال

از جمعہ ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ تا ربیع الاول ۱۰۱۲ھ [133]

حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ پر تجدیدِ الف ثانی کی پہلی علامت و نشانی یہ ظاہر ہوئی کہ آپ سے عین شرعی امور کے مطابق مشاہدات، تجلیات، ظہورات، احوال، معارف اور علوم ظاہر ہونے لگے، اور وحدتِ وجود کے متعلقہ حالات جو اس سے پیشتر آپ پر ظاہر ہوئے تھے مفقود ہو گئے، کیونکہ وہ حالات ولایتِ صغریٰ میں سے ہیں جو اولیاء کی ولایت ہے۔ [134]

---

[133] صاحب روضۃ القیومیہ نے تجدید و قیومیت کا جلیل القدر منصب عطاء ہونے کی تاریخ اس طرح تحریر فرمائی ہے: "حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ پر "تجدید الف ثانی" کی خلعت کا نزول بروزِ جمعہ دسویں ماہ ربیع الاول ۱۰۱۰ھ کو ہوا"۔ (ص ۹۳)

اس کے بعد ایک دوسرے موقع پر تحریر فرماتے ہیں: "یہ واقعہ سوموار کے روز ۱۵ شعبان ۱۰۱۵ھ کو تجدید قیومیت کے دوسرے سال عصر اور مغرب کے درمیان ظہور میں آیا"۔ روضۃ القیومیہ: ص ۱۱۱۔

اس تضاد کے بیان کرنے سے ہمارا مقصد کوئی تنقیص کرنا نہیں بلکہ ہم تو صاحب روضۃ القیومیہ کے ممنونِ احسان ہیں کہ انہوں نے سالانہ واقعات کو تفصیل کے ساتھ پیش کر کے ایک راہ متعین فرمادی، چنانچہ ہم نے بھی سالانہ واقعات آں موصوف ہی کی پیروی میں پیش کئے ہیں، الا ماشاء اللہ!۔ بعض جگہ اتفاق نہ کرنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ تاریخ کا تعین نہ تو خود حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا، نہ صاحب زبدۃ المقامات نے اور نہ صاحبِ حضرات القدس نے، لہٰذا آں موصوف کے حساب میں سہو ہو جانا یا کتابت میں غلطی ہو جانا ممکن ہوا۔ پھر ہمارے سامنے روضۃ القیومیہ کا اردو ترجمہ ہے، ممکن ہے کہ اصل فارسی نسخے میں اسی طرح ہو جیسا کہ ہم نے پیش کیا ہے۔ غرض کہ ہم نے جمعہ ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ کو تجدید الف ثانی کے منصب عطا ہونے کا دن اس لئے قرار دیا ہے کہ اول تو اس تاریخ پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے کو پورے ایک ہزار سال ہو جاتے ہیں، دوم یہ کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی عمر شریف کے چالیس سال پورے ہو جاتے ہیں، سوم یہ کہ آئندہ بھی زندگی کے تیئیس سال بن جاتے ہیں، چہارم یہ کہ اس حساب سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف اور تبلیغ کے سال کی سنت پوری ہو جاتی ہے۔ پنجم یہ کہ تقویم کے حساب سے بھی دن و تاریخ پورے ہو جاتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب!

[134] روضۃ القیومیہ، ص ۸۶

جب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے ولایت صغریٰ سے ترقی کرکے ولایتِ کبریٰ و ولایت علیا اور کمالات نبوت حاصل کئے تو آپ پر علوم و معارفِ شرعیہ جو معارف انبیاء علیہم السلام ہیں ظاہر ہونے لگے اور حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے تجدیدِ الف ثانی کی خلعت سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو نوازا۔ **فسبحان اللہ و بحمدہٖ۔**[135]

نزول خلعت تجدید

بروز جمعہ ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ صبح کے وقت حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ حلقۂ مراقبہ فرما رہے تھے تو حالتِ کشفی میں دیکھتے ہیں کہ حضورِ انور و سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع اولیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک جماعت کے تشریف فرما ہوئے ہیں اور خود اپنے دست مبارک سے نہایت فاخرہ خلعت جو گویا محض نور تھی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پہنائی اور فرمایا کہ یہ تجدیدِ الف ثانی کی خلعت ہے۔[136]

تو گوئے عارفاں راز میداں ربودۂ
تجدیدِ الف را تو سزاوار بودۂ

چنانچہ خود حضرت موصوف قدس سرہٗ نے اپنے مکتوبات شریفہ میں متعدد جگہ صراحتًا و اشارتًا تحدیثِ نعمت کے طور پر اپنے مجدد الف ثانی ہونے کا ذکر فرمایا ہے، لہٰذا ان عبارات کا اردو ترجمہ **"مجددیت"** کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں۔

---

[135] روضۃ القیومیہ، ص۸۸

[136] روضۃ القیومیہ، ص۸۹

نزول خلعت قیومیت

پھر چند ماہ بعد بروز پیر ۲۷ رمضان المبارک ۱۰۱۱ھ کا واقعہ ہے کہ نمازِ ظہر کے بعد آپ مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور ایک حافظ صاحب آپ کی مجلس میں قرآن مجید نہایت خوش الحانی سے پڑھ رہے تھے کہ یکایک ایک اعلیٰ درجے کی نوری خلعت آپ نے اپنے اوپر مشاہدہ کی، ساتھ ہی القاء ہوا کہ یہ قیومیت کی خلعت ہے جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمال اتباع کی وجہ سے آپ کو عطا کی گئی ہے۔[137]

چنانچہ خود حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ قیومیت کی حقیقت اور اس منصب پر فائز ہونے کی تشریح فرماتے ہیں:

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللهِ (الفاطر ۳۲)

اور دوسری جگہ فرماتا ہے:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا (الأحزاب ۷۲)

ان دونوں آیتوں کی مراد اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی جانتا ہے لیکن ہم وہ تاویل بیان کرتے ہیں جو ہم پر ظاہر ہوئی ہے:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا (البقرة ۲۸۶)

[137] روضۃ القیومیہ، ص۸۹

جاننا چاہیئے کہ اِنَّ اللہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ۔ "اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے"۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ شکل وصورت سے پاک ومنزہ ہے پس حق تعالیٰ کا آدم کو اپنی صورت پر پیدا کرنا اس معنی میں ہو سکتا ہے کہ اگر عالمِ مثال میں مرتبۂ تنزیہ کی کوئی صورت فرض کی جائے تو بے شک یہی مثال صورتِ جامع ہوگی جس پر یہ انسانِ جامع موجود ہوا ہے، دوسری صورت کو یہ قابلیت حاصل نہیں ہے کہ اس مرتبۂ مقدسہ کی تمثال ہو سکے اور اس کا آئینہ بن سکے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان حق تعالیٰ کی خلافت کے لائق ہوا ہے، کیونکہ خلیفہ جب تک شئے کی صورت پر مخلوق نہ ہو اسے شئے کی خلافت کے لائق نہیں ہوتا، اس لئے کہ شئے کا خلیفہ شئے کا قائم مقام اور نائب ہوتا ہے اور جب انسان رحمٰن تعالیٰ شانہٗ کا خلیفہ ہوا تو امانت کا بوجھ اس کے واسطے متعین ہو گیا **لا یحمل عطایا الملک الا مطایاہ** (بادشاہوں کے عطیات کو ان ہی کے باربردار اٹھا سکتے ہیں) آسمان، زمین اور پہاڑ یہ جامعیت کہاں سے پائیں تاکہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی صورت پر پیدا ہوں اور اس سبحانہٗ وتعالیٰ کی خلافت کے لائق ہوں اور اس کی امانت کا بوجھ اٹھا سکیں۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اگر بالفرض اس بارِ امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے حوالے کرتے تو یہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے اور ان کا کچھ اثر باقی نہ رہتا اور وہ امانت اس حقیر کے خیال میں نیابت کے طور پر تمام اشیاء کی قیومیت ہے جو انسانِ کامل کے ساتھ مخصوص ہے یعنی انسانِ کامل کا معاملہ یہاں پہنچ جاتا ہے کہ اس کو بحکمِ خلافت تمام اشیاء کا قیوم[138] بنا دیتے ہیں، اور تمام مخلوق کو تمام فیضانِ وجود وبقا اور تمام کمالاتِ ظاہری وباطنی اسی کے واسطے سے پہنچاتے ہیں، اگر فرشتہ ہے تو وہ بھی اسی کے ساتھ متوسل ہے اور اگر انسان اور جن ہے تو وہ بھی اس کا (دامن) پکڑنے والا ہے اور

---

[138] اس میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی قیومیت کی طرف اشارہ ہے۔

در حقیقت تمام اشیاء کی توجہ اس کی طرف ہے اور سب اسی کی طرف متوجہ ہیں، خواہ وہ اس حقیقت کو جانیں یا نہ جانیں، حق سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا (الأحزاب ۷۲) یعنی انسان اپنے نفس پر اس قدر زیادہ ظلم کرتا ہے کہ وہ اپنے وجود اور توابع وجود (یعنی صفات ثمانیہ) میں (کیونکہ انسان بھی حق تعالیٰ کی صفات ثمانیہ کا ظلال ہے) ان کا کچھ بھی نام ونشان اور حکم باقی نہیں چھوڑتا اور (واقعی) جب تک وہ اپنے اوپر اس طرح ظلم نہیں کرے گا بارِ امانت اٹھانے کے لائق نہیں ہو گا۔ جَهُوْلاً یعنی اس قدر جاہل ہے کہ اس کو اپنے مطلوب (مقصود) کا علم و ادراک نہیں بلکہ وہ مطلوب کے ادراک سے عاجز اور مقصود کے علم سے جاہل ہے یہ عجز وجہل اس مقام میں کمال معرفت ہے کیونکہ اس مقام میں جو ان سب میں سب سے زیادہ جاہل وہ سب سے زیادہ عارف ہے اور اس میں شک نہیں جو ان میں سب سے زیادہ عارف ہو گا وہی بارِ امانت اٹھانے کے لائق ہو گا۔ یہ دونوں صفتیں ظَلُومًا جَهُولًا گویا بارِ امانت کو اٹھالینے کی علت ہیں۔ یہ عارف جو کہ اشیاء کی قیومیت کے منصب سے مشرف ہوا ہے وزیر کا حکم رکھتا ہے کہ تمام مخلوقات کے اہم کام اور معاملات اس کی طرف راجع کر دیئے جاتے ہیں، انعامات اگرچہ بادشاہ کی طرف سے ہیں لیکن ان کا پہنچنا وزیر کے توسط سے وابستہ ہے۔ اس دولت کے سردار ابوالبشر حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور یہ منصب عالی اصلی طور پر اولوالعزم پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اور ان بزرگواروں کی تبعیت ووراثت کے طور پر جس کو چاہیں اس دولت سے مشرف فرمائیں؛

با کریمـــاں کارہا دشوار نیســـت

وارثانِ کتاب (یعنی جن تین گروہوں کا ذکر آیۂ مبارکہ) ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا (الفاطر ۳۲) الآیۃ میں مذکور ہے، اس میں پہلا گروہ جو کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں

میں سے ہیں یہی لوگ ظالم لنفسہٖ ہیں جو کہ منصبِ وزارت و قیومیت سے مشرف ہیں، ان برگزیدہ لوگوں میں سے دوسرا گروہ جن کو مقتصد (میانہ رو) سے تعبیر فرمایا ہے وہ لوگ ہیں جو دولتِ خلت سے مشرف ہوئے ہیں اور صاحبِ سرّ اور اہلِ مشورہ ہیں، اگرچہ بادشاہت کا معاملہ اور کاروبار وزیر سے وابستہ ہے، لیکن خلیل یعنی دوست ہم نشین و غمخوار اور انیس ہوتا ہے، یہ (خلیل) اپنی فرحت کے لئے اور وہ (وزیر) دوسروں کے معاملات کے لئے، ان دونوں میں بڑا فرق ہے (یعنی خلیل پہلے گروہ سے بڑا ہے) اور اس مقام عالی یعنی خُلّت کے سرِ حلقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل الرحمٰن علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور جس کو چاہیں اس مقام عالی سے مشرف فرمائیں۔ مقامِ خلت سے اوپر مقام محبت ہے جس مقام اعلیٰ کے ساتھ تیسرے گروہ کے لوگ جو سابق بالخیرات ہیں مشرف ہوئے ہیں۔ یار و ندیم اور ہوتا ہے اور محب و محبوب اور، وہ اسرار و معاملات جو محب و محبوب کے درمیان ہوتے ہیں یار و ندیم کا اس میں کچھ دخل نہیں، اگرچہ کمال الفت و انس کے وقت محبت کے خفیہ اور پوشیدہ اسرار کو جلیل القدر خلیل کے ساتھ بیان کر سکتے ہیں اور اس کو محب و محبوب کے اسرار کا محرم بنا سکتے ہیں۔ محبوں کے سر حلقہ حضرت کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور محبوبوں کے سر گروہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں یا ان بزرگواروں کی وراثت اور تبعیت سے جس کسی کو ان دونوں مقاموں سے مشرف فرمائیں اور وہ مقامات جو مقام محبت سے اعلیٰ ہیں اس فقیر کے کسی مکتوب میں مذکور ہو چکے ہیں ان میں بھی صدر نشین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں وہ سب مقامات سابقین کے مقام میں داخل ہیں جو وارثان کتاب میں سے تیسرے گروہ کو نصیب ہیں۔[139]

[139] دفتر دوم، مکتوب نمبر ۴۷

نیز دفتر سوم مکتوب نمبر ۱۰۴ میں تو بالکل واضح طور پر فرماتے ہیں "وایں خلعتِ زائلہ کنایت از معاملۂ قیومیت بودہ است" یعنی اس خلعتِ زائلہ سے مراد (جو وصال سے قبل آپ سے جدا ہو گئی اور حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کو مرحمت فرمائی گئی جیسا کہ اس مکتوب شریف میں اوپر مذکور ہے) معاملۂ قیومیت ہے جو کہ تربیت و تکمیل سے تعلق رکھتا ہے، الخ۔

مجتہد کا خطاب عطا کرنا

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ "مبدا ٔ و معاد" میں تحریر فرماتے ہیں: "ایک مرتبہ حضرت پیغمبر علیہ و علی آلہ الصلوات والتسلیمات نے واقعے میں اس فقیر سے فرمایا تھا کہ "تو علمِ کلام کے مجتہدین میں سے ہے"۔ [140]

اسی سال "خزینۃ الرحمۃ" کا خطاب بھی بارگاہِ ایزدی سے آپ کو عطا ہوا۔

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مکتوب

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ میں خط و کتابت کا سلسلہ جاری تھا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کا نہایت شفقت و محبت سے لبریز ایک مکتوب گرامی موصول ہوا جو درج ذیل ہے:

"حق سبحانہ و تعالیٰ آپ کو کمال کے اعلیٰ مرتبے پر پہنچائے، بزرگوں کے پیالے میں زمین کا حصہ بھی ہوتا ہے، اس میں سرِ مو تکلف نہیں جو حقیقت حال ہے لکھی جاتی ہے، پیر انصار قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ کا مرید ہوں لیکن اگر وہ اس وقت موجود ہوتے تو باوجود پیر ہونے کے میرے مرید ہوتے۔ جب کہ ان بے صفتوں کی یہ صفت ہو تو پھر کیوں

---

[140] مسائل اجتہادیہ کے لئے "تعلیمات" کا باب ملاحظہ فرمائیں۔

کہ ان آثار و صفات کا گرفتار طلب گاری کے لوازمات پر جان کو فدا نہ کرے اور جہاں سے خوشبو دماغ میں آئے کیوں اس کے پیچھے نہ جائے، اب ہماری سستی اور دیر کوئی بے نیازی یا استغناء کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ اشارے پر موقوف ہے:

چوں طمع خواہد ز من سلطانِ دیں

خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں

ہم نے اپنی موجودہ حالت اور دل کی قناعت ظاہر کر دی ہے اب جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہے اس کی ہدایت کرے اور غرور و خود پسندی سے نجات دے"۔[141]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے اس مکتوب گرامی کا نہایت عاجزی اور انکساری سے جواب دیا جو مکتوبات شریف کے دفتر اول میں موجود ہے۔ اس کے تین ماہ بعد پھر حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے مزید مندرجہ ذیل گرامی نامہ ارقام فرمایا:

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا دوسرا مکتوب گرامی

"اللہ تعالیٰ فقراء و مساکین کو اپنے برگزیدہ بندوں کی برکات سے منزل مقصود پر پہنچائے، مدت سے میں نے درگاہِ ولایت میں اپنی نیازمندی عرض نہیں کی۔ اس کلمے کو ہیچ نامہ برضرور خدمتِ والا میں عرض کر دیں گے الحمد للہ، ایسی صورتیں خود ہی نکل آتی ہیں اور زیادہ کیا لکھوں۔ درویشوں کی باتیں آپ کی خدمت میں لکھنا نہایت بے شرمی ہے اور ظاہری وضع کی باتیں لکھنا بہت ہی بے جا ہے الغرض ہمیں اپنی حد کو مد نظر رکھ کر فضول باتوں سے احتراز کرنا چاہیئے۔ والدعا"[142]

---

[141] کلیات باقی باللہ: مکتوب ۸۳، ص ۱۴۰

[142] کلیات باقی باللہؒ، مکتوب نمبر ۸۵

یہ استفارات و نوازشیں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ پر اس حد تک ہوئیں کہ آپ کے وفورِ تعطش و اشتیاق کا مندرجہ ذیل اشعار سے اندازہ ہو سکتا ہے:

بس تشنہ و بس خرابم اے دوست
در حسرت یک دم آبم اے دوست
ہر جا کہ ترشحِ تو بینم
در العطش آیم و نشینم

دہلی کا تیسرا سفر

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے مکتوبات و نوازشات نے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کو زیارت و ملاقاتِ شیخ کے اشتیاق نے بے چین کر دیا اور آپ بے اختیار دہلی روانہ ہو گئے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کو جب آپ کی تشریف آوری کی اطلاع ہوئی تو پاپیادہ مع خلفا و مریدین شہر سے باہر استقبال کے لئے تشریف لائے اور بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ آپ کو خانقاہ شریف میں لائے اور قیام کا انتظار فرمایا۔ یہ تیسرا سفر ۱۰۱۲ھ کے ابتدائی مہینوں کا معلوم ہوتا ہے۔

اس مرتبہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی صحبت میں مزید عروج و کمال حاصل ہوا۔ بسا اوقات حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ اپنی موجودگی میں آپ کو برسرِ حلقہ بٹھاتے اور صبح و شام مراقبے کے حلقوں کا مقتدا فرماتے اور خود بھی آپ کے حلقے میں مستفیدانہ شرکت فرماتے۔ اور جب حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حلقہ سے اپنی قیام گاہ تشریف لے جاتے تو نہایتِ ادب کا لحاظ رکھتے ہوئے چند قدم تک الٹے پاؤں واپس ہوتے تھے اور دوستوں کو بھی تاکید فرماتے تھے کہ جو استقبال و متابعت ہم ان کے ساتھ کرتے ہیں آپ بھی کیا کریں اور ان کے ساتھ

دوستانہ سلوک اختیار کریں، بلکہ اپنے اصحاب سے فرماتے تھے کہ ان کی موجودگی میں اپنے باطن کو ہماری طرف متوجہ نہ رکھا کریں۔[143]

حضرت خواجہ میر محمد نعمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے ساتھ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی تواضعات کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اپنے حجرے میں تخت پر آرام فرمارہے تھے کہ اتفاقاً حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ بہ نفس نفیس آپ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ خادم نے آپ کو بیدار کرنا چاہا لیکن حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے نہایت مبالغہ کے ساتھ اس کو بیدار کرنے سے منع فرمادیا اور خود حجرے کے دروازے کے باہر نہایت ادب و نیاز کے ساتھ آپ کے بیدار ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ آپ حالانکہ گہری نیند میں سو رہے تھے لیکن ایک لمحہ بھی نہیں گزرا تھا کہ فوراً اٹھ بیٹھے اور دریافت فرمایا کہ باہر کون صاحب ہیں؟ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نہایت ادب[144] کے ساتھ فرمایا: فقیر محمد باقی۔ آپ فوراً اپنے تخت سے مضطرب ہو کر اٹھے اور باہر آکر نہایت فقر و انکساری کے ساتھ آپ کی خدمت میں بیٹھ گئے۔[145]

ان ہی ایام میں حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے اپنے صاحبزادگان خواجہ عبیداللہ و خواجہ محمد عبداللہ رحمہم اللہ تعالیٰ کو جو اس وقت شیر خوار تھے آپ کے روبرو پیش کر کے ان دونوں کے حق میں

---

[143] زبدۃ المقامات، ص ۱۵۳

[144] سلطان اورنگ زیب کے زمانے میں "مرآۃ العالم" اور "مرآۃ جہاں نما" جو کتابیں تالیف ہوئی ہیں ان میں بطور عجائب روزگار ان آداب کا ذکر ہے جو حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے بجالاتے تھے۔ روضۃ القیومیہ، ص ۱۱۶

[145] زبدۃ المقامات، ص ۱۵۳، ۱۵۴

توجہ کے لئے ارشاد فرمایا، آپ نے حسب الامر توجہ فرمائی جس کے آثار اسی وقت ظاہر ہو گئے۔ اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کے مطابق ہر دو صاحبزادگان کی والدات کے حق میں بھی غائبانہ توجہ فرمائی۔[146]

چنانچہ مکتوبات شریف میں جو دو صاحبزدگان کے نام صادر ہوا ہے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"یہ فقیر تین مرتبہ حضرت ایشان یعنی خواجۂ بزرگوار کی قدم بوسی کی دولت سے مشرف ہوا، اخیر دفعہ حضور نے اس فقیر سے فرمایا کہ بدن کی کمزوری کمال درجہ مجھ پر غالب آگئی ہے اور زندگی کی امید کم ہے، بچوں کے احوال سے باخبر رہنا ہو گا اور اسی وقت اپنے حضور میں آپ کو بلایا آپ اس وقت دائیوں کی گود میں تھے یعنی دودھ پیتے بچے تھے اور فقیر سے فرمایا کہ ان کی طرف توجہ کرو۔ فقیر نے حکم کے بموجب حضور کی خدمت میں آپ کی طرف توجہ کی حتیٰ کہ اس کا اثر بھی اسی وقت ظاہر ہو گیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ ان کی والدات کے لئے بھی غائبانہ توجہ کرو، حکم کے موافق غائبانہ توجہ کی گئی۔ امید ہے کہ حضور کی برکت سے اس توجہ سے کئی قسم کے فائدے اور نتیجے حاصل ہوں گے۔ آپ ہر گز تصور نہ کریں کہ حضور کے کسی واجب الامتثال امر اور حضور کی وصیتِ لازمہ میں کسی قسم کی سستی یا غفلت واقع ہوئی ہو، ہر گز نہیں بلکہ آپ کے اشارے اور اذن کے منتظر ہیں"۔[147]

صاحب روضۃ القیومیہ تحریر فرماتے ہیں: "بعد ازاں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فرمایا کہ ہم پر بھی توجہ کریں، پہلے تو آپ نے بڑی ادب

---

[146] زبدۃ المقامات، ص ۱۵۴

[147] زبدۃ المقامات، ص ۱۵۵

وانکساری سے معافی چاہی کہ کہیں ترکِ ادب نہ ہو جائے لیکن آخر کار جب حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مصر ہوئے تو خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں عدم تعمیلِ ارشاد کے مرتکب نہ ہو جائیں، اس لئے مجبورًا آپ نے دعا اور توجہ باطنی کی، حتیٰ کہ عنایت الٰہی سے ان (حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا مقصود حاصل ہو گیا۔ خواجہ ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تاریخ میں یہ قصہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت باقی باللہ قدس سرہٗ کے خلیفہ شیخ تاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبانی سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہم شیخ احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ مبارک سے ان مقامات میں پہنچے جو ہم نے پہلے کبھی نہ دیکھے تھے۔ ان کی توجہ نے ہمیں توحیدِ وجودی کے مقام سے نکال کر مقاماتِ شرعیہ میں پہنچا دیا۔

نیز صاحب روضۃ القیومیہ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے جو مکتوبات اپنے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں لکھے ہیں ان میں سے بعض میں تحریر فرمایا ہے کہ "میں نے عزیز متوقف کو فلاں مقام تک پہنچا دیا اور فلاں مقام سے فلاں مقام تک ترقی کرائی"۔ جب حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ سے بعض احباب نے جرأت کر کے دریافت کیا کہ "عزیز متوقف سے کون صاحب مراد ہیں؟" تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "میں ہی عزیز متوقف ہوں، مجھے ہی اشارتًا عزیز متوقف لکھتے ہیں"۔ [148]

---

[148] مکتوبات شریف، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۶۶

واپسی سرہند

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کچھ عرصے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمتِ اقدس سے فیض یاب ہو کر سرہند تشریف لائے، اس کے بعد پھر آپ کو حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کی صحبت میسر نہ ہو سکی۔

اس سال دیگر حضرات کے علاوہ ملا عبد الرحمٰن ایک جید عالم آپ کے مرید ہوئے۔[149]

خانہ کعبہ کا نزول

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو ہمیشہ کعبہ شریف کی زیارت کا بہت شوق رہا لیکن بعض موانعات کی وجہ سے وہ شوق پورا نہ ہو سکا، اس سال وہ شوق بہت زیادہ ہو گیا اور بے قراری زیادہ بڑھ گئی، ایک روز اسی بے قراری میں کشفی حالت میں کیا دیکھتے ہیں کہ جن و انس اور ملائکہ وغیرہ تمام مخلوق نماز ادا کر رہی ہے اور آنجناب کی طرف رخ کر کے سجدہ کر رہی ہے، جب آپ نے توجہ کی تو معلوم ہوا کہ کعبۂ معظمہ کی مثالی صورت نے آپ پر نزول فرمایا ہوا ہے، یہی وجہ ہے کہ جو شخص کعبہ معظمہ کی طرف سجدہ کرتا ہے اس کا رخ آپ ہی کی طرف معلوم ہوتا ہے، اسی اثناء میں الہام ہوا کہ تم ہمیشہ کعبے کے مشتاق رہتے تھے ہم نے کعبے کو تمہاری ملاقات کے لئے بھیجا ہے، بعد ازاں کعبۂ معظمہ نے حضرت کی خانقاہ میں حلول کیا اور خانقاہ شریف اور مسجد کی زمین کو بیت اللہ کی زمین سے پوری پوری فناء و بقاء حاصل ہو گئی، چنانچہ بعد میں اس متبرک جگہ کو جہاں کعبۂ معظمہ

[149] روضۃ القیومیہ، ص ۱۱۵، ۱۱۶

کی مثالی صورت نے حلول کیا تھا نشاندہی کے طور پر باقی حصے سے اونچا کر کے ممتاز کر دیا گیا تھا، آج تک وہ صفہ زیارت گاہِ خاص وعام ہے۔[150]

اس کے باوجود حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو ظاہر طور پر فریضۂ حج ادا کرنے کا شوق بے چین وبے قرار رکھتا تھا جس کا اندازہ مندرجہ ذیل مکتوب سے بخوبی ہو سکتا ہے:

"اگرچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حقیقتِ کعبہ کے ساتھ الحاق یعنی وصول میسر ہو چکا ہے اور اس الحاق کے بعد بے شمار ترقیاں حاصل ہو چکی ہیں، مگر صورت کو صورتِ کعبہ کی ملاقات کا شوق ہے۔ حج فرض ہو چکا ہے اور راستے کا امن بھی غلبۂ سلامتی کے باعث ثابت ہو چکا ہے اور اس فرض کے ادا کرنے کا شوق بھی کمال درجے کا ہے، لیکن دیر پر دیر ہوتی جا رہی ہے، سفر کا استخارہ بھی موافقت نہیں کرتا اور اگرچہ اچھی طرح متوجہ ہوتا ہوں پھر بھی چلنے کا راستہ نہیں کھلتا اور کعبے تک پہنچنا نظر نہیں آتا، کیا کیا جائے، ادائے فرض کی تاخیر میں یہ تمام عذرات فائدہ مند نہیں ہیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کی توفیق سے فریضۂ حج ادا کرنے کے ارادہ پر گھر سے نکلنا چاہیئے اور سر اور آنکھوں کے بل منزلوں کو قطع کرنا چاہیئے، اگر پہنچ گئے تو نعمتِ عظمیٰ ہے اگر راہ ہی میں رہ گئے تو بھی بڑی بھاری امیدواری ہے"۔[151]

اس قدر شوق وبے قراری اور کثرتِ اشتیاق کے باوجود آپ کو آخری عمر تک فریضۂ حج ادا کرنے کی سعادت حاصل نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یقیناً کوئی بہت بڑی شرعی رکاوٹ آپ کے اس سفر کی مانع رہی ہے، ورنہ آپ ضرور فریضۂ حج اور زیارتِ روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوتے۔

---

[150] روضۃ القیومیہ، ص ۱۰۱، ملخصًا

[151] مکتوبات شریف، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۲۷

تجدید کا دوسرا سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۲ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۱۳ھ

لاہور کا سفر

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ تیسری مرتبہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں فیضِ صحبت حاصل کر کے سرہند شریف واپس تشریف لے آئے، چند روز وہاں گزار کر پیر بزرگوار کے ارشارہ وارشاد کے بموجب تبلیغِ دین کے لئے لاہور تشریف لے گئے، چنانچہ لاہور کے چھوٹے بڑے علماء ومشائخ نے آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر پرجوش استقبال کیا اور نہایت تعظیم وتکریم سے پیش آئے۔ مولانا طاہر لاہوری، مولانا حاجی محمد، مولانا جمال الدین تلوی، خان خاناں اور مرتضیٰ خان وغیرہ بکثرت عوام وخواص آپ کے حلقۂ ارادت وبیعت میں داخل ہوئے اور حلقۂ ذکر ومراقبہ بہت وسیع ہو گیا مجلسِ صحبت ہر وقت گرم رہنے لگی۔ علاوہ ازیں شیخ خواجہ فرخ حسین ماوراء النہر سے اور سید صفر احمد رومی روم سے بہت تلاش وجستجو کے بعد لاہور ہی میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے۔[152]

حضرت مولانا ہاشم کشمی قدس سرہٗ زبدۃ المقامات میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا جمال تلوی علیہ الرحمۃ کے ایک فاضل تلمیذ نے احقر سے بیان کیا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ جب لاہور میں قیام پزیر تھے تو ہمارے استاذ مولانا جمال تلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے چاہا کہ چند قدم چل کر آپ کو

---

[152] روضۃ القیومیہ، ص ۱۱۷

رخصت کریں، جب آگے بڑھے تو مولانا نے آپ کے نعلین اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیئے، شاگردوں پر آپ کا یہ افراطِ تواضع گراں گزرا کیونکہ ہمارے اعتقاد کے مطابق مولانا موصوف علم و ورع اور تقویٰ وصفائے باطن کے لحاظ سے کم نہ تھے۔ جب ہم باہر آئے تو گستاخی کرکے ہم نے عرض کیا کہ آپ کی اس تواضع و تذلل کی کوئی وجہ نہیں؟ فرمایا یہ علماء باللہ و محرمانِ اسرارِ مع اللہ ہیں ان کا احترام ہم پر لازم ہے، لہٰذا اس باب میں مجھے معذور سمجھو بلکہ ماجور و مصاب جانو۔[153]

نیز مولانا جمال تلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک اور تلمیذ بیان کرتے ہیں کہ مولانا نے ایک روز حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے دریافت کیا کہ آپ اس وقت علمِ احکام و علمِ اسرار کے جامع ہیں، مسئلہ وحدت الوجود چنداں ظاہر شرع سے موافقت نہیں رکھتا، آپ کے نزدیک اس مسئلے کا حل کیونکر ہے، آپ نے سرگوشی کرکے مولانا موصوف سے چند کلمات فرمائے، اسی وقت مولانا موصوف کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے اور اربابِ حال کی طرح چہرہ متغیر ہو گیا، دیر تک خاموش بیٹھے رہے اور آخر خاموش ہی رخصت ہو گئے اور کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ آپ نے کیا کہا اور مولانا نے کیا سنا۔

ندانم چہ گفتی چہ انگیختی
کہ گفتی واز دیدہ خوں ریختی[154]

---

[153] زبدۃ المقامات، ص۱۵۷

[154] زبدۃ المقامات، ص۱۵۷

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ ابھی لاہور ہی میں مقیم اور سرگرم حلقۂ ذکر و شغل تھے کہ حضرت پیر بزرگوار باقی باللہ قدس سرہٗ کے انتقال پر ملال کی اطلاع آپ کو ملی کہ چند یوم کی علالت کے بعد ۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۰۱۲ھ کو دہلی میں وصال ہو گیا ہے۔

اس جاں کاہ حادثہ کی خبر پاتے ہی آپ کا آرامِ دل بے آرامی میں تبدیل ہو گیا، بدن پر لرزہ طاری ہو کر ہوش و حواس گم ہو گئے اور ایک آہِ سرد کھینچ کر انا للہِ و انا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے بے اختیار بہ حالتِ اضطرار دہلی کی جانب روانہ ہو گئے۔ اگرچہ راستے میں سرہند شریف تھا لیکن گھر نہ گئے۔ دہلی پہنچ کر مرشدبرحق کے مزار پر انوار کی زیارت کی، مخدوم زادوں اور پیر بھائیوں سے تعزیت کی اور صبر و دلاسہ دیا۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے اصحاب نے آپ کی صحبت و تربیت کی برکت سے اپنے شکستہ دلوں کے علاج کی درخواست کی، آپ نے اپنے پیر بزرگوار کے امر و وصیت کے مطابق اور دوستوں کی خواہش کے مطابق ان کے شکستہ دلوں کی تسلی و تشفی کے لئے چند روز دہلی میں قیام کرنا منظور فرما لیا اور احباب کے احوال کی جستجو اور ارشاد و افاضہ اور حلقۂ ذکر میں مشغول ہو گئے۔ چنانچہ نئے سرے سے تربیت و ارشاد کی اس محفل میں سرگرمی و تازگی پیدا ہو گئی اور طالبوں کے باطن میں آثار توجہات و انوارِ جذبات جلوہ گر ہو گئے۔[155]

اسی اثناء میں شیطان نے بعض کو ورغلا کر آپ کا مخالف بنا دیا، آپ نے ہر چند پند و نصیحت کی اور سمجھانا چاہا لیکن کچھ اثر نہ ہوا آخر آپ دہلی سے روانہ ہو کر سرہند شریف لے آئے۔ اس کے بعد صرف ایک مرتبہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس پر دہلی تشریف لے گئے

---

[155] زبدۃ المقامات، ص ۱۵۸

اور دو تین مرتبہ آگرہ جانے کا اتفاق ہوا، البتہ اخیر عمر میں تین سال تک شاہی لشکر کے ہمراہ بعض شہروں پر آپ کا گزر ہوا تو وہاں کے اکثر حضرات آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوا۔[156]

حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خرقہ پیش ہونا

اس سال وہ خرقہ شریف جو حضرت غوث اعظم محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ نے اپنے صاحب زادے سید تاج الدین عبد الرزاق قدس سرہٗ کو تفویض فرما کر ارشاد فرمایا تھا کہ ایک زمانہ آئے گا جس میں ایک بزرگ وحیدِ امت پیدا ہو گا جو دین اسلام کو نئے سرے سے تازگی بخشے گا اور شرک و الحاد کو نابود کرے گا، یہ خرقہ اس بزرگ کو عنایت کرنا۔ چنانچہ وہ خرقہ سید صاحب کے جانشینوں میں یکے بعد دیگرے امانتاً چلا آتا تھا، حتیٰ کہ جب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو تجدید و قیومیت کی خلعت سے نوازا گیا تو حضرت شاہ کمال قدس سرہٗ نے عالم رؤیا میں اپنے پوتے حضرت شاہ سکندر قدس سرہٗ[157] سے فرمایا کہ یہ خرقہ قیومیت مآب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو پہنچا دو۔ جب دو تین مرتبہ ایسا ہی خواب دیکھا تو شاہ سکندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خرقۂ مبارک لے کر کیتھل سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔[158] آپ اس وقت دوستوں کے ساتھ مراقب تھے۔ شاہ سکندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خرقۂ مبارک آپ کے کندھوں پر ڈال دیا۔ جب

---

[156] زبدۃ المقامات، ص ۱۵۸

[157] حضرت شاہ سکندر بن شاہ عماد الدین بن حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس اللہ اسرارہم کی کیتھل میں ولادت ہوئی بچپن ہی میں اپنے جدِ امجد کی صحبت میں روحانی و باطنی علوم کی تکمیل کی۔ آپ کو احوال و مواجید اور خرق عادات میں حضرت شاہ کمال قدس سرہ کا ورثہ حاصل تھا اور ایک مدت تک جذبات و حالتِ عظمیہ کا فیض جاری رہا۔ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ آفتاب کو دیکھنا آسان ہے لیکن حضرت شاہ سکندر کے قلب کو نورانیت کے غلبہ کے سبب نگاہ کو دیکھنے کی تاب نہیں ہے، آپ کی وفات ۱۰۲۳ھ میں ہوئی اور آپ کا مزار پر انوار قصبہ کیتھل ضلع کرنال میں ہے۔ (زبدۃ المقامات و دربار قادری)

[158] روضۃ القیومیہ رکن اول، ص ۱۰۸

حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آنکھ کھولی اور شاہ سکندر کو دیکھا تو تواضع کے ساتھ معانقہ فرمایا، اس کے بعد شاہ صاحب موصوف نے فرمایا کہ میرے دادا حضرت شاہ کمال علیہ الرحمۃ نے وصال کے وقت یہ جبہ ٔمبارک بطورِ امانت میرے سپرد کیا تھا اب چند مرتبہ مجھ سے ارشاد فرمایا کہ یہ جبہ میں آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ چنانچہ آپ نے اس جبہ ٔمتبرکہ کو پہنا اور پھر اس کو پہنے ہوئے زنان خانے میں تشریف لے گئے۔

جب کچھ دیر بعد باہر تشریف لائے تو آپ نے اپنے کسی محرم اسرار دوست سے فرمایا کہ اس خرقہ ٔمبارک حضرت شاہ کمال قدس سرہٗ کو پہننے کے بعد عجیب معاملہ پیش آیا کہ مجھ پر قادریہ نسبت کا اس قدر غلبہ ہوا کہ وہ نقشبندیہ نسبت پر غالب آگئی۔ پھر ذرا وقفے کے بعد نقشبندیہ نسبت اس پر غالب آگئی، چند مرتبہ ایسا ہی ہوا کہ کبھی وہ نسبت غالب آجاتی اور کبھی یہ اتنے میں حضرت غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ حضرت شاہ کمال رحمھم اللہ تعالیٰ تک اپنے خلفاء حضرات کے ہمراہ تشریف لائے، میرے دل کو اپنے تصرف میں کیا اور اپنے انوار و اسرار اور نسبت ہائے خاصہ سے مجھے نوازا، میں ان انوار و احوال میں غرق ہو کر اس دریائے نور میں غواصی کرنے لگا، جب کچھ دیر اسی حالت میں گزر گئی تو مجھے خیال آیا کہ میں تو اکابر نقشبندیہ کا پروردہ ہوں اب یہ صورت کیا ہو گئی ہے؟ اس خیال کے آتے ہی مشائخ نقشبندیہ کے خلفاء حضرات بھی حضرت خواجہ عبد الخالق قدس سرہٗ کے ہمراہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے ہمراہ تشریف لے آئے اور حضرت خواجہ سید بہاؤالدین قدس سرہٗ نہایت ادب کے ساتھ حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کے پہلو میں بیٹھے اور دونوں سلسلوں کے حضرات میں تکرار ہونے لگی۔ مشائخ نقشبندیہ رحمھم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تو ہمارا پروردہ ہے اور ہماری تربیت سے اس ذوق و حال اور کمال و اکمال تک پہنچا ہے آپ

حضرات کو اس پر کس طرح حق حاصل ہے۔ اکابر قادریہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایام طفولیت سے ہی ہماری نظر اس پر رہی ہے اور یہ ہمارے ہی خوانِ نعمت کی چاشنی چکھے ہوئے ہے اور ابھی ہم نے اس کو اپنا خرقہ پہنایا ہے۔

زبہرِ آں بتِ چوں شمع وچوں گل
گرفتہ جنگ باپروانہ بلبل

یہ مباحثہ جاری تھا کہ مشائخ کبرویہ و مشائخِ چشتیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی جماعت بھی آپہنچے اور انہوں نے مصالحت کرادی اس کے بعد میں نے ان دونوں نسبتوں سے کامل و وافر حصہ اپنے باطن میں پایا۔

الغرض آپ سلسلۂ قادریہ میں بھی مرید کرتے تھے اور ان مشائخ کا شجرہ و کلاہ و دامنی بھی دیتے تھے، اور اگر کوئی طالب اس سلسلہ کا ذکر طلب کرتا تھا تو اس کو اس کی تعلیم دیتے تھے اور ان کی نسبت سے طالب کی تربیت کیا کرتے تھے۔ آپ کو سلسلۂ چشتیہ میں اپنے والد ماجد سے اجازتِ ارشاد حاصل تھی۔[159]

حضرت خواجہ ہاشم کشمی اور مولانا بدرالدین سرہندی علیہما الرحمہ اپنی تاریخوں میں لکھتے ہیں کہ اس دن اس قدر اولیائے امت کی روحیں سرہند شریف میں تشریف لائیں کہ ہر جگہ ہر طرف وہی نظر آتی تھیں اور صبح سے ظہر تک یہی مناظرہ و مذاکرہ ہوتا رہا، آخر سب نے حضرت سرورِ کائنات کی طرف رجوع کیا۔ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازراہِ لطف و کرم ہر ایک کو تسلی و دلاسا دیا اور فرمایا کہ تم سب اپنی اپنی نسبتیں اس عزیز کو دے دو جو شخص اس سلسلے میں داخل ہو گا اس کا اجر تم کو

---

[159] زبدۃ المقامات، ص ۱۳۴، ۱۳۵

بھی مل جائے گا اور اس کے ذریعے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی اشاعت زیادہ ہو گی، کیونکہ اسے نسبتِ معبود اسی سلسلے سے حاصل ہوئی ہے اور اس سلسلے کے سردار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام مخلوقات سے افضل ہیں، نیز اس طریقے میں اتباع سنت اور امور بدعت سے کنارہ کشی حد درجہ ہے۔[160] یہ واقعہ پیر کے دن ۱۵ شعبان ۱۰۱۲ھ کو تجدید و قیومیت کے دوسرے سال پیش آیا۔[161]

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی وفات کے بعد آپ کے مسودات مکاشفۂ خاصہ میں سے ایک مسودہ ملا جس میں چار دائرے بنے ہوئے تھے، ایک دائرے میں ولایت بالفتح لکھی ہوئی تھی اور دائرہ چہارم میں کمال مطلق لکھا ہوا تھا اور اربابِ دوائر اربعہ میں آپ کو بعد صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اخص لخواص سے شمار کیا تھا، ان دائروں کے حاشیئے پر مراتب و مقامات لکھے تھے جو آپ نے اپنے مکاشفے میں معائنہ کئے تھے اور ان دائروں کے درمیان مشائخِ طریقت کے دس بارہ نام لکھے ہوئے تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا نام بھی آپ نے ان دس بارہ شخصوں کے درمیان تحریر فرمایا تھا۔[162]

اسی سال کے دوران سید صدر جہاں اور خان اعظم جو اکبر بادشاہ کے مقرب وزراء میں سے تھے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مرید ہوئے۔

---

160 روضۃ القیومیہ، ص ۱۰۹

161 روضۃ القیومیہ، ص ۱۱۱

162 زبدۃ المقامات، ص ۱۵۶

تجدید کا تیسرا سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۳ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۱۴ھ

جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے وصال پر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ تعزیت کے لئے دہلی تشریف لے گئے اور وہاں بعض حضرات کی مخالفت کی وجہ سے کبیدہ خاطر ہو کر سرہند تشریف لے آئے۔ اس کے نتیجے میں مخالفین کے باطنی حالات و کیفیات میں فرق آگیا تو یہ حضرات بہت گھبرائے اور خواجہ حسام الدین احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور مولانا محمد قلیچ خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جو حضرت باقی باللہ قدس سرہٗ کے برادرِ نسبتی تھے نہایت عاجزی کے ساتھ اپنی غلطی سے آگاہ کیا اور استدعا کی کہ آپ ہماری طرف سے مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں معافی کی درخواست کریں، چنانچہ ان کی درخواست پر حضرت تحریر فرماتے ہیں:

"بعض دوستوں کے بارے میں (آپ نے) تحریر فرمایا تھا، اس فقیر نے ان کو قصوروں کو معاف کیا، اللہ تعالیٰ رحم کرنے والا ہے معاف فرمائے، لیکن دوستوں کو نصیحت کریں کہ حضور غیبت میں آزار و تکلیف کے درپہ نہ ہوا کریں۔ خاص کر میاں اللہ داد کے بارے میں لکھا ہوا تھا فقیر کو کچھ مضائقہ نہیں ہے لیکن مشار الیہ کے لئے اپنی وضع کے بدلنے سے نادم ہونا ضروری ہے۔ معاف کرنا اس تقدیر پر مطلوب و متصور ہے کہ وہ لوگ اپنی وضع کو برا جانیں اور اس سے پشیمان ہوں ورنہ عفو کی گنجائش نہیں ہے۔ میرے مخدوم! وہ سلب کرنا اختیار میں نہ تھا جیسا کہ بالمشافہ تذکرہ آچکا ہے، وہ سلب اب بھی بدستور ہے زائل نہیں ہوا۔ آگ کے انگارے کو جب سرد کرتے ہیں اور آگ اس سے دور ہو جاتی ہے تو پانی ڈالنے کے بعد بھی اس میں آواز باقی نہیں رہتی ہے، یہ نہیں کہہ سکتے کہ ابھی

آگ اس میں پوشیدہ ہے، واقعات کا کچھ اعتبار نہیں ہے، یہ بات اگر آج پوشیدہ ہے تو منتظر رہیں انشاء اللہ تعالیٰ کل ظاہر ہو جائے گی۔[163]

اسی سال خان خاناں اور شیخ فرید الملقب بہ مرتضیٰ اللہ خاں نے جو پہلے حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کے مرید تھے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر تجدیدِ بیعت کی۔

اندازہ ہے کہ اسی سال حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اپنے پیر بزرگوار کی یاد میں ان کی دو رباعیوں کی شرح فرما کر اپنے خستہ و غمگین دل کے لئے تسکین کا سامان مہیا کیا۔

---

[163] مکتوبات شریف، مکتوب نمبر ۳۲

تجدید کا چوتھا سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۴ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۱۵ھ

جیسا کہ ولادتِ باسعادت کے ضمن میں عرض کیا جاچکا ہے کہ اس وقت ہندوستان میں اکبر بادشاہ کا دور دورہ تھا جس کی وجہ سے نہایت درجے بے دینی پھیلی ہوئی تھی، بادشاہ رعایا کو اللہ تعالیٰ کے دروازہ سے ہٹاکر اپنی چوکھٹ پر جھکنے اور سجدہ کرنے پر مجبور کرتا تھا۔ اس ظلم و ستم اور جبر و تشدد کا منظر دیکھ کر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی رگوں میں اسلامی خون جوش زن ہوا، آپ نے خان خاناں، خانِ اعظم، سید صدر جہاں اور مرتضیٰ خاں وغیرہ کے ذریعے بادشاہ کو نصیحت آمیز پیغامات بھیجے۔ یہ حضرات اکبر بادشاہ کے مقربین میں سے تھے اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی روحانی قوت سے خوف دلایا۔ غرض کہ بہت قیل و قال کے بعد بادشاہ اس بات پر رضامند ہو گیا کہ:

"لوگوں کو اختیار ہے خواہ دینِ اسلام پر رہیں یا بادشاہ کے اختراعی طریقے میں شامل ہو جائیں اور کسی پر سجدۂ تعظیمی کرنے کے لئے بھی جبر نہ کیا جائے گا"۔

علاوہ ازیں بادشاہ نے اپنے درباریوں کا جائزہ لینے کے لئے ایک دن مقرر کیا جس میں سنت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عمل کرنے والوں کا خیمہ الگ تھا جو معمولی درجے کا تھا اور شاہی معتقدین کا خیمہ الگ تھا جو نہایت شاندار طریقے پر پر تکلف کھانوں سے آراستہ کیا گیا تھا، اکبر بادشاہ میدان میں ایک غرفے میں بیٹھا ہوا درباریوں کی آمد و رفت ملاحظہ کر رہا تھا کہ اتفاقاً عین دربار کے وقت نہایت تند و تیز ہوا چلی جس کی وجہ سے شاہی ذریات کا خیمہ اکھڑ گیا اور لوگوں کو بہت چوٹیں آئیں، خود بادشاہ بھی نہ بچ سکا اس کو بھی کسی چیز کے لگ جانے سے چوٹ آئی، لیکن خدا کی شان دیکھئے کہ سنتِ

نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر چلنے والوں کا خیمہ جوں کا توں اپنی آب و تاب سے کھڑا رہا اور کسی کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچا۔[164]

اس واقعے کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد بروز شنبہ ۸ جمادی الاولیٰ ۱۰۱۴ھ کو اکبر بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔

---

[164] روضۃ القیومیہ، رکن اول: ص۱۲۶

اکبر بادشاہ کی موت[165]

خان بہادر شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ دہلوی مرحوم[166] تحریر فرماتے ہیں کہ اکبر نے ۱۰۱۴ھ میں وفات پائی اور ملا عبدالقادر کی تاریخ ۱۰۰۴ھ پر ختم ہو جاتی ہے، ابوالفضل کی موت ۱۰۱۱ھ میں واقع ہوئی اور اکبر کے مرنے سے اس کی آئینِ اکبری اور اکبر نامہ ختم ہوگئے اس لئے اکبر کے مذہبی خیالات کے تغیرات کا ذکر آخر کے دس سال میں کسی مؤرخ نے نہیں لکھا، شہنشاہ اکبر کے مذہبی

---

165 شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر بن ہمایوں بن بابر بن عمر بن سلطان ابوسعید بن سلطان محمد بن میران شاہ بن قطب الدین صاحب قرآن امیر تیمور گورگان بروز اتوار ۵ رجب ۹۴۹ھ مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۵۴۲ء کو حمیدہ بانو کے بطن سے قلعہ عمرکوٹ ضلع تھرپارکر سندھ میں اس وقت پیدا ہوا جب ہمایوں، شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر بھٹکتا پھر رہا تھا۔ آخر ہمایوں ایران چلا گیا اور اکبر کابل میں اپنے چچا مرزا عسکری کے زیر سایہ پرورش پاتا رہا، جب ہمایوں نے چار سال بعد شاہ طہماسپ صفوی کی مدد سے کابل فتح کیا تو اکبر اپنے ماں باپ سے ملا۔ ہمایوں نے اپنے وزیر بیرم خان کو اکبر کا اتالیق مقرر کیا جس کی نگرانی میں اس نے فنونِ جنگ اور طرز، جہانبانی توسیکھ لیئے لیکن تعلیم حاصل نہ کر سکا۔ ۱۵۵۵ء میں ہمایوں نے اپنی کھوئی ہوئی سلطنت حاصل کر لی، لیکن تقریباً چھ ماہ بعد ۱۵۵۶ء میں جبکہ اکبر عمر بمشکل چودہ سال ہو گی ہمایوں کتب خانہ کے زینے سے گر کر فوت ہو گیا، اور بروز جمعہ ۲ ربیع الثانی ۹۲۳ھ مطابق ۱۴ فروری ۱۵۵۶ء کو کلانور ضلع گورداس پور پنجاب میں اکبر کے سر پر تاج شاہی رکھا گیا، چار سال تک وہ اپنے اتالیق بیرم خان کی نگرانی میں حکومت کرتا رہا بعد ازاں تمام انتظامات اس نے اپنے ہاتھ میں لیئے۔ شروع میں اس نے فتوحات پر اپنی توجہ مرکوز رکھی اور تمام شمالی ہندوستان اپنے زیر نگیں لے آیا۔ اس کی سلطنت میں کشمیر، افغانستان، سندھ اور گجرات شامل تھے، اس نے انتظام سلطنت میں نمایاں کامیابی حاصل کی، وہ نہایت ذہین اور ذکی الطبع انسان تھا، ناخواندہ ہونے کے باوجود اس نے جو تجربات کئے اور جو اصلاحات نافذ کیں وہ پڑھے لکھوں کے لئے بھی قابل رشک ہیں، شروع میں وہ مذہب اسلام کا بڑا پابند تھا علماء کی قدر کرتا اور بزرگان دین سے عقیدت رکھتا تھا، بعد میں شیخ مبارک ناگوری اور اس کے لڑکوں فیضی اور ابوالفضل کے اثر سے نہ صرف آزاد خیال ہو گیا بلکہ اس نے دینِ الٰہی کے نام سے ایک دین بھی رائج کیا تھا جس کو نہ اس کی زندگی میں مقبولیت حاصل ہوئی اور نہ وہ اس کے انتقال کے بعد جاری رہ سکا، بعض شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ آخر عمر میں اکبر اپنے غلط عقائد سے تائب ہو کر پھر ایک سچا مسلمان بن گیا تھا واللہ اعلم، تقریباً پچاس سال حکومت کر کے منگل ۸ جمادی الاولیٰ ۱۰۱۴ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۶۰۵ء کو انتقال کیا۔ آگرہ سے چار میل فاصلے پر سکندرہ میں مزار ہے۔

166 تاریخ ہندوستان، ج۵، ص۸۶۳

خیالات ہمیشہ بدلتے رہتے تھے معلوم نہیں کہ ان آخری دس سال میں اس میں کیا تغیر پیدا ہو۔ جہانگیر کی توزک جہانگیر کا ترجمہ انگریزی زبان میں میجر پرائس نے کیا ہے، ترجمے میں یہ فقرہ ہے ''شہنشاہ اکبر نے سب سے بڑے مولوی کے ہاتھ پر توبہ کی اور کلمہ پڑھ کر جنتی مسلمانوں کی طرح وہ اس دنیا سے رخصت ہوا''۔ مگر اس مضمون کا کوئی فقرہ اس توزکِ جہانگیری میں نہیں ہے، جو ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر نے ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء میں چھپوایا ہے۔ شمس العلماء موصوف نے جلد ششم میں تحریر فرمایا ہے کہ جہانگیر نے چھوٹی توزک میں اپنے باپ کے مرنے کا حال بہت دلچسپ لکھا ہے (اس میں درج ہے) روز سہ شنبہ ۸ جمادی الاولیٰ ۱۰۱۴ھ کو میرے باپ و مرشد کا سانس تنگ ہوا اور وقتِ رحلت نزدیک آگیا فرمایا'' بابا (جہانگیر کو خطاب کیا) کسی آدمی کو بھیج کر میرے کل امراء اور مقربین کو بلا لو، تاکہ میں تجھ کو ان کے سپرد کروں اور اپنا کہا سنا ان سے معاف کراؤں، انہوں نے برسوں میری ہم رکابی میں جاں فشانی کی ہے۔ امراء حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے ان کی طرف منہ کرکے اپنا کہا سنا معاف کرایا اور چند فارسی اشعار پڑھے، میران صدر جہاں حاضر ہوائے اور دو زانو ادب سے بیٹھ کر کلمۂ شہادت پڑھنا شروع کیا۔ بادشاہ نے خود بھی اپنی زبان سے بلند آواز کے ساتھ کلمۂ شہادت پڑھا اور میران صدر جہاں سے فرمایا کہ سرانے بیٹھ کر سورۃ یٰسین اور دعائے عدیلہ پڑھیں جب میران صدر جہاں نے سورۂ یٰسین پڑھ کر دعاءِ عدیلہ ختم کی تو بادشاہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور جان جانِ آفریں کو سپرد کی۔[167]

---

[167] علمائے ہند کا شاندار ماضی، ص ۱۰۱ بحوالہ خلاصہ، ص ۲۸ ے ۲۸۶۱۔ جلد ہشتم تاریخ ہندوستان

تجدید کا پانچواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۵ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۱۶ھ

اس سال حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے حلقۂ ارادت میں دور دراز ممالک کے بہت سے مشہور علماء و مشائخ داخل ہوئے۔ مثلاً شیخ طاہر بدخشی نے شاہِ بدخشاں کی رفاقت چھوڑ کر ہندوستان کا رخ کیا۔ راستے میں مولانا صالح کولابی، طالقان کے ایک جید عالم شیخ عبدالحق شادمانی، شیخ احمد برکی، مولانا یار محمد اور مولانا شیخ یوسف بھی ساتھ ہو گئے، بالآخر یہ سب حضرات سفر کی دشوار گزار منزلیں طے کرتے ہوئے سرہند شریف پہنچے اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر شرفِ زیارت و بیعت سے مشرف ہوئے آپ نے سب پر شفقت و عنایت کی نظر فرمائی۔

شیخ احمد برکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک ہفتے اپنی خدمت میں رکھا اور خلعتِ خلافت و قطبیت سے سرفراز فرما کر وطن کو رخصت کر دیا، چنانچہ شیخ احمد برکی کو اپنے وطن میں بڑی قبولیت نصیب ہوئی، خراساں، بدخشاں اور توران کے ہزارہا اشخاص آپ کے مرید ہوئے۔

اسی زمانے میں شیخ حسن کو اور شیخ یوسف کو بھی خلافت عطا فرما کر واپس کیا۔

مولانا صالح کولابی کو کچھ عرصے اپنی خدمت میں رکھ کر خلافت عطا فرما کر طالقان کی طرف روانہ فرمایا۔

مولانا قاسم علی کو بھی خلافت عطا فرما کر ماوراء النہر روانہ کیا۔

ان سب حضرات نے ان علاقوں میں دینِ اسلام کی بہت تبلیغ کی۔[168]

---

[168] روضۃ القیومیہ، ص ۱۲۸، ۱۲۹۔ اندازہ ہے کہ اس سال معارفِ لدنیہ کی تکمیل ہوئی۔

تجدید کا چھٹا سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۶ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۱۷ھ

اس سال حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے طریقۂ عالیہ مجددیہ کی اشاعت خراسان و بدخشاں اور توران میں اس قدر ہوئی کہ وہاں کا کوئی شہر، گاؤں یا قصبہ ایسا نہ تھا جہاں اس سلسلۂ عالیہ کے خلفاء نہ پہنچ گئے ہوں اور وہاں کے بڑے بڑے آدمی ان کے معتقد نہ ہو گئے ہوں۔

شیخ طاہر بدخشی کو بھی اسی سال خلافت سے مشرف فرمایا۔

اسی سال حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو خوش خبری دی گئی کہ آپ کا تمام سلسلہ قیامت تک جتنا ہو گا سب بخش دیا جائے گا، چنانچہ آپ اس نعمت کے شکر کا اظہار اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ (المنشرح ۱۱)

اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

یہ فقیر اپنے دوستوں کے حلقے میں ایک روز بیٹھا ہوا تھا اور اپنی کم زوریوں پر غور کر رہا تھا۔ یہ فکر اس حد تک غالب آچکی تھی کہ اپنے آپ کو (درویشی کی) اس وضع میں بغیر کامل مناسبت کے محسوس کر رہا تھا اسی عرصے میں بمصداق مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَهُ اللّٰهُ (جو اللہ تعالیٰ کے لئے انکساری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اور بلند فرما دیتا ہے) (کارکنان قضاء وقدر نے) اس دور افتادہ کو ذلت کی خاک سے اٹھایا (اور مزید بلند کر دیا) اور میرے باطن میں یہ ندا دی کہ غَفَرْتُ لَکَ وَ لِمَنْ تَوَسَّلَ بِکَ اِلَیَّ بِوَاسِطَةٍ اَوْ بِغَیْرِ وَاسِطَةٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ۔ (میں نے تجھے بخش دیا اور قیامت تک پیدا ہونے والے ان

تمام لوگوں کو بھی بخش دیا جو تیرے وسیلے سے مجھ تک پہنچیں، خواہ یہ وسیلہ بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ)۔۔۔۔اس کے بعد مجھے حکم دیا گیا کہ میں اس واقعے کو ظاہر کر دوں۔[169]

اس سال حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے عرس پر دہلی تشریف لے گئے تو مخالفین حضرات ننگے سر اپنی اپنی دستاروں کو گلے میں ڈالے شہر سے کئی میل باہر استقبال کے لئے حاضر ہوئے اور بالمشافہ بھی اپنے قصوروں کی صدق دل سے معافی چاہی، آپ نے سب کو معاف فرما دیا۔[170]

---

[169] مبدأ و معاد: منہا نمبر ۵، رکن اول، ص ۱۲۴

[170] روضۃ القیومیہ، رکن اول، ص ۱۲۴

تجدید کا ساتواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۷ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۱۸ھ

اس سال حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایسا مرض لاحق ہوا کہ نصیبِ دشمناں زندگی کی امید باقی نہ رہی، اس لئے حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے صاحبزادے خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور میر محمد نعمان کو بلا کر اپنی نسبتِ خاصہ القا کی بعد ازاں حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پوری طور پر صحت نصیب ہوئی۔[171]

شیخ فضل اللہ علیہ الرحمۃ برہان پوری اپنے زمانے کے بڑے مشائخ میں سے تھے جب ان کو حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ تعالیٰ علیہ کی تجدید و قیومیت کا علم ہوا اور انہوں نے آپ کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنی چاہی تو بعض حاسدین نے آپ کے متعلق غلط بیانی سے کام لیا۔ چونکہ شیخ صاحب کمال بزرگ تھے اس لئے انہوں نے اس معاملے کی تحقیق کے لئے ایک ذی استعداد مرید کو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں بھیجا، چنانچہ وہ تین ماہ تک خانقاہ شریف میں رہ کر حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات کا مشاہدہ کرتا رہا اور آپ کا معتقد ہو گیا۔ واپسی کے وقت اس نے اپنے آنے کی غرض و غایت بیان کی تو آپ نے اس کے شبہات کے تسلی بخش جواب دیئے۔ اس مرید کے واپس پہنچنے پر شیخ فضل اللہ بھی حضرت کے معتقد ہو گئے۔ اس کے بعد اگر کوئی شخص اطرافِ سرہند سے آپ کے پاس مرید ہونے کی غرض سے آتا تو فرماتے کہ ”آفتاب کو چھوڑ کر ستاروں کی طرف رجوع کرنا برا ہے“۔[172]

---

[171] روضۃ القیومیہ: ص ۱۳۴۔ سوانح عمری حضرت مجدد الف ثانی قدس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ص ۸۳

[172] روضۃ القیومیہ: ص ۱۳۴۔ سوانح عمری حضرت مجدد الف ثانی قدس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ص ۸۳

اسی سال حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے خواجہ میر محمد نعمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خلافت عطا فرما کر دکن بھیجا۔ اس علاقے میں میر صاحب کے ارشاد و ہدایت نے یہاں تک ترقی کی کہ مراقبے کے لئے خانقاہ میں کئی سو سوار اور بے شمار پیادے حاضر ہوا کرتے تھے، یہ زمانہ چونکہ جہانگیر بادشاہ کی سلطنت کے ابتدائی دور کا تھا اور وہ اپنی کمزوریوں کا احساس کرتے ہوئے ایسے مجمع کو خطرے سے خالی نہ سمجھتا تھا، اس لئے اس نے میر صاحب موصوف کو دکن سے بلا کر اپنے پاس رکھا۔[173]

[173] حضرات القدس، ص ۲۶۹

تجدید کا آٹھواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۸ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۱۹ھ

شیخ حسن غوثی علیہ الرحمۃ بھی ہندوستان کے بلند پایہ علماء میں سے تھے، ان کو بھی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مدارج کمالات میں شبہ تھا، لیکن تحقیق کے بعد انہوں نے توبہ کی اور آپ کے تمام کمالات کا اعتراف کیا اور اولیاء کے احوال میں جو تذکرہ لکھا ہے اس میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے احوال میں یہ عبارت درج ہے:

"بالا نشین مسندِ محبوبیت، صدر آرائے محفلِ وحدانیت، خدیو مقامِ فردیت وقطبیت، صاحب مرتبۂ قیومیت و تجدیدِ الف"۔

ہندوستان کے ایک رئیس تربیت خاں کے ہاں کسی تقریب کے موقع پر چند علماء بھی مدعو تھے رئیس موصوف نے ان سے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے بارے میں دریافت کیا تو ایک عالم نے کہا کہ حضرت کے اوضاع واطوار دیکھ کر نہ صرف یہ کہ میری عقیدت بڑھ گئی بلکہ گزشتہ اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کی عظمت بھی میرے دل میں قائم ہو گئی۔ دوسرے عالم نے کہا کہ کتابیں تصنیف ہوتی ہیں یا تالیف، ایک عرصے سے تصنیف کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا صرف تالیف رہ گئی تھی، لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تمام مکتوبات ورسائل تصنیفات ہیں جو آپ کی علوِشان کی شاہد ہیں، کیونکہ میں نے ان کا بغور مطالعہ کیا ہے آپ نے کسی دوسرے کی عبارت کا کہیں حوالہ نہیں دیا، بلکہ صرف اپنے حاصل کردہ علوم واسرار بیان فرمائے ہیں۔ ایک اور عالم نے کہا کہ انصاف کی بات تو یہ ہے کہ جو شخص ایک ادب کے ترک کو اپنے لئے حرام سمجھتا ہو اس کا کلام کس طرح شریعت سے ہٹا ہوا ہو سکتا ہے، ان کے کلام اور شریعت میں بال برابر بھی فرق نہیں، لیکن بات یہ ہے کہ اہلِ

زمانہ کا مزاج ان کے حقائق سمجھنے کے لائق نہیں ہے وغیرہ۔ ان حقائق کو سن کر تربیت خاں اس قدر متاثر ہوا کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوا اور باقی عمر آپ کی خدمت میں گزار دی اور مرنے کے بعد بھی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے روضۂ شریفہ کے بالکل قریب دفن ہوا۔[174]

---

174 روضۃ القیومیہ، رکن اول، ص۱۳۶

تجدید کا نواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۹ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۲۰ھ

اس سال کے حالات میں صاحب روضۃ القیومیہ تحریر فرماتے ہیں کہ "حضرت سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے از راہِ لطف و کرم حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو اپنا مکون ومزور بنایا"۔ "مُکَوِّن" اور "مُزَوَّرْ" اس شخص کو کہتے ہیں کہ جب شیخ کامل چاہے کہ اپنے کمالات خاصہ کو مرید میں القا کرے تو مرید اس کے تصرف و توجہ سے شیخ کی رنگت اختیار کر جائے اور اس کے حقائق ودقائق سے متحقق ہو جائے حتیٰ کہ مرید کی صورت بھی شیخ کی صورت ہو جائے۔[175]

اس بات کو سمجھنے کے لئے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی توجہ شریفہ سے نانبائی کا حضرت خواجہ کے ہم شکل بن جانا مثال کے لئے کافی ہے۔

علاوہ ازیں اس سال حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے بعض کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ اسی سال خواجہ محمد اشرف کابلی اور شیخ میرک حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے، شیخ میرک شہزادہ دارا شکوہ[176] کے استاد تھے۔ چنانچہ دارا شکوہ نے سفینۃ الاولیاء میں اپنے استاد کا آپ سے بیعت ہونا لکھا

---

[175] روضۃ القیومیہ، رکن اول، ص ۱۳۸

[176] دارا شکوہ شاہجہاں کا سب سے بڑا لڑکا تھا، اس کی ولادت ۲۹ صفر ۱۰۲۴ھ مطابق ۳۰ مارچ ۱۶۱۵ھ میں ہوئی، وہ فارسی، عربی اور سنسکرت زبان میں تبحر رکھتا تھا، مذہب اسلام کے ساتھ ساتھ اس نے ہندو مذہب کا بھی گہرا مطالعہ کیا تھا جس کی وجہ سے اس میں کچھ ایسی رواداری پیدا ہو گئی تھی جس کی وجہ سے وہ اسلام کے ساتھ دیگر مذاہب کو بھی حق سمجھنے لگا تھا۔ اسلامی شریعت سے زیادہ وہ ایک ایسے تصوف کا قائل تھا جس میں ایمان و کفر کا فرق مٹ جاتا ہے، وہ پنڈتوں اور عیسائی پادریوں سے ویسی ہی عقیدت رکھتا تھا جیسی مسلمان اولیاء و صوفیہ سے۔ اس کے ان عقائد اور خیالات نے سنی مسلمانوں کو اس سے بد ظن کر دیا تھا اور وہ سمجھنے لگے تھے کہ اگر اس کو حکومت مل گئی تو ایک مرتبہ پھر دورِ اکبری مع اپنے الحاد و بد دینی کے لوٹ آئے گا۔ اورنگ زیب عالمگیر بھی جو شریعت کے بے حد پابند تھے اسی لئے دارا شکوہ کے مخالف تھے، ان مخالفتوں کے باوجود شاہجہاں، دارا شکوہ کو اپنا جانشین بنانا چاہتے تھے۔ اتفاق سے ۱۶۸۵ء میں بادشاہ بیمار

ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ "میرے استاد بہت چھان بین کے بعد حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے تھے"۔[177]

اسی سال رسالہ مبدأ و معاد کے مضامین مکمل ہوئے۔

ہوئے، دارا نے ان کی بیماری کو پوشیدہ رکھ کر امورِ سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لیئے۔ عالمگیر کو اطلاع ہوئی تو انہیں مجبورًا مقابلے میں آنا پڑا۔ پہلے سامو گڑھ کے مقام پر دارا کو شکست دی اور دارالحکومت پر قبضہ کر کے امورِ مملکت کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ پھر اجمیر کے قریب دارا نے مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی اور میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔ کچھ دنوں بعد گرفتار کر لیا گیا اور ۲۱ ذی الحجہ ۱۰۲۹ھ بمطابق ۹ ستمبر ۱۶۵۹ء کو قتل کر دیا گیا۔ اس کا جسدِ خاکی ہمایوں کے مقبرے میں دفن کر دیا گیا، اس کی تصنیفات میں سفینۃ الاولیاء مشہور ہے۔

[177] سوانح عمری حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ص ۸۴

تجدید کا دسواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۰ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۲۱ھ

اسی سال شیخ خلیل اللہ بدخشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ خواجہ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رؤیائے صادقہ کی بناء پر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے بیعت کے لئے بدخشاں سے حاضر ہوئے۔ آپ نے کمال شفقت ومہربانی سے ان کو حلقۂ ارادت میں داخل کرلیا۔[178]

اسی سال شیخ بلخی بھی جو اپنے زمانے کے اکابر مشائخ میں سے تھے آپ کے مرید ہوئے، انہوں نے اپنے مرید ہونے کا یہ سبب بتایا کہ ایک رات میں نمازِ تہجد کے بعد خواجہ محمد زاہد بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ خواجہ صدر الدین کی روح پر فتوح کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کی کہ آپ تو اس دارِ فانی سے رخصت ہوگئے اور میرا کام تاحال سرانجام نہیں ہوا لوگ مجھے شیخ سمجھ کر مرید ہونے کے لئے آتے ہیں، آپ کسی ایسے بزرگ کا پتہ دیں جو اس زمانے میں فائق تر ہو تاکہ میں اس سے تکمیل کروں۔ آپ نے فرمایا "حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں سرہند شریف جاؤ" چنانچہ شیخ بلخی[179] حاضر ہوکر مرید ہوئے۔[180]

بروز جمعہ ماہ جمادی الاخریٰ ۱۰۲۱ھ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے صاحبزادۂ اعظم حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ کو خلعتِ خلافت سے سرفراز فرمایا۔[181]

---

178 روضۃ القیومیہ، ص ۱۴۱

179 میر مومن بلخی کے نام سے مکتوب صادر ہوا ہے، شاید یہی ہوں، واللہ اعلم

180 روضۃ القیومیہ، ص ۱۴۲

181 حضرات القدس، دفتر دوم، ص ۱۹۱

تجدید کا گیارہواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۱ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۲۲ھ

اس سال حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ نے ایک روز مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں اپنے آپ کو ایک ایسا نور پاتا ہوں کہ تمام عالم اس سے منور ہے اور وہ نور عالم کے ہر ذرہ میں ساری ہے، جیسا کہ آفتاب کا نور کہ اس سے تمام عالم منور ہے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ”اے فرزند! تم اپنے وقت کے قطب ہوگے، میری اس بات کو یاد رکھنا“۔ چنانچہ مخدوم زادہ علیہ الرحمہ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”حضرت عالی منقبت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ کو چودہ سال کی عمر میں قطبییت کی بشارت دی تھی اور الحمد للہ کہ قیومیت کی خلعت کے عطاء ہونے سے دس گیارہ سال پہلے یہ بشارت پوری ہوگئی اور اس بشارت کے اثرات حاصل ہوئے“۔[182]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے معتقدین و مریدین کی تعداد میں جہاں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا وہاں کچھ حاسدین و ناقدین بھی پیدا ہوگئے تھے، حتیٰ کہ وہ آپ کی اہانت و خفت کے درپے ہوگئے اور کہنے لگے کہ اگر آپ فی الواقع قیوم و مجدد الف ثانی قدس سرہٗ ہیں تو ہمیں کوئی کرامت دکھائیں جس طرح کہ پیغمبر اپنے زمانے میں معجزہ دکھاتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ان لوگوں کی باتوں کا علم ہوا تو فرمایا ”ان سے کہہ دو کہ اگر تمہارا دل یہی چاہتا ہے تو آؤ مباہلہ کرلو“۔ جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مباہلے کے لیئے تیار ہیں تو وہ مباہلہ سے خائف ہو کر طالب

---

[182] حضرات القدس، دفتر دوم، ص ۲۳۳

کرامت ہوئے اور حسبِ منشاء کرامت کے ظاہر ہونے پر توبہ کی اور حاضر خدمت ہو کر مرید ہو گئے۔[183]

---

[183] روضۃ القیومیہ، ص ۱۴۴ تا ۱۴۷، ملخصًا

تجدید کا بارہواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۲ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۲۳ھ

اسی سال مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی علیہ الرحمۃ جو علماء کے سر تاج اور تصانیف عالیہ کے مصنف تھے اور بہت سی کتابوں پر حواشی و شروح بھی لکھی ہیں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی تصانیف دیکھ کر معتقد ہو گئے اور پھر حاضر خدمت ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے سب سے پہلے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو "امامِ ربانی، محبوب سبحانی، مجدد الف ثانی" تحریر کیا تھا۔[184] اور تجدید الف کے اثبات میں ایک رسالہ مسمی بہ دلائل[185] التجدید لکھا ہے جس میں نہایت قوی دلائل اور براہین سے آپ کو مجدد الف ثانی ثابت کیا ہے۔[186]

اسی سال شیخ حمید جو ایک کامل صاحب استعداد بزرگ تھے اور اکبر آباد میں رہتے تھے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے اکبر آباد تشریف لے جانے پر مرید ہوئے۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کچھ عرصہ بعد آپ کو خلافت سے سرفراز فرما کر بنگال کی طرف جانے کی اجازت فرمائی، جہاں آپ کو شہرت عامہ نصیب ہوئی اور آج تک شیخ حمید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا طریقہ اس ملک میں رائج ہے۔[187]

---

[184] روضۃ القیومیہ، ص ۱۵۰

[185] آپ کی مجددیت کے بیان میں ایک اور مستقل اور بے نظیر کتاب بھی تالیف ہو چکی ہے جس کا نام شواہد التجدید ہے اس کا ایک قلمی نسخہ مخدومی حضرت مولانا حافظ ہاشم جان صاحب مدظلہ العالی کے کتب خانے میں موجود ہے، نیز بھوپال کی خانقاہ عالیہ مجددیہ میں بھی اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔

[186] روضۃ القیومیہ، ص ۱۴۹، ۱۵۱

[187] روضۃ القیومیہ، ص ۱۴۹، ۱۵۱

میر یوسف سمر قندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو پہلے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے مرید تھے بعد میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تجدید بیعت کی پھر کسی کام سے اپنے وطن چلے گئے تھے، اسی سال واپس آئے تو مرض الموت میں مبتلا ہو گئے، آخر مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے آپ کی درخواست پر سلوک طے کرا دیا بعد ازاں آپ نے وفات پائی۔[188]

صاحب روضۃ القیومیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک شب صاحب زادہ خواجہ محمد سعید علیہ الرحمۃ حجرے میں آرام فرما رہے تھے کہ جنات نے آکر صحن میں کھیلنا شروع کر دیا اور شرارت کے طور پر دروازے کھٹکھٹانے لگے اور چاہتے تھے کہ اندر داخل ہو کر صاحب زادہ موصوف کو پریشان کریں ان کے اس شور و غوغا سے صاحب زادہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آنکھ کھل گئی، ساتھ ہی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ بھی بیدار ہو گئے اور آپ نے زور سے کھنکار کر فرمایا، ''محمد سعید دروازہ نہ کھولنا''۔ جنات نے جوں ہی آپ کی آواز سنی تو آپس میں کہنے لگے کہ حضرت بیدار ہو گئے ہیں پس بھاگ چلو ورنہ ہلاک کر دیں گے، چنانچہ وہ سب جنات بھاگ گئے۔ بعد ازاں حضرت مجدد قدس سرہٗ نے جنات کے بادشاہ کو بلایا وہ حاضرِ خدمت ہوا تو اس نے آپ سے معافی مانگی اور جو جنات صاحب زادہ موصوف کو ستانے کا ارادہ رکھتے تھے ان کو ہلاک کر دیا اور جس قدر جنات خانقاہ کے گرد و نواح میں آباد تھے ان کو وہاں سے نکال دیا۔ پھر شاہِ جنات نے مرید ہونے کے لئے منت و سماجت کی تو آپ نے جنات کے بادشاہ کو مع لشکر کے مرید فرما لیا۔[189]

---

[188] روضۃ القیومیہ، ص ۱۴۹، ۱۵۱

[189] روضۃ القیومیہ، رکن اول، ص ۱۵۲، ۱۵۳

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ جنات سے متعلق مبدأ و معاد میں تحریر فرماتے ہیں:

"ایک دن جنات کے حالات کو اس فقیر پر منکشف فرمایا گیا۔ اس فقیر نے دیکھا کہ جنات گلی کوچوں میں انسانوں ہی کی طرح گھوم پھر رہے ہیں اور ہر جن کے سر پر ایک فرشتہ مقرر ہے وہ جن اس فرشتے کے ڈر سے اپنا سر بھی نہیں اٹھا سکتا اور اپنے دائیں بائیں دیکھ بھی نہیں سکتا۔ وہ مقید اور محبوس (قیدیوں کی طرح) گھوم رہے تھے اور قطعًا کسی مخالفت کی مجال نہیں رکھتے تھے، بجز اس کے کہ میرا پروردگار ہی کسی چیز کو چاہے۔ اور اس وقت کچھ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مؤکل (فرشۂ مقرر) کے ہاتھ میں لوہے کا ایک گرز ہے، اگر وہ جن سے ذرا سی بھی مخالفت کا احساس کرے تو ایک ہی ضرب سے اس کا کام تمام کر دے۔

خدائے کہ بالا وپست آفرید

زبردستِ ہر دست، دست آفرید[190]

خدا نے بنایا ہے بالا و پست

زبردست بالائے ہر زیر دست

---

[190] مبدأ و معاد، منہا نمبر ۵۶، ص ۸۵

تجدید کا تیرہواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۳ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۲۴ھ

اس سال بلخ میں ایک شیخ نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو خواب میں قطب الاقطاب کے مرتبے پر فائز دیکھا تو حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اسی طرح ایک سید زادے اور سلسلۂ چشتیہ کے ایک سجادہ نشین کا بیعت ہونا روایت میں درج ہے لیکن ان بزرگوں کے نام کو کسی نے ظاہر نہیں کیا، اس لئے ہم بھی مجبور ہیں۔

اسی سال حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اپنے جد امجد بانیٔ سرہند شریف حضرت امام رفیع الدین قدس سرہٗ کے مزار پر تشریف لے گئے۔ فاتحہ کے بعد تمام قبرستان کی مغفرت کے لئے دعا کی۔ الہام ہوا کہ ہم نے ایک ہفتے کے لئے اس قبرستان سے عذاب اٹھالیا۔ آپ نے الحاح وزاری کے ساتھ مزید درخواست کی کہ اے پروردگار تیری رحمت کی کوئی انتہاء نہیں اور زیادہ مغفرت فرما۔ بار بار درخواست کے بعد الہام ہوا کہ ہم نے اپنے فضل سے تمہاری خاطر اس قبرستان سے قیامت تک عذاب اٹھالیا۔

پھر ایک دن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اپنے والد بزرگوار مخدوم عبدالاحد قدس سرہٗ کے مزار پر فاتحہ اور زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت موصوف کے دل میں حدیث شریف کے اس مضمون کا خیال آیا کہ جب کسی عالم کا قبر پر گزر ہوتا ہے تو چالیس روز تک صاحبِ قبر پر عذاب نہیں ہوتا۔ یہ خیال آتے ہی الہام ہوا کہ آپ کی تشریف آوری کے سبب ہم نے اس

قبرستان سے قیامت تک عذاب اٹھالیا اور آئندہ بھی جو شخص اس قبرستان میں دفن کیا جائے گا ہم اپنے فضل و کرم سے بخش دیں گے۔ شہر سرہند کا تمام قبرستان اسی مقام پر واقع ہے۔[191]

[191] روضہ القیومیہ، رکن اول، ص ۱۵۴،۱۵۵

تجدید کا چودھواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۴ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۲۵ھ

اس سال ۱۰۲۵ھ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مکتوبات کی پہلی جلد مکمل ہوئی، اس کے جامع شیخ یار محمد بدخشی طالقانی ہیں۔ اور اس کی نقلیں ایران، توران اور بدخشاں وغیرہ ممالک بھیجی گئیں۔[192]

اسی سال کئی المناک حادثات پیش آئے۔ خصوصًا سرہند شریف میں طاعون کی وبا ایسی پھیلی کہ روزانہ ہزارہا آدمی اجل کا شکار ہونے لگے، چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے صاحبزادے شیخ محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پھر دوسرے صاحب زادے شیخ محمد فرخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کے چند دن بعد آپ کی صاحب زادی ام کلثوم قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم بھی رحلت فرما گئیں۔ ان کے بعد حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سب سے بڑے فرزند حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ کا بھی ۹ ربیع الاول ۱۰۲۵ھ کو مرض طاعون میں وصال ہو گیا۔ (انا للہ و انا الیہ راجعون) آخر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی دعا کی برکت سے یہ وباء دور ہوئی۔[193]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اپنے ایک مکتوب گرامی میں مرض طاعون کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: ”اس وباء میں ہماری شوئ اعمال سے اول چوہے ہلاک ہوئے جو ہم سے زیادہ اختلاف رکھتے تھے، اس کے بعد عورتیں، جن کے وجود پر نوع انسانی کی نسل و بقاء کا دارومدار ہے مردوں کی

[192] روضۃ القیومیہ، ص ۱۶۳

[193] روضۃ القیومیہ، ص ۱۵۹

نسبت زیادہ مر گئیں۔ اور جو اس وباء میں مرنے سے بھاگا اور سلامت رہا اس نے اپنی زندگی پر خاک ڈالی اور جو شخص نہ بھاگا اور مر گیا اس کو موت شہادت کی مبارک باد دی اور خوش خبری ہے"۔[194]

ایک دوسرے مکتوب میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:

"یہ مصیبتیں بظاہر جراحت نظر آتی ہیں مگر حقیقت میں ترقیات اور مرہم ہیں۔ وہ ثمرات و نتائج جو اس دنیا میں ان مصیبتوں پر مرتب ہوئے ہیں وہ ان ثمرات کا سواں حصہ ہیں جن کے لئے ملنے کی امید و توقع حق تعالیٰ کی عنایت سے آخرت میں ہے۔ فرزندوں کا وجود عین رحمت ہے زندگی میں بھی ان سے فائدے اور منافع ہیں اور مرنے پر بھی ثمرات و نتائج مترتب ہیں"۔

چند سطور کے بعد:

"حدیث شریف میں ہے کہ "طاعون پہلی امتوں کے حق میں عذاب تھا اور اس امت کے لئے شہادت ہے"۔ واقعی وہ لوگ جو اس وباء سے مرتے ہیں عجیب حضور و توجہ سے مرتے ہیں، حرص آتی ہے کہ کوئی شخص ان دونوں میں اس بلا والے لوگوں کے ساتھ ملحق ہو جائے اور دنیا سے آخرت کی طرف کوچ کر جائے۔ یہ بلا اس امت میں بظاہر غضب ہے اور باطن میں رحمت"۔

میاں شیخ طاہر بیان کرتے تھے کہ لاہور میں طاعون کے دنوں میں ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ فرشتے کہہ رہے ہیں:

"جو کوئی ان دنوں میں نہ مرے گا حسرت اٹھائے گا"۔

ہاں جب ان گزشتہ لوگوں پر نظر کی جاتی ہے تو حالتِ غریبہ اور معاملات عجیبہ مشاہدہ میں آتے ہیں۔ شاید شہدائے فی سبیل اللہ ان خصوصیات سے ممتاز ہوں۔

---

[194] مکتوبات شریف، دفتر اول، مکتوب ص۲۹۹

میرے مخدوم! فرزندِ عزیز (خواجہ محمد صادق) قدس سرہٗ کی مفارقت بڑی بھاری مصیبت ہے معلوم نہیں کہ کسی کو اس قسم کی مصیبت پہنچی ہو لیکن وہ صبر و شکر جو حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس مصیبت میں اس ضعیف القلب کو کرامت فرمایا ہے بڑی اعلیٰ نعمت اور عظیم انعام ہے۔ یہ فقیر حق سبحانہ و تعالیٰ سے سوال کرتا ہے کہ اس مصیبت کی جزا آخرت پر موقوف رکھے اور دنیا میں اس کی جزا کچھ بھی ظاہر نہ ہو، حالانکہ جانتا ہوں کہ یہ سوال بھی سینے کی تنگی کے باعث ہے ورنہ حق سبحانہ و تعالیٰ بڑی وسیع رحمت والا ہے"۔

فَلِلہِ الأٰخِرَۃُ وَالاولی۔

"دنیا و آخرت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے"۔

تجدید کا پندرھواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۵ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۲۶ھ

اس سال وبا کے دور ہونے کے بعد ایک دن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا شہر سرہند سے باہر جنوب مشرق کی طرف چند میل کے فاصلے پر ایک مقام موضع بر اس سے گزر ہوا اس گاؤں کے متصل شمالی جانب ایک بلند ٹیلہ ہے آپ نے اسے اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا، وہیں نمازِ ظہر ادا فرمائی پھر دیر تک مراقبہ کرنے کے بعد ہمراہیوں سے فرمایا کہ نظر کشفی سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس ٹیلے پر انبیاء علیہم السلام کی قبریں ہیں، مجھے ان بزرگوں کی روحانیت سے ملاقات بھی حاصل ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات و تنزیہ و تقدیس کی نسبت جو کچھ اہل ہنود کے مذہبی پیشواؤں نے لکھا ہے وہ ان ہی انبیاء علیہم السلام کے علوم سے حاصل کیا ہے، یہ مقام انبیاء علیہم السلام کی ہجرت گاہ ہے۔[195]

اسی سال حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ پر قرآنی حروفِ مقطعات کے اسرار ظاہر فرمائے اور آپ نے صرف اپنے خلفِ ارشد حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کئی دن تک خلوت میں ان اسرارِ مقطعات قرآنی سے آگاہ فرمایا۔ چنانچہ خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ مجدد قدس سرہٗ کے ان اسرار کا اظہار فرماتے وقت مجھ پر بے ہوشی طاری ہو جایا کرتی تھی۔[196]

---

[195] روضۃ القیومیہ، ص ۱۶۲، ۱۶۳، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، دفتر اول، مکتوب ۲۵۹، ص ۵۰۲

[196] روضۃ القیومیہ، ص ۱۶۴، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، دفتر اول، مکتوب ۲۵۹، ص ۵۰۲

اس سال بہت سے خلفاء ہدایت و اشاعت اسلام کے لئے مختلف مقامات پر بھیجے گئے۔ ستر حضرات مولانا محمد قاسم کی سرداری میں ترکستان کی طرف روانہ کئے، اور چالیس حضرات عرب، یمن، شام اور روم کی طرف مولانا فرخ حسین کی ماتحتی میں بھیجے گئے۔ مولانا محمد صادق کابلی کے ماتحت دس معتبر حضرات کاشغر کی طرف بھیجے گئے اور تیس خلفاء مولانا شیخ احمد بر کی کی سرداری میں توران، بدخشاں اور خراساں گئے، اور ان لوگوں نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔[197]

[197] روضۃ القیومیہ، ص۱۶۶، ۱۶۷، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، دفتر اول، مکتوب ۲۵۹، ص ۵۰۲

تجدید کا سولہواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۶ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۲۷ھ

اب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی بزرگی اور ارشاد و ہدایت کا شہرہ تمام عالم میں بلند ہو چکا تھا، تجدید ملت کی نوبت ہر چہار طرف بجنے لگی تھی، زمانے بھر کے بڑے بڑے اولیاء حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے قرب کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ غرض ہر طرف سے لوگ جوق در جوق زیارت اور شرفِ بیعت کے لئے آنے لگے۔ حتیٰ کہ عرب و عجم، ماوراء النہر، بدخشاں، کابل اور ہندوستان میں کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں آپ کے خلفاء موجود نہ ہوں۔ آپ کی عظمت و دبدبے کی یہ شان تھی کہ بڑے بڑے متکبروں کو بھی آپ کے سامنے بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی اور آپ خلافِ شریعت کاموں پر ہدایت و تنبیہ فرمانے میں کسی کی رعایت نہیں فرماتے تھے۔

چنانچہ اسی سال حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو خبر پہنچی کہ شہر سامانہ کے خطیب نے عید الاضحیٰ کے خطبے میں خلفائے راشدین کے اسمائے گرامی نہیں ادا کئے تو آپ نے مکتوب نمبر ۱۵/ج۲ جو شہر سامانہ کے بزرگ سادات اور قاضیوں ورئیسوں کے نام صادر فرمایا ہے تحریر فرماتے ہیں:

"سنا گیا ہے کہ اس جگہ کے خطیب نے عیدِ قربان کے خطبے میں خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ذکر کو ترک کیا ہے اور ان کے مبارک ناموں کو نہیں لیا"۔

پھر چند سطروں کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

"خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر اگرچہ خطبے کی شرائط میں سے نہیں لیکن اہل سنت کا شعار تو ضرور ہے اور اس شخص کے سوائے جس کا دل مریض ہو اور باطن پلید ہو اور کوئی شخص عمداً

اور بغیر سرکشی کے اس کو ترک نہیں کرتا۔ ہم نے مانا کہ اس نے تعصب اور عناد سے ترک نہیں کیا مگر مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ کا کیا جواب دے گا اور اتقوا من مواضع التهم کے موافق تہمت سے کس طرح بچ سکے گا، الخ"۔

اس سال کا ایک اہم واقعہ سلطان جہانگیر کا حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے منحرف ہونا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب اکبر بادشاہ فوت ہوا تھا تو رعایا بہت خوش تھی اور شکر ادا کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ملحدانہ عقائد والے بادشاہ سے نجات دلوائی اور جہانگیر بادشاہ کے اخلاق و عادات اور عدل وانصاف سے لوگوں کو توقع تھی کہ وہ دینِ اسلام کی اشاعت میں ممد و معاون ہو گا اس لئے مزید خوش تھے۔ اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ بھی جہانگیر کے متعلق اچھی رائے رکھتے تھے، چنانچہ آپ خواجہ میر نعمان کو ایک طویل مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"آپ کے مکتوب شریف میں سلطانِ وقت کی خدا پرستی اور احکام شریعت کے موافق عدل و انتظام کا حال لکھا ہوا تھا اس کے مطالعے سے بہت خوشی حاصل ہوئی اور کمال ذوق پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح بادشاہِ وقت (جہانگیر) کو عدل و عدالت کے نور سے منور کیا ہوا ہے اسی طرح ملتِ محمدیہ کو بھی بادشاہ کے حسنِ اہتمام سے عزت و نصرت بخشے"۔[198]

لیکن جب لوگوں نے دیکھا کہ حکومت میں اہلِ تشیع کا غلبہ ہو رہا ہے تو بہت گھبرائے اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں اس فتنے کے دفیعے کے لئے توجہ بلیغ کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا جب تک ہم اپنے نفس پر تکلیف گوارہ نہ کریں گے مخلوقِ خدا اس فتنے سے خلاصی نہیں پائے گی۔ بعد ازاں آپ نے شیخ بدیع الدین سہارنپوری کو خلافت عنایت فرما کر شاہی لشکر آگرہ

---

[198] مکتوبات شریف، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۹۲

بھیج دیا اور رخصت کے وقت شیخ بدیع الدین سے فرمایا کہ تمھیں شاہی لشکر میں قبولیت عامہ نصیب ہوگی، اگر کسی وجہ سے تم کو تکلیف بھی پہنچے تو مستقل مزاج رہنا اور ہماری اجازت کے بغیر وہاں سے حرکت نہ کرنا، اگر مستقل مزاج نہ رہوگے تو خود بھی تکلیف اٹھاؤگے اور ہمیں بھی تکلیف پہنچے گی۔

چنانچہ شیخ بدیع الدین کو لشکرِ شاہی میں قبولیت عامہ نصیب ہوئی۔ اکثر ارکانِ سلطنت نے شیخ صاحب موصوف سے رجوع کیا اور لشکر کے ہزارہا آدمی مرید ہوگئے ہر روز اس قدر ہجوم ہوتا کہ بڑے بڑے امراء کو بڑی مشکل سے شیخ کی زیارت نصیب ہوتی۔ اس دوران میں آپ سے بہت کشف وکرامات بھی ظاہر ہوئیں، آخر ان احوال کی اطلاع آصف الدولہ شیعہ وزیر اعظم کو ہوئی تو وہ بہت برہم ہوا اور موقع پاکر جہانگیر بادشاہ کو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے خلاف بھڑکایا، طرح طرح کے الزامات لگائے اور کہا کہ سرہند کے ایک مشائخ زادے نے جو علوم عربیہ میں ماہر ہے اور مختلف درویشوں سے خلافت پائی ہے مجددیت کا دعویٰ کیا ہے، اس نے صدہا خلفاء مختلف دور دراز ملکوں میں بھیج دیئے اور لاکھوں آدمی اس کے اور اس کے خلفاء کے مرید ہوگئے ہیں۔ کئی غیر ممالک کے بادشاہ خود اس کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے ہیں اور ہمارے لشکر میں بھی اس کا ایک خلیفہ مقیم ہے اکثر امرائے سلطانی مثلاً خانخاناں، سید صدر جہاں، خان جہاں، خان اعظم، مہابت خان، تربیت خان، سکندر خان، دریاخان، مرتضیٰ خان وغیرہ سب اس کے حلقہ بہ گوش ہوگئے ہیں۔ خوف ہے کہ غفلت میں کوئی اور شکل ظہور پذیر نہ ہو جائے۔ نیز حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے بعض نازل معارف جنہیں عام لوگ نہیں سمجھ سکتے تھے وہ جہانگیر کو دکھائے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ شاہی احکام کے ذریعے فوجی لوگوں کو شیخ بدیع الدین کے پاس جانے پر سخت پابندی لگادی گئی اور شیخ کو ان کے کشف وکرامات کی وجہ سے جادوگر وغیرہ مشہور کر دیا گیا۔ ان

حالات سے مجبور ہو کر بعض ضعیف الاعتقاد لوگ ان کی خدمت میں آمد و رفت سے رک گئے، بعض خفیہ طور پر آتے جاتے رہے اور بعض راسخ العقیدہ بے تکلف شیخ بدیع الدین کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے لیکن جس کے حاضر ہونے کی اطلاع ہو جاتی موردِ عتاب شاہی ہوتا۔ اس بنا پر شیخ موصوف خود بھی لوگوں کو اپنے پاس آنے سے منع کرتے کہ تم کو میرے پاس آنے سے تکلیف پیش آنے کا خطرہ ہے۔ ساتھ ہی شیخ موصوف ان تمام حالات و واقعات کی اطلاع حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں ارسال کرتے رہے اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ بھی ان کو تسلی اور اطمینان دلاتے رہے۔

اس دوران میں وزیر اعظم جہانگیر بادشاہ کو برابر بھڑکاتا رہا۔ آخر دربار شاہی میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے قتل یا جلاوطنی یا قید کے مشورے ہونے لگے اور روزانہ نئی سے نئی افواہیں پھیلائی گئیں، جب ان مشوروں اور افواہوں کی اطلاع شیخ بدیع الدین کو ہوئی تو وہ گھبرا کر اکبر آباد سے روانہ ہو گئے اور اپنے وطن سہارنپور ہوتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں سرہند شریف حاضر ہو گئے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو شیخ موصوف کی آمد کی اطلاع ہوئی تو شیخ پر بہت ناراض ہوئے کہ میں نے تم کو تاکیداً منع کر دیا تھا کہ وہاں سے میری اجازت کے بغیر نہ آنا پھر تم کیوں چلے آئے، تم شاہی لشکر میں خلیفہ بنا کر بھیجنے کے قابل نہیں ہو، اب تم آگرہ ہر گز واپس نہ جانا۔ شیخ نے خیال کیا کہ حضرت موصوف نے غصے میں واپس جانے سے منع فرمایا ہے اصل مقصد نہیں ہے، لہٰذا مناسب یہی ہے کہ جلد واپس چلا جاؤں۔ چنانچہ شیخ صاحب اس غلط فہمی میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی اجازت کے بغیر پھر آگرہ شاہی لشکر میں پہنچ گئے۔

اب مخالفین کو اور موقع ملا اور بادشاہ کو شیخ کے واپس آنے کی اطلاع کے ساتھ یہ پٹی بھی پڑھائی کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ شیخ کے ذریعے فوج سے ساز باز کر رہے ہیں اور اب وہ کوئی خصوصی پروگرام شاہی لشکر کے لئے لے کر آئے ہیں اور بغاوت کا سخت اندیشہ ہے اس لئے جلد کوئی کارروائی کرنی چاہیئے۔ لہٰذا اس سلسلے میں ضروری سمجھا گیا کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے خصوصی مریدین جو اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے ان کو دور دراز ملکوں میں تبدیل کر دیا جائے تاکہ مزید فتنہ برپا نہ ہونے پائے۔ چنانچہ خان خاناں کو دکن، خان جہاں لودھی کو مالوہ، خان اعظم کو گجرات اور مہابت خان کو کابل کی صوبہ داری پر بھیج دیا اور اسی طرح باقی حکام کو بھی جو آپ کے خاص معتقد تھے دور دراز صوبوں کا حاکم بنا کر بھیج دیا گیا۔[199]

[199] زبدۃ المقامات، ص ۳۴۷ تا ۳۵۰، روضۃ القیومیہ، رکن اول، ص ۱۷۰ تا ۱۷۴۵ املخصًا

تجدید کا سترہواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۷ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۲۸ھ

جب جہانگیر بادشاہ کو حکام کے اپنے اپنے تبدیل شدہ مقامات پر پہنچنے کی اطلاع مل گئی اور اس کو اطمینان ہو گیا کہ اب اگر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے خلاف کوئی کارروائی کی جائے تو یہ لوگ بے خبر رہیں گے اور سلطنت میں کسی قسم کا نقصِ امن نہیں کر سکیں گے۔ اس کے بعد بادشاہ نے ایک فرمان حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے نام جاری کیا جس میں آپ سے ملاقات کا اشتیاق ظاہر کر کے آپ کو مع جملہ صاحب زادگان و مریدین دعوت دی گئی اور حاکم سرہند کو تاکید کی کہ جس طرح ہو سکے مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو یہاں بھجوا دو۔

جب حکم نامہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے اپنے صاحب زدگان خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم علیہما الرحمۃ کو پوشیدہ طور پر پہاڑی علاقہ کی طرف بھیج دیا اور اہل و عیال کو دلاسا و تسلی دے کر خود حاضر الوقت پانچ مریدوں کو ہم راہ لے کر روانہ ہو گئے، رخصت کے وقت اہل و عیال اور معتقدین نے گھبراہٹ و بے چینی ظاہر کی لیکن حضرت موصوف نے سب کو تسلی دی اور صبر و تحمل سے کام لینے کی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ یہ تکلیف صرف ایک سال کے لئے بعد ازاں آرام ہی آرام ہے۔

بادشاہ نے جب آپ کی تشریف آوری کی خبر سنی تو امراء کو آپ کے استقبال کے لئے بھیجا اور نہایت احترام کے ساتھ شاہی مہمان کی حیثیت سے آپ کا خیر مقدم کیا، اپنے محل کے قریب آپ کا خیمہ نصب کرایا اور آپ کے ہم راہیوں کے لئے بھی خیمے لگوا دیئے۔ آخر بادشاہ نے ملاقات کے لئے آپ کو دربار میں طلب کیا، آپ دربار میں تشریف لے گئے تو آدابِ شاہی جو خلافِ شرع شریف

تھے آپ نے ادا نہ کئے۔ بادشاہ کی جوں ہی حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ پر نظر پڑی تو وہ اس درجہ متاثر ہوا کہ آداب شاہی بجانہ لانے پر ذرا بھی معترض نہ ہوا۔ یہ حال دیکھ کر شیعہ وزیر حیران رہ گیا اور بادشاہ سے کہا "حضور یہ وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل بتاتا ہے اور حضرت موصوف کا وہ مکتوب گرامی بھی پیش کیا جو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے پیر بزرگوار حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں اپنے تفصیل احوال کے سلسلے میں تحریر کیا تھا۔ **وھو ھذا**۔

دوسری عرض یہ ہے کہ دوبارہ اس مقام کے ملاحظہ کے وقت اور بہت سے مقامات ایک دوسرے کے اوپر ظاہر ہوئے نیاز و عاجزی سے توجہ کرنے کے بعد جب اس پہلے مقام سے اوپر کے مقام میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ہے اور دوسرے خلفاء کا بھی اس مقام میں عبور واقع ہوا ہے اور یہ مقام بھی تکمیل و ارشاد کا مقام ہے، اور ایسے ہی اس مقام سے اوپر کے وہ مقام بھی جن کا ذکر اب ہوتا ہے تکمیل و ارشاد کے مقام ہیں۔ اور اس مقام کے اوپر ایک اور مقام نظر آیا جب اس مقام میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ہے اور دوسرے خلفاء کا بھی وہاں عبور واقع ہوا ہے، اور اس مقام سے اوپر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ظاہر ہوا بندہ اس مقام پر بھی پہنچا اور اپنے مشائخ میں سے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ہر مقام میں اپنے ہمراہ پاتا تھا اور دوسرے خلفاء کا بھی اس مقام میں عبور واقع ہوا ہے، سوائے عبور اور مقام اور مرور اور اثبات کے کچھ فرق نہیں ہے اور اس مقام سے اوپر سوائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور کوئی مقام نہیں ہوتا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابل ایک اور نہایت عمدہ نورانی مقام کہ اس جیسا کبھی نظر میں نہ آیا نہیں تھا ظاہر

ہوا، اور وہ مقام اس مقام سے تھوڑا بلند تھا جس طرح کہ صُفہ کو سطح زمین سے ذرا بلند بتاتے ہیں، اور معلوم ہوا کہ وہ مقامِ محبوبیت کا مقام ہے اور مقام رنگین اور منقش تھا، اپنے آپ کو بھی اس مقام کے عکس سے رنگین معلوم کیا۔ اس کے بعد اسی کیفیت میں اپنے آپ کو لطیف پایا اور ہوا یا بادل کے ٹکڑے کی طرح اطراف میں پھیل گیا اور بعض اطراف کو گھیر لیا اور حضرت خواجۂ بزرگ خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام میں ہیں، بندہ اپنے آپ کو اس کیفیت کے ساتھ جو عرض کی گئی ہے اس مقام کے مقابل مقام میں پاتا ہے۔[200]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ وہ شخص جو حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل جانے اہل سنت و جماعت کے گروہ سے نکل جاتا ہے تو پھر اس شخص کا کیا حال ہے جو اپنے آپ کو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل سمجھے۔ حالانکہ اس گروہ میں یہ بات مقرر ہے کہ اگر کوئی سالک اپنے آپ کو خارش زدہ کتے سے بہتر جانے تو وہ ان بزرگوں کے کمالات سے محروم ہے۔[201]

اور جس عبارت سے لوگ یہ مطلب سمجھے ہیں وہ سیر عروج کا حال ہے کہ اکثر صوفیہ کو ابتدائے حال میں بڑے بڑے مقامات کی سیر حاصل ہوتی ہے اور پھر اپنے اصلی مقام پر آجاتے ہیں، مثلاً دربار شاہی میں کہ ہر ایک امیر وزیر شاہزادے کی جگہ مقرر ہے، اگر سلطان کسی شخص کو مصلحتاً اپنے پاس ذرا سی دیر کے لئے طلب فرمائے اور اس سے سرگوشی کرکے پھر اس کو واپس کردے، چونکہ وہ شخص تمام ارا کینِ سلطنت کے مقام سے گزرتا ہوا آئے گا تو اس سے یہ ضروری نہیں کہ وہ شخص ان کا ہم

---

[200] مکتوبات شریف، دفتر اول، مکتوب نمبر ۱۱

[201] مکتوبات شریف، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۰۲

رتبہ وہم درجہ ہو گیا، یہی حال اس عروجِ باطنی کا بھی ہے۔ علاوہ ازیں اس مکتوب میں لکھا ہے کہ میں نے اپنے تئیں اس مقام کے عکس سے رنگین پایا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ زمین ہر روز آفتاب کے عکس سے روشن ہوتی ہے مگر یہ نہیں کہا جاتا کہ زمین آفتاب ہو گئی۔ غرض کہ حضرت کے معقول جوابات سے بادشاہ کو ایسی تسلی ہوئی کہ اس کا غصہ دور ہو گیا۔[202]

اور بادشاہ نے کہا واقعی ہمارا خیال بھی ایسا ہی تھا کہ آپ جیسے بزرگ صالح اور متقی سے کیوں اہلِ حق کی مخالفت ظاہر ہو گی۔ جب شیعہ وزیر نے دیکھا کہ یہ داؤ بھی نہ چل سکا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ حضور! شیخ صاحب نے آداب سلطنت کی کوئی رعایت نہ کی۔ اس پر بادشاہ نے آپ سے وجہ دریافت کی؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے آج تک خدا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے آداب واحکام کی پابندی کی ہے اس کے علاوہ مجھے کوئی آداب نہیں آتے، بادشاہ نے ناراض ہو کر کہا مجھے سجدہ کرو۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے سوائے خدا کے نہ کسی کو سجدہ کیا اور نہ کروں گا۔ بادشاہ نے کہا نہیں تم کو سجدہ کرنا پڑے گا۔ حضرت نے فرمایا تم مجھ سے ہر گز سجدہ نہیں کرا سکتے۔

کہتے ہیں کہ اس واقعے سے پہلے شہزادۂ دین پناہ شاہجہاں کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے خلوص کامل رکھتا تھا علامہ افضل خان اور خواجہ عبدالرحمٰن مفتی کو کتبِ فقہ کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں بھیج چکا تھا کہ سجدۂ تحیۃ سلاطین کے لئے آیا ہے، اگر آپ سجدہ کر لیں تو آپ کو بادشاہ سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی، میں ضامن اور ذمہ دار ہوتا ہوں۔

---

[202] مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۲۱۱

آپ نے فرمایا:

یہ حکم بطور رخصت ہے اور بطور عزیمت حکم یہ ہے کہ غیرِ حق کو کبھی سجدہ نہ کریں۔[203]

جب بادشاہ کو اندازہ ہو گیا کہ آپ کسی طرح اس کو سجدہ نہیں کریں گے تو کہا اچھا آپ کا سجدہ صرف اتنا ہے کہ سر کو ذرا خم کر دیں باقی آداب میں نے معاف کر دیئے کیونکہ مجھے آپ سے شرم آتی ہے اور یہ کہ میری زبان سے ایک بات نکل گئی ہے اس کو پورا ہونا چاہیئے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں اس بات کے لئے بھی سر نہ جھکاؤں گا۔ بادشاہ نے اپنے مقربین سے کہا کہ شیخ صاحب کے سر کو پکڑ کر ذرا جھکا دو اور پھر ان کو تحفے اور انعام دے کر رخصت کر دو کیونکہ مجھے ان سے شرم آتی ہے۔ چنانچہ چند قوی ہیکل امراء نے حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سر مبارک کو خم کرنا چاہا اور بہت زور لگایا کہ کسی طرح ذرا خم کر دیں لیکن ممکن نہ ہوا، حتیٰ کہ زور آزمائی کی وجہ سے حضرت موصوف کی بینیٔ مبارک سے خون جاری ہو گیا، بعد ازاں بادشاہ نے کہا اچھا شیخ صاحب کو چھوٹے دروازے سے جو قدمِ آدم سے چھوٹا تھا لے کر آؤ کہ اس سے گزرتے وقت تو سر کو جھکانا ہی پڑے گا، لیکن حضرت نے اس دروازہ سے گذرنے کے لئے پہلے اپنا قدم نکالا اور پھر سر کو پچھلی طرف جھکا کر داخل ہوئے۔ شیعہ وزیر نے یہ حالت دیکھ کر بادشاہ کو اور بھڑکایا کہ شیخ صاحب جب آپ کے حضور میں اس قدر تکبر کرتے ہیں تو باہر نکل کر نہ جانے کس قسم کی شورش کا موجب ہوں، ایسا موقع پھر ہاتھ نہیں آئے گا، شیخ صاحب کو ابھی قید کر لیں ورنہ بعد میں بڑی پریشانی ہو گی اور اس وقت پچھتانا کچھ مفید نہ ہو گا۔ آخر

---

[203] حضرات القدس، دفتر دوم، ص ۹۰

بادشاہ شیعہ وزیر کے اصرار کرنے پر حضرت کو قید کرنے پر رضامند ہو گیا اور گوالیار کے قلعے میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو نظر بند کرنے کا حکم دے دیا۔[204]

بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جہانگیر سے دو مرتبہ ملاقات ہوئی اور دوسری ملاقات میں اس نے آپ کو گوالیار کے قلعے میں قید کرنے کا حکم دیا۔ **واللہ اعلم**

چنانچہ جہانگیر نے خود بھی توزک جہانگیری میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی قید و بند کے بارے میں نہایت مغرورانہ انداز میں لکھا ہے:

درایں ایام[205] بعرض رسید کہ شیخ احمد نام شیادے در سہرند دام زرق و سالوس فرو چیدہ بسیارے از ظاہر پرستاں بے معنی راصید خود کردہ بہر شہرے و دیارے یکے از مریدانِ خود راکہ آئین دکان آرائی و معرفت فروشی و مردم فریبی را از دیگراں پختہ تر داند خلیفہ نام نہادہ فرستادہ و مزخرفاتے کہ بہ مریداں ومعتقدان خود نوشتہ کتابے فراہم آوردہ مکتوباتے نام کردہ و دراں جنگ مہملات با مقدمات لاطائل مرقوم گشتہ کہ بکفر و زندقہ منجر می شود ازاں جملہ در مکتوبے نوشتہ کہ در اثناءِ سلوک گذارم بمقام ذی النورین افتاد، مقامے دیدم بغایت

---

[204] روضۃ القیومیہ، ص۱۷۹، ۱۸۰

[205] حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے قلعہ گوالیار میں قید کرنے کی تاریخ کے سلسلہ میں عرض ہے کہ توزک جہانگیری کے ص ۲۶۵ پر چودھویں جشن نوروز کے حالات شروع ہوتے ہیں، جو بروز ہفتہ ۴ ربیع الثانی ۱۰۲۸ھ کو منایا گیا تھا۔ اس سال کے ماہِ خورداد (مطابق جمادی الاخریٰ ۱۰۲۸ھ مطابق مئی ۱۶۱۹ء) میں جو حالات وواقعات پیش آئے ان کی تفصیلات کے ضمن میں ص ۲۷۲، ۲۷۳ پر یہ عبارت درج ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی ماہ کے وسط میں آپ کو قید کیا گیا، واللہ ورسولہ اعلم!

عالی و خوش بصفا ز انجا در گذشتم بمقام فاروق پیوستم و از مقامِ فاروق بمقام صدیق عبور کردم و ہر کدام را تعریفے در خوزِ آں نوشتہ و از انجا بمقام محبوبیت و اصل شدہ مقامے مشاہدہ افتاد بغایت منور و ملون کو د را بانواع انوار و الوان منعکس یافتم یعنی استغفراللہ از مقام خلفاء در گذشتہ بعالی مرتبت رجوع نمودم و دیگر گستاخی ہا کردہ کہ نوشتن آن طولے دارد و از ادب دوراست بنا بریں حکم فرمودم کہ بدرگاہِ عدالت آئین حاضر سازند، حسب الحکم بملازمت پیوست و از ہر چہ پرسیدم جواب معقول نتوانست سامان نمود و با عدم خرد و دانش بغایت مغرور و خود پسند ظاہر شد صلاح او منحسر دریں دیدم کہ روزے چند در زندانادب محویں باشد تا شوریدگی مزاج و آشفتگی و ما غش قدرے تسکین پذیرو شورش عوام نیاز فرونشیند، لاجرم بانے سنگدلان حوالہ شد کہ در قلعہ گوالیار مقید دارد۔

شہنشاہ جہانگیر نے اگرچہ مندرجہ بالا عبارت مجد الف ثانی قدس سرہٗ کی مدح میں نہیں لکھی بلکہ اس عبارت کا انداز منہ چڑانے کے مترادف ہے، اس کے باوجود اس عبارت میں بعض حقائق پنہاں ہیں۔ مثلاً یہ کہ جہانگیر خود اس بات کا اعتراف کر رہا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اور آں موصوف کے خلفاء و مریدین نے ہر شہر و ہر قصبے میں معرفت کی دکان کھولی ہے، یعنی آپ کی مقبولیت اس قدر عام ہو گئی تھی کہ ہر شہر و ہر قصبے میں آپ کی تعلیمات کے مدارس اور ذکر و اشغال کی مجالس قائم ہو گئی ہیں۔ اس سے زیادہ حضرت کی مدح و ستائش کیا ہو سکتی ہے، سچ ہے "جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے"۔

دیگر یہ کہ چونکہ جہانگیر تصوف اور سلوک کی منازل و درجات سے ناواقف تھا، اس لئے وہ ان مقامات کو نہ سمجھ سکا جس کی بناء پر اس نے آپ کو قید کی سزا دی اور یقیناً وہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے جذبۂ اخلاص واتباع سنت کے اثر سے متاثر اور آپ کی ولایت و کرامت کا ضرور تھا اور آپ کی عظمت و جلال کا رعب و دبدبہ بدرجۂ اتم اس کے دل پر ضرور چھا چکا تھا ورنہ جب کہ اس نے اپنی شہزادگی کے زمانے میں ابو الفضل جیسے وزیر اعظم کو قتل کرا دیا تھا تو وہ اپنی مطلق العنان بادشاہی کے دور میں آپ کے ساتھ کیا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

چونکہ ان واقعات کے سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو الہام ہو چکا تھا اسی لئے آپ قید ہونے سے پہلے فرمایا کرتے تھے کہ ابھی تک میری تربیت جمالی طور سے ہوئی ہے، اب حق تعالیٰ کو منظور ہے کہ جلالی طور سے ہو، اور مجھ پر ایک مصیبت آنے والی ہے جو میرے مدارجِ قرب کی ترقیات کا موجب ہو گی۔ چنانچہ آپ نے ان قید و بند کی تکالیف کو بہ خوشی قبول فرمالیا۔

دفتر سوم، مکتوب نمبر ۲ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو قید کرنے کے بعد آپ کی حویلی، سرائے، کنواں، باغ اور کتابوں کو ضبط کر لیا گیا تھا اور سب متعلقین کو وہاں سے دوسری جگہ منتقل ہونا پڑا۔

نقل ہے کہ جب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ گوالیار کے قلعے میں پہنچے تو حاکم قلعہ شاہی حکم کے مطابق نہایت سختی سے پیش آیا، یہ دیکھ کر آپ کے احباب میں سے ایک صاحب نے پاسبانوں سے کہا کہ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ بادشاہ نے ہمیں یہاں قید کر رکھا ہے؟ یاد رکھو کہ ہم حکم الٰہی سے یہاں آئے ہیں، اگر ہم چاہیں تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمہاری آنکھوں میں خاک ڈال کر ایک دم باہر جا سکتے ہیں۔ اتنا کہہ کر اچھلے اور قلعے کی دیوار پر جا بیٹھے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے جب یہ

حرکت دیکھی تو جھڑک کر فرمایا کہ کیا مجھ میں اظہارِ کرامت کی قدرت نہیں جو تم کر رہے ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہم اس جفا کو برداشت کرنے پر مامور ہیں:

تو سمجھتا ہے حوادث ہیں ستانے کے لئے
یہ ہوا کرتے ہیں ظاہر آزمانے کے لئے
تُندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب!
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے!

جب پاسبانوں نے یہ حالت دیکھی تو بہت نادم و پشیماں ہوئے اور حاضرِ خدمت ہو کر معافی مانگی۔[206]

نقل ہے کہ جب حضرت قلعہؑ گوالیار میں پہنچے تو وہاں کئی ہزار غیر مسلم قیدی بھی تھے آپ نے ان کو تبلیغ دین کرکے مشرف بہ اسلام کیا اور سینکڑوں قیدیوں کو ارادت سے سرفراز فرما کر درجاتِ ولایت پر پہنچا دیا۔[207]

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جمادی الاخریٰ ۱۰۲۸ھ میں جب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو قلعہؑ گوالیار میں نظر بند کر دیا تو مکتوبات شریف کے دفتر دوم کو اسی واقعے کی یادگار کے طور پر ختم کرکے مکمل کر دیا گیا۔ واللہ اعلم!

اسی سال آپ کے خلیفہ شیخ احمد برکی کا وصال ہوا۔ جب اس کی اطلاع حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ہوئی تو بہت افسوس کیا۔

---

[206] سیرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ص۱۲۷، ۱۲۸

[207] علماءِ ہند کا شاندار ماضی، ص ۲۵۲

تجدید کا اٹھارواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۸ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۲۹ھ

اس سال کے اہم واقعات میں جہانگیر کے خلاف امراء کی بغاوت حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی رہائی اور لشکر میں قیام، بادشاہ سے ملاقاتیں اور دینِ اسلام کی تبلیغ و ترویج وغیرہ ہیں۔

ہندوستان کے امراء اور اراکین سلطنت مثلاً عبدالرحیم خان خاناں، خانِ اعظم، سید صدرِ جہاں، خان جہاں لودھی اور مہابت خاں وغیرہ جو حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید و معتقد تھے، آپ کی نظر بندی کی خبر سن کر آگ بگولہ ہو گئے اور جنگ کرنے کے لئے باہمی خط و کتابت شروع کر دی، آخر یہ طے پایا کہ کابل کے حاکم مہابت خان کو اپنا سردار مقرر کیا جائے، مگر اسی اثناء میں حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ کی جانب سے ہدایات موصول ہوئیں کہ میری یہ کیفیت اپنی رضامندی سے ہے، خبردار آپ لوگ کوئی جنبش یا حرکت نہ کریں۔[208]

صاحبِ روضۃ القیومیہ نے ان واقعات کو اس طرح قلمبند کیا ہے کہ مہابت خان نے جب ہر طرح کے انتظامات مکمل کر لئے تو خطبے اور سکے سے بادشاہ کا نام نکال کر کابل سے ہندوستان کی طرف چلا، جب یہ خبر بادشاہ تک پہنچی تو بہت پریشان ہوا اور سوائے اس کے کوئی چارہ نظر نہ آیا کہ مہابت خان کا مقابلہ کیا جائے، چنانچہ بادشاہ خود ایک جرار لشکر لے کر نکلا، آخر دریائے جہلم پر جہانگیر اور مہابت خان کا مقابلہ ہوا۔ جیسا کہ قبل ازیں عرض کیا جا چکا ہے کہ شاہی لشکر میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مریدوں میں کثرت تھی اور سب کو معلوم تھا کہ مہابت خان حضرت موصوف کو قید کرنے کی وجہ سے بادشاہ سے جنگ کرنے پر مجبور ہوا ہے، اس لئے بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں لشکر

---

[208] سیرت امام ربانی، ص ۱۳۰، ۱۳۱

نے مہابت خان پر حملہ صرف دکھانے کے لئے کیا۔ بادشاہ غصے میں بھرا ہوا تو تھا ہی اس نے آگے دیکھا نہ پیچھے بڑھتا چلا گیا۔ مہابت خان جنگی چال چل کر پیچھے ہٹتا چلا گیا، حتیٰ کہ بادشاہ کو گھیرے میں لے کر گرفتار کر لیا۔ وزیر اور باقی لشکر کو جب بادشاہ کی گرفتاری کا علم ہوا تو بہت گھبرائے اور صلح کی پیشکش کی، اور وزیر نے مہابت خان کی خدمت میں حاضر ہو کر بہت خوشامد کی اور معافی مانگی۔

بادشاہ تین یا سات دن مہابت کے پاس نظر بند رہا، اس دوران بعض امراء نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو تخت پر بٹھانا چاہا لیکن حضرت نے تخت پر بیٹھنا تو درکنار قید سے نکلنا بھی پسند نہ کیا بلکہ آپ نے امراء کے ذریعے مہابت خان کو پیغام بھیجا کہ "فتنہ اور فساد فرو کرو، اور بادشاہ کی اطاعت کرو"۔

جب مہابت خان نے جہانگیر کو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا پیغام سنایا تو وہ حیران ہوا اور حضرت کی عظمت و ہیبت سے تھرا گیا۔ چنانچہ مہابت خان نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی رہائی کا عہد و پیمان لے کر بادشاہ کو تخت پر بٹھایا اور خود دست بستہ سامنے کھڑا ہو گیا اور آدابِ سلطنت بجا لایا۔ بادشاہ نے بھی اس کا قصور معاف کیا اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی رہائی کا حکم دیا۔ آپ کی نیک نیتی اور اخلاص کے اس عظیم مظاہرہ سے متاثر ہو کر بادشاہ نے آپ کی ملاقات کا اشتیاق ظاہر کر کے تشریف لانے کی دعوت دی۔[209]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے چند شرطیں حاضر ہونے کے لئے پیش کیں، جن کو بادشاہ نے بخوشی منظور فرمایا۔

[209] روضۃ القیومیہ، ص۱۸۸، ۱۸۹، سوانح عمری حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ، ص۸۹

اس کے بعد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ بڑی عزت و احترام سے رہا کئے گئے، تین یوم سرہند شریف قیام فرما کر آپ شاہی لشکر آگرہ میں تشریف لے گئے۔ ولی عہد شہزادہ خرم اور وزیر اعظم نے آپ کا استقبال کیا اور آپ کو شاہی مہمان خانے میں نہایت احترام کے ساتھ ٹھہرایا گیا۔ بادشاہ نے آپ کی پیش کردہ شرطوں کو پورا کیا چنانچہ:

۱۔ سجدۂ تعظیمی بالکل موقوف کر دیا گیا۔

۲۔ گاؤکشی میں آزادی دی گئی، گائے کا گوشت بر سرِ بازار فروخت ہونا شروع ہوا۔

۳۔ بادشاہ اور ارکانِ دولت نے ایک ایک گائے دربارِ عام کے دروازے پر اپنے اپنے ہاتھ سے ذبح کی اور کباب تیار کرا کے کھائے۔

۴۔ ملک کے جس جس حصے میں مساجد شہید کی گئی تھیں دوبارہ تعمیر کی گئیں۔

۵۔ دربارِ عام کے قریب ایک خوش نما مسجد تعمیر ہوئی، تیار ہونے پر بادشاہ امراء سمیت اس مسجد میں آیا اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی امامت میں نماز ادا کی۔

۶۔ ہر شہر اور قصبے میں دینی تعلیم کے لئے مکتب اور مدرسے قائم کئے گئے۔

۷۔ شہر بہ شہر محتسب، شرعی مفتی اور قاضی مقرر ہوئے۔

۸۔ کفار پر جزیہ مقرر ہوا۔

۹۔ جس قدر قوانین خلافِ شرع جاری تھے سب یک قلم منسوخ کئے گئے۔

۱۰۔ جملہ بدعات اور رسومِ جاہلیت بالکل مٹا دی گئیں۔ اس طرح دینِ اسلام میں نئے سرے سے رونق اور تازگی پیدا ہوئی، مسلمانوں کے قلوب مسرت سے لبریز ہو گئے، اور شبانہ روز کفار اپنی رضا اور غبت سے حلقۂ اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔[210]

صاحبِ روضۃ القیومیہ رقم طراز ہیں کہ بادشاہ گزشتہ گستاخیوں کی بابت بہت شرمندہ تھا، ہر روز اپنے خاتمہ بالخیر اور مغفرت کے لئے آنجناب (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) سے التجا کرتا۔ آنحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ خاطر جمع رکھو میں اس وقت بہشت میں داخل ہوں گا جب تم کو اپنے ساتھ لے لوں گا۔[211]

حضرت مولانا عبد الشکور صاحب فاروقی مجددی لکھنوی علیہ الرحمۃ قید سے رہائی کے واقعات کو اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

قید سے رہائی کا واقعہ بھی آپ کی روشن کرامت ہے۔ بادشاہ جہانگیر نے خواب دیکھا، خواب کیا قسمت جاگ اٹھی، دیکھا کہ سید الخلق اشرف الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بطور تاسف اپنی انگلی دانتوں میں دبائے ہوئے فرمارہے ہیں کہ جہانگیر! تونے کتنے بڑے شخص کو قید کر دیا۔

اس خواب کے بعد فوراً آپ کی رہائی عمل میں آئی مگر دشمنوں نے پھر کچھ کہہ سن کر بادشاہ سے یہ حکم دلوایا کہ چند روز آپ ہمارے لشکر میں رہیں۔ گو یہ چیز حضرت کے لئے قید سے کم تکلیف دہ نہ تھی لیکن کام جو بنا وہ اسی سے بنا۔ بادشاہ کو آپ کی صحبت نصیب ہوئی اور اس صحبت نے اس کے باطن

---

[210] سیرتِ امام ربانی، ص ۱۳۲، ۱۳۳

[211] روضۃ القیومیہ، ص ۱۹۷

کو مزکی کر دیا، پھر تو وہ آپ کا غلام تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ نے آپ کے دست حق پرست پر توبہ کی، شراب و کباب اور دوسرے منہیات سے ایسی بے تعلقی اختیار کی کہ باید و شاید۔[212]

جہانگیر اپنی توزک میں رہائی کے واقعات کو اپنے شاہی رعب و جلال کے ساتھ اس طرح لکھتا ہے:

"دریں تاریخ[213] شیخ احمد سرہندی را کہ بجہت دکان آرائی و خودفروشی و بے صرفہ گوئی روزے چند در زندان ادب محبوس بود بحضور طلب داشتہ خلاص ساختم خلعت و ہزار روپیہ خرچ عنایت نمودہ ورفتن و بودن مختار گردانیدم او از روئے انصاف معروض داشت کہ ایں تنبیہ و تادیب در حقیقت ہدایتے و کفایتے بود نقش مراد در ملازمت خواہد بود"۔

جہانگیر کی یہ عبارت بھی اپنے شاہی متکبرانہ انداز میں ہے لیکن اس عبارت سے واضح طور پر یقین ہوتا ہے کہ وہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے جذبۂ اخلاص سے ضرور مرعوب ہو چکا تھا جب ہی تو اس نے خلعت اور ہزار روپیہ کی رقم عنایت فرمائی اور اس کا بھی اختیار دیا کہ خواہ وہ اپنے وطن واپس تشریف لے جائیں یا میرے ساتھ رہیں۔ آپ نے شاہی لشکر میں قیام کو قبول فرما لیا اور فرمایا "میرا مقصد اسی سے پورا ہو گا"۔ یعنی اس سے بادشاہ کی اصلاح ہو گی اور اسلام کا بول بالا ہو گا۔

---

[212] تذکرۂ مجدد الف ثانی، ص ۲۵۶

[213] قید سے رہائی کے سلسلے میں عرض ہے کہ توزک جہانگیری میں صفحہ ۲۹۲ پر پندرہویں جشن نوروز کے حالات شروع ہوتے ہیں، جو کہ بروز جمعہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۰۲۹ھ کو منایا گیا تھا۔ اس سال خورداد کے مہینے (مطابق جمادی الاخریٰ ۱۰۲۹ھ و مطابق ۲۱ مئی ۱۶۲۰ء) میں جو حالات و واقعات پیش آئے ان کے ضمن میں صفحہ ۳۰۸ پر یہ عبارت درج ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی ماہ کی کسی تاریخ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو پورے ایک سال بعد قید سے رہا کیا گیا۔

اس کے بعد بھی ایک دوسرے موقع پر جہانگیر نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو دو ہزار روپے پیش کئے، چنانچہ توزک جہانگیری میں درج ہے کہ ازاں جملہ بشیخ احمد سرہندی دو ہزار روپیہ عنایت شد۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ جب گوالیار کے قلعے سے باہر تشریف لائے اور لشکر میں قیام پزیر ہوئے تو وہاں کے حالات مخدوم زادوں کے نام تحریر فرماتے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ فرزندانِ گرامی اگرچہ ہماری دائمی صحبت کے مشتاق اور خواہاں ہیں اور ہم بھی ان کے حضور و ملاقات کے آرزومند ہیں لیکن کیا کر سکتے ہیں کیونکہ تمام امیدیں میسر نہیں:

تَجْرِیْ الرِّیَاحُ بِمَا لَا تَشْتَہِی السُّفُنُ۔

ہوا چلتی ہے کشتی کے مخالف۔

لشکر میں اس طرح بے اختیار و بے رغبت رہنا بہت ہی غنیمت جانتا ہوں اور اس عرصے کی ایک ساعت کو دوسری جگہوں کی بہت سی ساعتوں سے بہتر تصور کرتا ہوں۔[214]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے جیسا ارشاد فرمایا تھا کہ "میرا مقصد اسی سے پورا ہو گا یعنی لشکر کے دورانِ قیام بادشاہ سے ملاقات کی سہولت اور اس کو تبلیغِ دین کرنے کے مواقع حاصل ہو سکیں گے، چنانچہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی شاہی دربار میں آمد و رفت شروع ہو گئی۔

---

[214] مکتوبات شریف، دفتر سوم، مکتوب نمبر ۴۳

جس کو تذکرۂ مخدوم زادوں کے نام ایک مکتوب میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اس طرف کے احوال اور اوضاع حمد کے لائق ہیں عجیب و غریب صحبتیں گزر رہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان محفلوں میں وہی باتیں بیان ہوتی ہیں جو خاص خلوتوں اور مجلسوں میں بیان ہوا کرتی ہیں۔ اگر ایک مجلس کا حال لکھا جائے تو اس کے لئے ایک دفتر ہونا چاہیئے۔[215]

شاہی مجلس سے متعلق ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"فرزندانِ گرامی کا صحیفہ شریفہ پہنچا اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ صحت و عافیت سے ہیں ایک تازہ معاملہ جو آج ظاہر ہوا لکھ رہا ہوں اچھی طرح سماعت کریں۔ آج شنبہ کی رات کو بادشاہی مجلس میں گیا تھا ایک پہر رات گزرے وہاں سے واپس آیا اور تین سیپارہ قرآن مجید حافظ سے سنا، دو پہر سے زیادہ رات گزر چکی تھی کہ نیند میسر ہوئی"۔[216]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مکتوبات شریف میں ایک مکتوب جہانگیر بادشاہ کے نام بھی ہے، چونکہ شہنشاہ جہانگیر سے متعلق گفتگو کا سلسلہ جاری ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ مکتوب یہاں درج کر دیا جائے **وھو ھذا**:

"کم ترین دعا گویان احمد معلیٰ بارگاہ کے حاضرین اور بلند درگاہ کے خادموں کی خدمت میں عاجزی اور نیاز مندی ظاہر کرتا ہے اور اس امن و آرام کی نعمت کا شکر بجالاتا ہے جو جناب کے غلاموں کی دولت و اقبال سے عوام و خواص کے شاملِ حال ہے اور دعا کی قبولیت کے گمان کردہ وقتوں اور

---

[215] مکتوبات شریف، دفتر سوم، مکتوب نمبر ۱۰٦

[216] مکتوبات شریف، دفتر سوم، مکتوب نمبر ۷۸

فقراء کی جمعیت کے زمانوں میں فتح حاصل کرنے والے لشکر کے لئے فتح و نصرت کی دعا مانگتا ہے کیونکہ:

ہر کسے را بہرِ کارے ساختند

ہر کسی کو دے دیا ہے ایک کام

اس لئے کارخانۂ خداوندی میں کوئی چیز عبث نہیں ہے، وہ کام جو غزا اور جہاد کرنے والے لشکر پر موقوف ہے اس میں دولت و سلطنتِ قاہرہ کی تائید اور تقویت ہے جس پر شریعتِ روشن کی ترقی منحصر ہے کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے کہ اَلشَّرعُ تَحتَ السَّیفِ "شرع تلوار کے نیچے ہے" اور یہی بڑا معتبر کام لشکرِ دعا (دعا کرنے والے حضرات) سے بھی وابستہ ہے جو اربابِ فقر و احبابِ بلا ہیں، کیونکہ فتح و نصرت دو قسم کی ہے، ایک وہ قسم ہے جس کو اسباب کے ساتھ وابستہ کیا اور وہ فتح و نصرت کی صورت میں ہے جو غزا کے لشکر سے تعلق رکھتی ہے، دوسری قسم فتح و نصرت کی حقیقت ہے اور مسبب الاسباب کی طرف سے ہے، آیت کریمہ وَمَا النَّصرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ (آل عمران ۱۲۶) (نہیں ہے مدد مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے) میں اسی نصرت کی طرف اشارہ ہے اور یہ لشکرِ دعا سے تعلق رکھتی ہے، پس لشکرِ دعا اپنی ذلت و انکساری کے باعث لشکرِ غزا پر سبقت لے گیا اور سبب سے مسبب کی طرف دلالت فرمائی۔

بردند شکستگاں ازیں میدان گوے

لے گئے کمزور اس میدان سے گیند

نیز دعا قضا کو رد کر دیتی ہے، جیسے کہ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے: **لَا یَرُدُّ الْقَضَآ اِلَّا الدُّعَاءُ**[217] "سوائے دعا کے کوئی چیز قضاء کو نہیں ٹالتی" تلوار اور جہاد میں یہ طاقت نہیں کہ قضا کو رد کر سکے، پس لشکرِ دعا ضعف و عاجزی کے باوجود لشکرِ غزا کے لئے لشکرِ دعا کا ہونا ضروری ہے کیونکہ جسم بغیر روح کی تائید و نصرت کے لائق نہیں ہوتا، اسی لئے راویوں نے کہا ہے: **کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلیَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ سَلَّمَ یَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِیْکَ الْمُھَاجِرِیْنَ**[218] "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ لشکرِ غزا اور جہاد کرنے والوں کو غلبہ کے باوجود فقرائے مہاجرین کے وسیلے سے فتح و نصرت طلب کیا کرتے تھے"۔ پس فقراء جو دعا کا لشکر ہیں خواری و زاری اور بے اعتباری کے باوجود ضرورت کے وقت کام آتے ہیں اگرچہ **اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْہِ فِی الدَّارَیْن** "فقر دونوں جہاں میں روسیاہی کا باعث ہے" کہا گیا ہے، اس بے اعتباری کے باوجود اعتبار حاصل کرتے ہیں اور سب سے آگے قدم لے جاتے ہیں۔ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ "قیامت کے دن شہیدوں کے خون کو علماء کی سیاہی کے ساتھ تولیں گے تو سیاہی والا پلہ غالب آجائے گا، **سبحان اللہ و بحمدہٖ**۔ یہی سیاہی اور روسیاہی ان کی عزت و سرخ روئی کا باعث ہو گئی اور ان کے مرتبے کو پستی سے بلندی تک پہنچا دیا۔ ہاں

بتاریکی دروں آبِ حیات است

چھپا ظلمت میں آبِ زندگی ہے

---

[217] رواہ الترمذی وابن ماجہ عن سلمان والحاکم وابن حبان عن ثوبان

[218] رواہ فی شرح السنۃ (مشکوٰۃ)

کوئی شاعر کہتا ہے کہ، بیت:

غلام خویشتنم خواند لالہ رخسارے

سیاہ روئِ من کرد عاقبت کارے

میرے حبیب نے مجھ کو اپنا غلام کہا، میری سیاہ روئی نے آخر میرا کام بنا دیا۔

یہ کم ترین اگرچہ اس لائق نہیں کہ اپنے آپ کو لشکرِ دعا کے شمار میں داخل کرے لیکن تاہم صرف فقر کے نام اور دعا کی قبولیت کے احتمال پر اپنے آپ کو دولتِ قاہرہ کی دعا سے فارغ نہیں رکھتا اور حال و قال کی زبان سے سلامتی کی دعا و فاتحہ میں مشغول رہتا ہے۔

رَبّنَا تَقَبّلْ مِنّا إِنّکَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (البقرة ۱۲۷)

تجدید کا انیسواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۹ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۳۰ھ

اس سال کے اہم واقعات میں جہانگیر اور شہزادہ خرم کی جنگ، شہزادہ کا حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہونا اور سلطنت کی بشارت پانا۔

اس سال ولی عہد شہزادہ خرم (شاہجہاں) جو بہت نیک طنیت اور فرشتہ خصلت تھا، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا بہت معتقد تھا اور آصف الدولہ برادرِ نور جہاں کا داماد تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قید کے زمانے میں حضرت کے لئے کئی بار باپ سے لڑائی جھگڑا بھی تھا اور رہائی کے لئے سفارش بھی کی تھی۔ بادشاہ کی تلون مزاجی اور آئے دن ان فتنوں کے بپا ہونے سے سخت نالاں تھا۔ اسی اثناء میں شہزادے کو خفیہ طور پر معلوم ہوا کہ اس کو ولی عہدی سے محروم کر کے شہریار کو ولی عہد بنانے کی سازش ہو رہی ہے تو مجبور ہو کر باپ کے ساتھ آمادۂ پیکار ہو گیا شہزادہ کے ساتھ فوج کی کثرت تھی اس پر طرہ یہ ہوا کہ عین جنگ کی حالت میں کچھ فوجی دستے بادشاہ سے جدا ہو کر شہزادے سے جا ملے۔ غرض بڑے زور سے باپ بیٹے کا مقابلہ ہوا۔

جہانگیر پریشان ہو کر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے فتح و نصرت کے لئے دعا کی درخواست کی۔ آپ کی دعا کی برکت سے دیکھتے ہی دیکھتے معاملہ برعکس ہو گیا اور شہزادہ کو شکست اور جہانگیر کو فتح حاصل ہوئی۔

شہزادہ خرم شکست کے بعد چھپتا چھپاتا حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں تو ہمیشہ بادشاہ سے آپ کے لئے لڑتا جھگڑتا رہا اب آپ میری مدد فرمائیں۔

آپ نے فرمایا:

”مجھے حق تعالیٰ کی طرف سے معلوم ہوا کہ عنقریب تم تخت پر بیٹھو گے اور تمہارا لقب شاہجہاں ہوگا اور عرصے تک تمہاری نسل میں سلطنت رہے گی“۔

یہ سن کر شہزادہ بہت خوش ہوا اور بطورِ تبرک حضرت کی ایک دستار لے گیا جو عرصے تک شاہانِ مغلیہ کے خزانے میں رکھی رہی۔[219]

بعض حضرات نے اس جنگ کے اسباب اس طرح بیان کئے ہیں کہ نور جہاں اگرچہ سنجیدہ، قابل اور دانش مند عورت تھی، اس کے رحم و کرم اور دستِ فیض سے ہزاروں بے کس اور نادار عورتیں اپنی جملہ مشکلات سے نجات پاتی تھیں لیکن بسا اوقات وہ اپنے ذاتی منشاء کو پورا کرنے کے لئے تباہ کن فتنہ بھی کھڑا کر دیا کرتی تھی۔ اسی طرح شہزادہ خرم سے جہانگیر اتنا خوش تھا کہ عہدِ شاہزادگی ہی میں اس کو ”شاہجہاں“[220] کا خطاب دے کر چتر وغیرہ شاہانہ امتیازات اس کو مرحمت کر دیئے تھے۔ لیکن جب نور جہاں اس کی مخالف ہوئی تو جہانگیر کو اس فرزندِ عزیز سے زیادہ نفرت کسی سے

---

[219] روضۃ القیومیہ، ص ۲۰۳ تا ۲۰۵، سیرت امام ربانیؒ، ص ۱۳۴

[220] شاہجہاں بادشاہ یکم ربیع الاول ۱۰۰۰ھ م ۱۷دسمبر ۱۵۹۱ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ جہانگیر کے مرنے کے بعد جمادی الاخریٰ ۱۰۳۷ھ م ۱۳ فروری ۱۶۲۸ء کو تخت نشین ہوئے اور شہاب الدین شاہجہاں کا لقب اختیار کیا۔ ان کے زمانے میں سلطنت میں کافی وسعت ہوئی۔ اگرچہ قندھار کا علاقہ مغلیہ سلطنت سے نکل گیا لیکن دکن کا بہت سا علاقہ میں اس میں شامل ہو گیا۔ شاہجہاں کا دور ملک کی خوشحالی اور ترقی کی وجہ سے سلطنت مغلیہ کا عہد زرین کہلاتا ہے، فنِ تعمیرات میں قدرت نے اس کو سب سے زیادہ عمدہ مذاق عطا کیا تھا، انہوں نے اپنی بیوی ارجمند بانو بیگم کی قبر پر جو مقبرہ تعمیر کرایا تھا وہ آج بھی تمام دنیا سے خراج تحسین حاصل کر رہا ہے، دنیا کے تمام مبصرین کا فیصلہ ہے کہ ”تاج محل“ سے زیادہ خوبصورت عمارت روئے زمین پر آج تک تعمیر نہیں ہوئی، علاوہ ازیں دہلی کی جامع مسجد، لال قلعہ اور بکثرت مساجد ان کی یادگار ہیں، نہایت دین دار، رعایا پرور، نیک اور عادل بادشاہ تھے۔ تقریباً اکتیس سال ۱۰۶۸ھ تک حکومت کی مزید آٹھ سال نظر بندی میں گزرے اور شب دوشنبہ ۲۶ رجب ۱۰۷۶ھ م یکم فروری ۱۶۶۶ء میں وفات پائی اور تاج محل آگرہ میں دفن ہوئے۔

نہیں تھی۔ شاہزادہ موصوف نے غلط فہمی کے ازالے کے لئے اپنا وکیل بادشاہ کی خدمت میں بھیجا تو اس کو بات کرنے کی اجازت بھی نہیں دی گئی۔ مجبورًا اس عزیز فرزند کو اپنی جان بچانے کے لئے شاہی فوجوں سے مقابلہ کرنا پڑا اور جہانگیر کی عمر کے آخری سال ان ہی خرخشوں کی نظر ہو گئے۔

بات صرف یہ تھی کہ نور جہاں شہزادہ شہریار کو جہانگیر کا جانشین بنانا چاہتی تھی، کیونکہ شہریار سے شیر افگن کی لڑکی منسوب تھی جو نور جہاں کے بطن سے تھی۔ شاہ جہاں کی مشہور اور مسلم قابلیت کے مقابلے میں شہریار طفلِ مکتب تھا مگر داماد کی محبت میں اس نے مفادِ سلطنت حتیٰ کہ خاندانی مصلحت کا بھی خیال نہ کیا اور پورے ملک میں ایک فتنہ برپا کر دیا۔

نور جہاں کا بھائی آصف الدولہ شاہجہاں کا حامی اور نور جہاں کے مقابلے پر تھا، کیونکہ آصف الدولہ کی لڑکی ارجمند بانو بیگم شاہجہاں سے منسوب تھی جس کا لقب ممتاز محل تھا، یہ رشتہ شاہجہاں کی حمایت کا باعث تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ شاہجہاں کی ذات ستودہ صفات ہر ایک بھی خواہِ ملک اور مدبر کو اپنی حمایت پر مجبور کر دیتی تھی۔[221] اسی سال حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اپنے صاحب زادوں کو کوہستان سے اپنے پاس لشکر میں بلا لیا۔

---

[221] علمائے ہند کا شاندار ماضی، ص ۱۴۴

تجدید کا بیسواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۳۰ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۳۱ھ

اس سال کے اہم واقعات میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے ہمراہ جہانگیر کا سرہند آنا۔ اجمیر شریف حاضر ہونا، حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی لشکر سے خلاصی وغیرہ حالات ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے اخلاص و کرامات کی وجہ سے جہانگیر اس درجے گرویدہ ہوا کہ اب ایک ساعت کے لئے بھی آپ کو اپنے سے جدا ہونا پسند نہ کرتا تھا حتیٰ کہ سفر و حضر میں بھی اپنے ساتھ رکھتا۔ اس طرح ساتھ رہنے سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ جو لوگ اپنی مجبوریوں کی بنا پر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتے تھے اور حصول فیض کے متمنی تھے ان کو حضرت سے فیض حاصل کرنے کا موقع مل گیا اور جن علاقوں میں دینی مدارس نہ تھے وہاں حضرت کے حکم سے مدارس قائم کئے گئے اور جو مساجد غیر آباد یا منہدم ہو گئی تھیں وہ آباد و تعمیر کی گئیں اس طرح دین کا چرچا عام ہو گیا اور عوام کی دینی اور اخلاقی اصلاح بھی ہو گئی۔

جب حضرت مجدد علیہ الرحمۃ لاہور پہنچے تو اس شہر کی قطبیت شیخ طاہر کو عنایت فرمائی اور سرہند کی طرف روانہ ہوئے، جب شاہی خیمے سرہند میں نصب ہوئے تو حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بادشاہ کی ضیافت فرمائی، کھانا کھانے کے بعد بادشاہ نے حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کیا کہ ایسا لذیذ کھانا میں نے کبھی نہیں کھایا آپ اپنے باورچیوں سے فرمائیں کہ وہ ہمارے باورچیوں کو کھانا پکانا سکھائیں، حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا تمہارے باورچیوں سے ایسا کھانا نہیں پک سکے گا۔ چنانچہ جتنے دن بادشاہ سرہند شریف میں مقیم رہا حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خانقاہ سے اس کے لئے کھانا جاتا رہا۔ ایک روز حضرت علیہ الرحمۃ نے بادشاہ سے فرمایا کہ مجھے اب سرہند ہی رہنے دو لیکن

بادشاہ نے آپ کی جدائی گوارہ نہ کی اور آپ کی خاطر کچھ عرصے سرہند میں قیام کیا۔ بعد ازاں بادشاہ دہلی روانہ ہو گیا اور حضرت کو بھی ہم راہ لیا، حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہاں سے بنارس تک بادشاہ کے ہمراہ تشریف لے گئے، پھر بادشاہ اجمیر کی طرف روانہ ہوا حضرت بھی اس کے ہمراہ اجمیر تشریف لے گئے اور وہاں کافی عرصہ قیام پزیر رہے۔[222]

[222] روضہ قیومیہ، ص۲۰۷تا۲۰۹

تجدید کا اکیسواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۳۱ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۳۲ھ

اس سال کے اہم واقعات میں شیخ نورالحق پسر شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی طرف مکتوب گرامی اور حضرت کا خصوصی مکاشفہ وغیرہ حالات ہیں۔

اس سال حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنے صاحب زادگان خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہما کو لشکر شاہی سے سرہند شریف روانہ کیا۔

اسی سال شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صاحب زادے مولوی نورالحق رحمہ اللہ تعالیٰ کی معرفت چند اسرارِ باطنی کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ سے استفسار کیا۔ حضرت قدس سرہ نے نہایت تسلی بخش جواب دیا، جو مکتوب نمبر ۱۰۰ دفتر سوم میں شیخ نورالحق رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام ہے۔ یہ ایک طویل مکتوب گرامی ہے جس میں حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ حضرت یعقوب علیہ الصلواۃ والسلام کی گرفتاری کے سِر کو منکشف فرمایاہے اور بعض اسرارِ غریبہ اور علومِ عجیبہ بیان فرمائے ہیں، اس مکتوبِ گرامی کی ابتداء اس طرح پر ہے۔

الحمدللہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی، فضائل و کمالات کے پناہ والے برادرم شیخ نورالحق رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس گرفتاری کی نسبت جو حضرت یعقوب علیہ الصلاۃ والسلام کو حضرت یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ تھی بڑے شوق واہتمام کے ساتھ دریافت کیا تھااور فقیر کو بھی مدت سے اس انکشاف کاشوق تھاجب آپ کاشوق اس شوق کے ساتھ مل گیاتوبے اختیار ہو کر ہم تن اس دقیقہ کے کشف کی طرف متوجہ ہوااور سرسری نظر میں معلوم ہوا کہ حضرت یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کی خلقت اور ان کا حُسن وجمال اس عالم دنیا کی خلقت اور حُسن وجمال کی قسم سے نہیں ہے اور

یہ بھی ظاہر ہوا کہ ان کا جمال بہشتیوں کے جمال کی قسم سے ہے اور مشہود ہوا کہ باوجود اس جہاں کے ان کا حُسن حور و غلمان کے حُسن کی مانند ہے اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس بارے میں مفصل طور پر جو کچھ فائض ہوا ہے تحریر کر کے ارسال کیا جاتا ہے۔ **سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا۔ الی اخر المکتوب الشریف۔**[223]

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اس جواب کو دیکھ کر آپ کے معتقد ہو گئے اور ملاقات کے لئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان ہی دنوں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی نے حضرت خواجہ بیرنگ باقی باللہ قدسرہ العزیز کے خلیفہ شیخ حسام الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف ایک مکتوب لکھا جو اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت مجدد قدس سرہ کی تجدید و قیومیت کے معترف تھے۔[224]

ایک عالم نے جو تصوف کے خلاف تھے جب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا ایک مکتوب پڑھا جس میں تحریر تھا "حقیقت و طریقت دونوں شریعت کی خادمہ ہیں" تو اس عالم نے حضرت کے اس جملے سے بہت لطف اٹھایا اور بے اختیار اس کی زبان سے نکلا۔ **اَللّٰھُمَّ سَلِّمِ ھٰذَاالشَّیخ المُعَظَّم** "اے پروردگار! اس شیخ معظم کو سلامت رکھ" پھر فرمایا کہ آج میرے دل سے وہ کدورت رفع ہو گئی جو مشائخ کی طرف سے تھی۔"[225]

اسی سال ۱۰۳۱ھ میں حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی علیہ الرحمۃ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے امر و طلب پر آپ کی خدمت میں اجمیر شریف حاضر ہوئے اور آپ نے حضرت قدس سرہ کی

---

[223] دفتر سوم، ص ۱۰۰

[224] حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا وہ مکتوب "مجددیت" کے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

[225] سیرت امام ربانی ص ۱۳۸

ہدایت کے بہ موجب مکتوباتِ شریفہ کا دفتر سوم مرتب و مدوّن کیا جس کا سالِ تدوین لفظِ "ثالث" ومعرفت الحقائق" ۱۰۳۱ھ سے ظاہر ہے۔ یہ دفتر ۱۱۴ مکتوبات پر ختم ہوا تھا لیکن اس کی تدوین کے بعد کے دس مکتوبات بھی اس میں اضافہ کر دیئے اور اب یہ دفتر ۱۲۴ مکتوبات پر مشتمل ہے۔[226]

اسی سال اجمیر ہی میں شیخ آدم بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت مجدد قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور باطنی کمالات میں بہت جلد ترقی کی، چند ماہ بعد جب حضرت علیہ الرحمہ نے شیخ کو لوگوں کی تربیت کے قابل پایا تو سرہند شریف میں خلافت سے سرفراز فرمایا۔[227]

---

[226] دیباچہ دفتر سوم

[227] روضۃ القیومیۃ ص ۲۱۴

تجدید کا بائیسواں سال

از بارہ ربیع الاوّل ۱۰۳۲ھ تا گیارہ ربیع الاوّل ۱۰۳۳ھ

اس سال کے اہم واقعات میں آثارِ رحلت، سرہند شریف میں ورودِ مسعود رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسند ارشاد پر فائز ہونا وغیرہ حالات ہیں۔[228]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے بعض مخلص احباب آپ کے مکتوبات شریف کی پہلی اور دوسری جلد بدخشاں، خراسان اور ماوراء النہر لے گئے وہاں کے بعض علماء ومشائخ جو اپنے حلقے کے سردار بھی تھے ابھی تک کسی کے مرید نہیں ہوئے تھے جب انہوں نے مکتوبات شریف کا مطالعہ کیا تو حضرت کے معتقد ہو گئے، چناں چہ وہاں کے جید علماء میں سے مولانا ربانی حسن قادانی اور مولانا نولک نے ایک صالح شخص کے ہاتھ اپنے اپنے نیاز مندانہ عریضے آپ کی خدمتِ اقدس میں بھیجے، جو اس صالح شخص نے اجمیر شریف میں حاضرِ خدمت ہو کر آپ کے حضور میں پیش کئے اور ان بزرگوں کی طرف سے وفورِ محبت وعقیدت کا اظہار کیا۔ ان عریضوں میں تحریر تھا کہ اگر کبر سنی، ضعفِ جسمانی، بُعدِ مسافت اور صعوبتِ سفر وغیرہ امور مانع نہ ہوتے تو ہم خود خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر بقیہ لمحات درِ دولت پر گزارتے لہٰذا ہم نیاز مندوں کو اپنے مخلصوں اور مریدوں میں شامل کر کے غائبانہ افاضت سے ہمارے احوال پر توجہ فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے ان میں سے ہر ایک عرض گزار کی طرف سے اس شخص کو مرید کیا۔ رخصت ہوتے وقت اس شخص نے درخواست کی کہ وہاں کے بزرگوں نے مکتوبات شریف کے تیسرے دفتر کی بھی درخواست کی ہے۔ آپ قدس سرہ نے تیسرے دفتر کا ایک جزو اس شخص کو عنایت فرمایا۔[229]

---

[228] روضۃ القیومیۃ ص ۱۶۳

[229] روضۃ القیومیۃ، رکن اول ص ۲۱۷،۲۱۶

آثارِ رحلت و جانشینی

حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہ ابھی اجمیر شریف ہی میں تشریف فرماتھے کہ ایک دن فرمایا:
آثار بتاتے ہیں کہ اب کوچ کا زمانہ قریب ہے۔[230]

چنانچہ سرہند شریف اپنے صاحبزادوں حضرت خواجہ محمد سعید و حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کو مندرجہ مکتوب تحریر فرماتے ہیں۔

الحمدللہ و السلام علی عبادہ الذین اصطفی، مدت گزری کہ فرزندانِ گرامی نے اپنے ظاہری و باطنی احوال کی نسبت کچھ نہیں لکھا شاید دیر تک جدا رہنے کے باعث مجھ دورافتادہ کو بھول گئے ہوں، ہم بھی أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ رکھتے ہیں۔ آیتِ کریمہ أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ (الزمر ۳٦) "کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کافی نہیں۔" نامراد غریبوں کی تسلی بخشنے والی ہے۔ عجیب معاملہ ہے کہ تمہاری اس قدر لاپروائی کے باوجود دل ہمیشہ تمہارے احوال کی طرف متوجہ ہے اور تمہارے کمال کا خواہاں ہے۔ کل صبح کی نماز کے بعد مجلسِ سکوت یعنی مراقبے و خاموشی کے وقت ظاہر ہوا کہ وہ خلعت جو میں پہنے ہوئے تھا مجھ سے جدا ہو گئی اور بجائے اس کے اور خلعت مجھے پہنائی گئی، دل میں آیا کہ یہ خلعتِ زائلہ (میری اتاری ہوئی خلعت) کسی کو دیتے ہیں یا نہیں۔ مجھے یہ آرزو ہوئی کہ اگر یہ خلعتِ زائلہ میرے فرزند محمد معصوم (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو دے دیں تو بہتر ہے۔ ایک لمحے کے بعد دیکھا کہ میرے فرزند کو مرحمت فرمائی گئی ہے اور وہ خلعت سب کی سب ان کو پہنائی گئی ہے۔ اس خلعتِ زائلہ سے معاملۂ قیومیت مراد ہے جو تربیت و تکمیل سے تعلق رکھتا ہے اور اس کے عرصۂ مجتمع کے ساتھ ارتباط کا باعث ہوا ہے۔ اس خلعتِ جدیدہ کا معاملہ جب انجام تک پہنچ

---

[230] زبدۃ المقامات ص ۲۸۲

جائے گا اور خلعت کے مستحق ہو جائیں گے تو امید ہے کہ کمال کرم سے فرزند عزیز محمد سعید (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو عطا فرمائیں گے۔ یہ فقیر ہمیشہ عاجزی کے ساتھ یہ سوال کرتا ہے اور قبولیت کا اثر پاتا ہے اور فرزندِ عزیز (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو اس دولت کا مستحق معلوم کرتا ہے۔

باکریماں کارہا دشوار نیست

کریموں پر نہیں مشکل کوئی کام

استعداد ہے تو وہ بھی اسی کی دی ہوئی ہے۔ بیت

نیاوردم از خانہ چیزے نخست

تو دادی ہمہ چیز و من چیزِ تُست

نہیں لایا میں کچھ بھی اپنے گھر سے — مجھے سب کچھ ملا ہے تیرے در سے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِعْمَلُوا آلَ دَاوُدَ شُكْرًا وَقَلِيلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ (السبا ١٣)

"اے آلِ داؤد عمل کرو اور شکر بجالاؤ میرے بندوں میں شکر گزار بہت کم ہیں۔"

تم جانتے ہی ہو کہ شکر سے مراد یہ ہے کہ بندہ اپنے ظاہر و باطنی اعضاء و جوارح اور قویٰ کو جس جس غرض کے لئے خدائے تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے ان میں صرف کرے۔ اگر یہ نہ کیا جائے تو شکر بھی ادا نہ ہو۔ وَاللّٰهُ سُبحَانَهُ اَلمُوَفِّق۔ (اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے) اس قسم کے علوم پوشیدہ اسرار میں سے ہیں، اگرچہ احتیاط کے ساتھ کہے جاتے ہیں لیکن پھر بھی ان کا پوشیدہ رکھنا ضروری ہے، تاکہ لوگ فتنے میں نہ پڑ جائیں۔

دوسرے یہ کہ وہ مشکل جو درپیش تھی شاید وہ معاملہ عالمِ مثال میں سے تھا ان دنوں میں وہ بھی حل ہو گئی ہے اور کوئی پوشیدگی نہیں رہی، شاید اس امر میں خواجہ معین الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کی

روحانیت کا بھی دخل ہو گا، محمد معصوم (رحمہ اللہ تعالیٰ) بھی شاید اس مشکل کو دل میں رکھتا ہو گا۔ والسلام۔[231]

خواجہ ہاشم کشمی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہ نے اسی سال ماہِ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں فرمایا کہ آج عجیب معاملہ پیش آیا کہ میں اپنے تخت پر تکیہ لگائے بیٹھا تھا مجھے محسوس ہوا کہ اسی تخت پر میرے ساتھ کوئی اور آکر بیٹھ گیا ہے۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ آں حضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم تشریف فرماہیں اور فرماتے ہیں کہ تمہارے واسطے اجازت نامے لکھنے کے لئے آیا ہوں جو آج تک میں نے کسی کے واسطے نہیں لکھے۔ میں نے دیکھا کہ اس اجازت نامہ کے متن میں وہ الطاف عظیم درج فرمائے تھے جو اس جہان سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کی پشت پر وہ عنایات کثیرہ رقم فرمائی تھیں جو عالمِ آخرت کے متعلق تھیں، چناں چہ یہ بات حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ نے مکتوبات کی تیسری جلد میں تحریر فرمائی ہے۔[232]

فرزندانِ گرامی کا صحیفہ شریفہ پہنچا اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ صحت وعافیت سے ہیں ایک تازہ معاملہ جو آج ظاہر ہوا ہے لکھتا ہوں اچھی طرح سماعت کریں (پھر چند سطور کے بعد تحریر فرماتے ہیں) دوپہر سے زیادہ رات گزرچکی تھی کہ نیند میسر ہوئی۔ صبح کے حلقے کے بعد چونکہ رات کا تھکا ماندہ تھا سو گیا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضرت رسالت پناہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فقیر کے لئے اجازت نامہ لکھا ہے جس طرح مشائخ کی عادت ہے کہ اپنے خلفاء کے لئے لکھتے ہیں اور فقیر کے دوستوں میں سے ایک دوست بھی اس معاملے میں ہم راہ ہے۔

---

[231] مکتوبات شریف دفتر سوم مکتوب ۱۰۴

[232] زبدۃ المقامات ص ۱۸۰

اسی اثنامیں گویاظاہر ہوا کہ اس اجازت نامے کے اجراء میں ایک طرح کافتور ہے،اس فتور کی خاص وجہ بھی اسی وقت معلوم ہوگئی۔ وہ دوست جو اس خدمت کا پیش کار ہے گویادوبارہ اس اجازت نامے کو آں حضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی خدمت میں لے گیااورآں حضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے اس اجازت نامے کی پشت پر دوسرااجازت نامہ لکھاہے یالکھوایاہے، یہ تشخیص نہیں ہوالیکن آں حضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے ساتھ نسبت معلوم ہے اور لکھنے کے بعد اپنی مہر سے مزین فرمایاہے۔ اس اجازت نامے کا مضمون یہ ہے کہ دنیاکے اجازت نامے کے عوض آخرت کااجازت نامہ دیاگیاہے اور مقامِ شفاعت میں نصیب وحصہ عطافرمایاہے اور کاغذ بھی بہت بڑاہے اوراس میں بہت سی سطور لکھی ہیں۔ میں اس دوست سے پوچھتاہوں کہ پہلا اجازت نامہ کون ساہے اوردوسرااجازت نامہ جو لکھاہے وہ کون ساہے اور مجھے اس وقت ایسامحسوس ہوتاتھاکہ میں اورآں حضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم باہم ایک ہی جگہ میں باپ بیٹے کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں، آں حضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اور ان کے اہل بیت کا حضور مجھ سے اجنبی نہیں ہے اور میں اس کاغذ کو لپیٹ کر اوراپنے ہاتھ پر رکھ کر مَحرم فرزندوں کی طرح ان کے حرم شریف میں داخل ہواہوں، امہات المؤمنین (مومنوں کی ماؤں) میں سے بڑی ماں (حضرت سیدتناخدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) مجھے آں حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے حضور میں بعض خدمات کے لئے بڑے اہتمام سے فرماتی ہیں اور کہتی ہیں کہ میں تیراانتظار کرتی تھی، اوراس طرح کرناچاہیئے، اسی اثناءمیں افاقہ ہوگیا۔ یہ بات دل سے دور ہوگئی کہ اس فتور کی کیاوجہ تھی جو(اس وقت) معلوم نہیں ہوتی تھی، جوں جوں آنکھ کھلتی جاتی تھی اس واقعہ کی خصوصیات دل سے نکلتی جاتی تھیں۔

تمہیں یاد ہو گا کہ میں اس بارے میں پہلے بھی یہ بات کہا کرتا تھا کہ یہ بلند نسبت عجیب ہے کہ اپنے اندازہ کے موافق ظاہر نہیں ہوتی، دل میں یہ بات آتی تھی کہ اس واقعہ کا ظہور ظاہراً آخرت کے لئے ذخیرہ رکھاہے اوراس کانعم البدل میسر ہو گا، اس واقعہ کی وجہ سے ان ترددات سے تشفی حاصل ہوئی۔ قیامت قریب ہے اور ظلمتوں کی گھٹائیں چھارہی ہیں، کہاں خیریت کجانورانیت، شاید حضرت مہدی علیہ الرضوان خلافتِ ظاہر کی تائید پاکراس کورواج دیں گے، اوراس نعمت کے شکریہ میں ہم نے حکم دیاہے کہ قسم قسم کے کھانے (پکاکر) آں حضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی روحانیت کوہدیہ کریں اورخوشی کی مجلس قائم کریں۔ شایداس مکتوب کے اٹھانے والے بھی ان کھانوں سے تناول فرمائیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کسی مکتوب میں ایک واقعہ کے بیان میں جوظاہر ہوا تھالکھاتھا کہ تیسرے دوست کونوکری میں قبول نہ کیا، کچھ عرصہ کے بعد ظاہر ہوا کہ محض کرم سے اس کو بھی قبول فرمایا، اور قبولیت کے آثار ظاہر ہوئے۔لِلّٰہِ الحَمدُوَالمِنَّۃُ عَلیٰ ذٰلِکَ وَعَلیٰ جَمِیعِ النَعمَاءِ۔ (اس نعمت پربلکہ تمام نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کی حمداوراحسان ہے) ان دنوں معارفِ غریبہ اورعلومِ عجیبہ ظاہر ہورہے ہیں۔ گویاوہ ورق مرقوم ہواہے اور ہرایک کامعاملہ جدا ظاہر ہواہے، "فرزند دورہیں اور عمر کامعاملہ نزدیک ہوتاجاتاہے" اَلخَیرُفِی مَاصَنَعَ اللّٰہُ تَعَالیٰ۔ (وہی بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کرے) کہتاہوں اور صبر کرتاہوں۔ رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْکَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا (الکھف ۱۰) "یااللہ تواپنے پاس سے ہم پررحمت نازل فرمااورہمارے کام سے بھلائی نصیب کر" وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ التَبَعِ الھُدٰی۔[233]

---

[233] مکتوبات شریف دفتر سوم مکتوب ۱۰۶

اس نامۂ مبارک کے پہنچتے ہی دونوں صاحب زادے یعنی حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما بے اختیار خدمت اقدس میں حاضر ہو کر شرفِ زیارت سے مشرف ہوئے۔ چند روز کے بعد ایک دن خلوت میں دونوں صاحبزادوں سے فرمایا کہ اب مجھے اس جہان سے متعلق دلچسپی نہیں رہی، اُس جہان میں جانا ہے کیونکہ کوچ کی علامات نمایاں ہو رہی ہیں۔

چناں چہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت مجد دالفِ ثانی قدسنااللہ تعالیٰ سبحانہ بسرہ الاقدس نے اپنے مخلصوں میں سے ایک درویش کو خلعتِ قیومیت سے نوازا اور اس امرِ عظیم سے سرفراز فرمایا۔ اس درویش کو خلوت میں طلب کر کے فرمایا کہ اس مجمع گاہ (دنیا) کے ساتھ میرے ارتباط کا تعلق یہی قیومیت کا معاملہ رہا ہے جو کہ تجھ کو عطا کر دیا گیا ہے اور مکونات (موجودات) پورے شوق کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہو گئے ہیں، اب میں اس فانی دنیا میں اپنے رہنے کا کوئی سبب نہیں پاتا ہوں اور اس پر آشوب دنیا سے اپنے رحلت فرمانے کا وقت قریب ہونے کی بابت فرمایا۔ وہ زخمی دل درویش اس مذکورہ بشارت کے سننے کے باوجود جگر سوختہ اور چشمِ پُر نم ہو کر اپنے اندر نہایت غم واندوہ میں ڈوب گیا، نہ زبان کو کہنے کی طاقت رہی اور نہ ہی کانوں کو سننے کی تاب رہی۔ جب حضرتِ عالی قدس سرہٗ نے اس تبدیلی کو اس مسکین میں ملاحظہ کیا تو نہایت مہربانی سے فرمایا غم مت کر، اللہ تعالیٰ کی سنت (طریقہ) اسی طرح جاری ہوئی ہے کہ کسی ایک کو اپنے پاس بلاتا ہے اور کسی دوسرے کو اس کی جگہ بٹھاتا ہے۔

(چند سطور کے بعد) اس درویش نے چونکہ اس معنی کی کوئی قابلیت اپنے اندر نہیں پائی اور مذکورہ رنج و غم بھی اس کے اندر چھپا ہوا تھا، ہاں یا نہیں کچھ بھی نہیں کہا اور جن امور کا انکشاف

ضروری تھا در میان میں نہ لایا۔ یہی وجہ تھی کہ جب حضرت عالی قدس سرہ نے فرمایا کہ اشیاء میری قیومیت سے تیری قیومیت کے ساتھ زیادہ راضی وخوش ہیں (یہ درویش) اس کی لِم وعلت کو پوچھنے کی جرأت نہ کرسکا، کسی نے کیا خوب کہاہے:

وحشی گزشت یار ونکردی حکایتے ۔۔۔ اے خان ومان خراب زبانِ توبستہ بود

اے وحشی! یار گزر گیا اور تونے کوئی بات بھی نہ کی اے خانماں برباد کیا تیری زبان بندھی ہوئی تھی۔

جب حضرت مجدد قدس سرہٗ نے اس درویش کا غم بہت ہی زیادہ دیکھا تو فرمایا کہ "میرے رحلت کرنے میں قدرے مہلت (تاخیر) ہے لیکن میں دیکھتاہوں کہ کیا تعلق درمیان میں ہے" متوجہ ہوکر ایک لمحے کے بعد فرمایا"میرے انتقال کے دن تک تیرا قیام میرے ساتھ ہوگا اور افرادِعالم کا قیام تیرے ساتھ ہوگا۔" یہ ارشاد اس مسکین کے غمگین دل کے لئے قدرے تسکین دینے والا ہوگیا۔ اس واقعہ کے ایک سال اور چند دن کم تین ماہ بعد حضرت مجدد قدس سرہٗ (کی رحلت) کا واقعہ پیش آیا کیونکہ یہ گفتگو ۱۰۳۲ھ کے ماہ ذوالحجہ کے پہلے عشرہ میں ہوئی تھی اور اس ہادیٔ انام کا ارتحال اٹھائیس صفر ۱۰۳۴ھ کو ہوا تھا۔[234]

اس کے بعد آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کو اپنے حضور میں مسندِ ارشاد پر بٹھایا اور تمام خلفاء اور مریدین کو حکم دیا کہ ان سے بیعت کریں۔ سب نے حسب الارشاد بیعت کی اور خانقاہ کے تمام معاملات بھی ان کے سپرد ہوئے۔ سب کو حکم دیا کہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے حلقے میں بیٹھا کریں حتیٰ کہ اگر کوئی آپ قدس سرہٗ کے پاس مرید ہونے کے لئے حاضر ہوتا

[234] مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب ۸۲

آپ قدس سرہٗ اسے حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کی خدمت میں بھیج دیتے اور خود مرید نہ فرماتے۔[235]

[235] روضۃ القیومیہ رکن اول ص ۲۲۲

تجدید کا تئیسواں سال

از بارہ ربیع الاوّل ۱۰۳۳ھ تا گیارہ ربیع الاوّل ۱۰۳۴ھ

اس سال کے اہم واقعات میں حضرت مجددالفِ ثانی قدس سرہٗ کا سرہند واپس تشریف لانا، تمام تعلقات سے انقطاع کرکے خلوت اختیار فرمانا اور وفات حسرت آیات وغیرہ حالات ہیں۔

حضرت مجددالفِ ثانی قدس سرہٗ کی عمر شریف کا تقریباً ایک باقی رہ گیا تو آپ قدس سرہٗ نے بڑی کوشش کے بعد بادشاہ سے رخصت حاصل کی۔[236] اور حسبِ معمول حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہٗ کے روضہ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ دیر تک مرقدِ مبارک کے محاذ میں مراقب رہے جب وہاں سے اٹھے تو فرمایا کہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ نے حقِ مہمانی ادا کیا اور طرح طرح کی ضیافتیں فرمائیں اور بہت سی پوشیدہ باتوں کا اظہار فرمایا۔ اتنے میں مزار کے خادموں نے حضرت خواجہ قدس سرہ کا قبرپوش جو ہر سال نیا چڑھا کر پرانا بادشاہوں کو دیا جاتا تھا، حضرت قدس سرہ کی خدمت میں پیش کیا، آپ قدس سرہٗ نے قبول فرما کر خادم کے سپرد کر دیا۔

حضرت مجددالف ثانی قدس سرہ زیارتِ روضۂ خواجہ قدس سرہٗ کے بعد اجمیر سے اپنے وطنِ مالوف کو روانہ ہوگئے اور ۱۹ ربیع الآخر ۱۰۳۳ھ مطابق ۹ فروری ۱۶۲۴ء کو اپنے وطن تشریف لے آئے۔ جب اس سفر سے دارالارشاد سرہند شریف تشریف لے آئے تو اہلِ سرہند نے آپ کے شایانِ شان استقبال کیا اور مارے خوشی کے پھولے نہ سمائے اور اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر بجالائے۔

---

[236] جیسا کہ خود حضرت مجدد قدس سرہٗ دفتر سوم مکتوب ۱۱۵ میں تحریر فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ کی عنایت سے لشکر کی ہمراہی سے خلاصی میسر ہوگئی۔"

دیوار و در ش سجود کردند   شکرانۂ ایں ورود کردند[237]

سرہند شریف پہنچ کر حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہ نے تمام تعلقات سے کلی انقطاع کرکے خلوت اختیار کرلی، سوائے مخدوم زادوں اور دو تین خادموں کے اور کوئی آپ قدس سرہٗ کی خدمت میں جانے کا مجاز نہ تھا۔

خواجہ ہاشم کشمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان ہی خلوت کے ایام میں ایک روز میں نے عرض کیا کہ حضور! ملکِ دکن کے امورِ سلطنت میں آج کل سخت بد نظمی ہے اگر اجازت ہو تو اپنے اہل وعیال کو لے آؤں۔ آپ قدس سرہ نے اجازت دے دی۔ رخصت ہوتے وقت میں نے عرض کیا کہ حضور دعا فرمائیں کہ پھر آستانہ پر حاضر ہو کر قدم بوسی نصیب ہو۔ آپ قدس سرہ نے ایک آہ کھینچی اور فرمایا۔

دعا کنم کہ درآخرت باہم یکجا جمع شویم

دعا کرتا ہوں کہ آخرت میں پھر ایک جگہ جمع ہوں۔

اسی طرح شعبان المعظم ۱۰۳۳ھ کی پندرہویں شب کو جب آپ حرم سرا میں تشریف لے گئے تو آپ کی اہلیہ صاحبہ کی زبان سے یہ جملہ نکل گیا کہ "اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ آج کس کا نام صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا ہے اور کس کا باقی رکھا گیا ہے۔" یہ سن کر حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ تم تو شک وشبہ میں یہ بات کہہ رہی ہو لیکن اس شخص کی کیا حالت ہو گی جو بچشمِ خود دیکھتا ہو کہ اس کا نام صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا ہے[238] اس میں اپنی جانب اشارہ تھا۔

---

[237] روضۃ القیومیۃ ص ۲۲۵، ۲۲۴۔ زبدۃ المقامات ص ۲۸۴، ۲۸۳

[238] زبدۃ المقامات ص ۲۸۵

حضرت خواجہ محمد سعید و حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما سے منقول ہے کہ ایک دن حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ اپنے مکان میں تکیہ لگائے بیٹھے تھے فرمایا کہ میں آئندہ جاڑے کے موسم میں اس مکان میں نہ ہوں گا۔ لوگوں نے عرض کیا شاید اس مکان میں جو خلوت کے واسطے درست کرایا ہے میں قیام فرمائیں گے۔ ارشاد ہوا کہ اس جگہ بھی نہیں۔ پھر خدام نے دوبارہ عرض کیا کہ پھر کہاں رونق افروز ہوں گے؟ فرمایا کہ ان مکانوں میں سے کسی میں بھی نہیں، دیکھو خود بخود کیا ظاہر ہوتا ہے۔ اتفاقاً موسمِ سرما آنے سے پہلے ہی اس عالمِ فانی سے عالمِ جاوِدانی کی طرف آپ رحلت فرما گئے۔[239]

ان ہی دونوں مخدوم زادوں سے منقول ہے کہ ہم حضرت اقدس قدس سرہٗ سے دریافت کیا کہ آپ نے اہل و عیال سے اس قدر بے رغبتی اور خلق سے بے تعلقی کس لئے اختیار فرمائی ہے۔ ارشاد ہوا کہ میرے انتقال کا زمانہ بہت ہی نزدیک اور نہایت ہی قریب ہے۔ پس جس آدمی کو یہ معلوم ہو تو اس کو لازم ہے کہ اپنے کو بہ زور عبادت میں مشغول کرے اور تسبیح واستغفار اور درود و تلاوتِ قرآن مجید اور ذکر وغیرہ سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ ہو اور غیر حق سے بالکل علیحدگی اختیار کرے، اس لئے تم سب بھی مجھ کو خدا پر چھوڑ دو، حق سبحانہٗ وتعالیٰ تم سب سے زیادہ دوست ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ میری توجہ اور اعانت تم لوگوں کے لئے رحلت کے بعد قبلِ رحلت کی بہ نسبت اور زیادہ ہو جائے گی، اس لئے کہ تعلقِ بشری بعض وقتوں میں اعانت اور توجہ کو مانع ہے اور بعد انتقال کے چوں کہ فراغت وتجرد ہے، کوئی مانع نہیں۔[240]

---

[239] وصالِ احمدی ص ۱۰،۹

[240] زبدۃ المقامات ص ۲۸۸

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے عید الاضحیٰ ۱۰۳۳ھ کی نماز کے بعد ایک مختصر سی تقریر میں فرمایا کہ "لوگو! میں نے تمہیں پہلے ہی اطلاع دے دی ہے کہ میں عن قریب دنیا سے کوچ کرنے والا ہوں، آثار مجھے بتا رہے ہیں کہ میری عمر بھی حضورانور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی سنت کے مطابق تریسٹھ سال ہوگی۔ اب تریسٹھواں سال شروع ہو چکا ہے لہٰذا عنقریب تم لوگوں سے جدا ہو جاؤں گا اور اپنے مولیٰ کا دیدار حاصل کروں گا۔ خدا کے بندو! جو کچھ مجھے اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی طرف سے حاصل ہوا وہ میں نے تم کو پہنچا دیا۔ یہ بھی تم سے مخفی نہیں کہ میں نے ملتِ حقہ کے رواج دینے میں کس قدر کوششیں کیں، کتنے ظلم سہے اور کتنی جفائیں برداشت کیں، کتنے سخت سے سخت مصائب اٹھائے حتیٰ کہ قید تک منظور کی، لشکر میں رہنا اختیار کیا لیکن اپنے کام میں کوتاہی نہیں کی، آہ! میں اب تم سے جدا ہوتا ہوں اور تم کو اپنے پروردگار کے سپرد کرتا ہوں، میری اور تمہاری ملاقات اب قیامت کے دن حضور اکرم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے جھنڈے تلے ہوگی جہاں آں حضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم تم سے پوچھیں گے کہ شیخ احمد (قدس سرہٗ) نے ملتِ حقہ کے رواج دینے میں کیا کچھ کیا تھا۔"

یہ سن کر حاضرینِ مجلس تڑپ گئے، بے اختیار رونے لگے اور سب نے یک زبان ہو کر کہا! یا امام الاولیاء قدس سرہٗ واقعی آپ قدس سرہٗ نے شریعت کو رواج دینے میں مذہب و ملت کی تجدید میں حد درجے کوشش فرمائی ہے اور اس دوران میں جو جو مصائب و تکالیف آپ کو پیش آئیں ان پر آپ قدس سرہٗ نے صبر سے کام لیا اور شکرِ الٰہی بجا لائے۔ اللہ تعالیٰ آپ قدس سرہٗ کو جزائے خیر عطا

فرمائے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ ہم قیامت کے دن بھی گواہی دیں گے۔ اس کے بعد آپ قدس سرہٗ نے حاضرین کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور خانقاہ شریف میں تشریف لے آئے۔[241]

۱۰۳۴ھ کا آغاز ہوا تو بارہ (۱۲) محرم کو گوشہ نشینی سے اٹھ کر والدِ ماجد کے مزار شریف پر تشریف لے گئے اور دیر تک مراقبہ فرمایا اور تمام اہلِ قبور کے دعائے مغفرت فرمائی پھر وہاں سے جدِّ اعلیٰ حضرت امام رفیع الدین قدس سرہٗ کے مزار شریف پر تشریف لے گئے وہاں بھی مراقبہ فرمایا اور دعائے مغفرت کے بعد دولت خانے پر تشریف لے آئے۔[242]

چھ سات ماہ کی گوشہ نشینی کے بعد یہ آخری بار زیارتِ قبور کا اتفاق تھا اس کے بعد ضیق النفس کا دورہ عارض ہوگیا جو ہر سال ہوا کرتا تھا لیکن اس سے کسی طرح افاقہ نہ ہوا بلکہ مرض شب و روز بڑھتا چلا گیا، ۱۳ صفر کو اس کے ساتھ بخار بھی شروع ہوگیا۔ ان سب کے باوجود آپ قدس سرہٗ نماز باجماعت ادا فرماتے رہے اور اوراد و وظائف اور ذکر و مراقبے میں کسی قسم کی کوتاہی واقع نہیں ہوئی۔ ۲۳ صفر پنج شنبہ کے دن کچھ افاقہ ہوا لیکن پھر مرض کا زور بڑھنا شروع ہوگیا حتیٰ کہ **بروز منگل بوقتِ چاشت ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ مطابق ۱۰ دسمبر ۱۶۳۴ء** کو آپ قدس سرہٗ کا وصال ہوگیا۔

---

[241] روضۃ القیومیۃ ص ۲۶۲

[242] سیرتِ امام ربانی ص ۱۴۶

حضرت مجددالفِ ثانی قدس سرہٗ کے وصایا

حضرت مجددالف ثانی قدس سرہٗ نے وصال سے قبل، زندگی کے آخری ایام میں صاحب زادوں، خلفاء اور مریدوں کو بہت سی وصیتیں فرمائیں جن میں سے چند درج کی جاتی ہیں:

آپ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ قرآن مجید اور سنتِ نبوی صَلی اللہ تعالیٰ علیہِ وَاٰلہ وَسلَّم کی پیروی کرنا، دینِ حق کے مجتہدوں کی فرماں برداری کرنا، خلافِ شرع مشائخ سے بچنا، جو فقراء وحدت وجود کے قائل ہیں اور رقص و سماع کو کام میں لاتے ہیں وہ جھوٹے مدعی ہیں کیونکہ جو احوال سالک پر ان امور سے وارد ہوئے میں نے انہیں حضرت سرور کائنات صَلی اللہ تعالیٰ علیہِ وَاٰلہ وَسلَّم کی خدمت میں پیش کیا تو آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہِ وَاٰلہ وَسلَّم نے ان سے منع فرمایا۔ شریعت اور طریقت پر ثابت قدم رہنا، عزیمت پر عمل کرنا، کرامت اور رخصت کو اعمال میں داخل نہ کرنا، شغلِ ذکر اور مراقبہ بہ کثرت کرنا، اپنا سارا وقت یادِ الٰہی میں صرف کرنا تاکہ باطنی احوال کشادہ ہو جائیں۔ باطنی ترقی شریعت پر ثابت قدم رہنے اور سنتِ نبوی صَلی اللہ تعالیٰ علیہِ وَاٰلہ وَسلَّم کی پیروی کے بغیر محال ہے۔ اگر کوئی شخص شریعت کا مخالف ہو اور اس سے خوارقِ عادات یا کرامات ظاہر ہوں تو وہ کرامت نہیں بلکہ استدراج ہے۔ یہ باتیں میں نے اپنے کلام (مکتوبات) میں مفصل لکھ دی ہیں، ان پر عمل کرنا تاکہ تمہیں نجات حاصل ہو اور علمِ باطنی سے حصہ ملے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان تمام مریدوں کا حال مجھ پر منکشف فرمایا ہے جو قیامت تک میرے سلسلے میں داخل ہوں گے، امت محمد صَلی اللہ تعالیٰ علیہِ وَاٰلہ وَسلَّم کے اکثر نیک لوگ مجھے اپنے سلسلے میں معلوم ہوئے۔

نیز میرے فرزندوں کی عزت کرنا، ان سے دعا و توجہ کے لئے التماس کرنا، سختی اور مصیبت میں ان سے مدد طلب کرنا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پوری پوری معرفت اور مکمل قرب عطا فرمایا ہے،

وہ تمام جہان میں شریف اور کریم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایاہے کہ ہماری نسبتِ خاصہ اور تمام جہان کی قطبیت قیامت تک ہمارے فرزندوں میں رہے گی، وغیرہ۔ [243]

مذکورہ بالا وصیتوں کے بعد حضرت مجددالفِ ثانی قدس سرہ نے اپنے صاحبزادوں کو وصیت کی کہ میری تجہیز و تکفین میں اتباعِ سنت نبویہ علی صاحبہاالصلوۃ والسلام کی پوری پوری رعایت رکھنا، میری قبر کوخام رکھنا، میری قبر کوکسی گمنام جگہ بنانا۔ اس تیسری وصیت پر مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ نے عرض کیاکہ حضرت سلامت آپ قدس سرہٗ نے پہلے فرمایاتھاکہ ہماری قبر صاحبزادہ محمد صادق رحمہ اللہ تعالیٰ کے گنبد میں ہوگی اور قبر کی جگہ بھی آپ قدس سرہٗ نے معین فرمادی تھی اوراس جگہ کی شرافت اوربرکت وانوار بھی بیان فرمائے تھے۔ فرمایاہاں میں نے کہا تھا لیکن اس وقت مجھے یہی شوق ہے، اگر تم کو یہ منظور نہ ہو تووالدِ بزرگوار کے نزدیک یاباغ میں دفن کرنا۔ جب مخدوم زادہ قدس سرہٗ نے زیادہ اصرار کیاتو فرمایااچھاجو مناسب ہو کرنا اور مخدوم زادگان رحمہم اللہ تعالیٰ کی والدہ ماجدہ کو وصیت فرمائی کہ میری تجہیز و تکفین اپنے مہر سے کرنا۔ [244]

---

[243] روضۃالقیومیۃ ص ۲۶۳،۲۶۲

[244] زبدۃالمقامات ص ۲۹۰

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی وفاتِ حسرت آیات

حضرت مجددالفِ ثانی قدس سرہٗ کو خلوت اور گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے چھ سات مہینے گزرے تھے کہ بتاریخ ۷ اذوالحجہ ۱۰۳۳ھ آپ قدس سرہٗ کو ضیق النفس کا دورہ پڑا، اگرچہ یہ دورہ ہر سال ہوا کرتا تھا لیکن اس سال زیادہ شدت کے ساتھ مع بخار لاحق ہوا تھا، جس کی وجہ سے اعزا کو صحت سے مایوسی ہوئی۔ ایک روز آپ قدس سرہٗ نے مخدوم زادہ محمد سعید قدس سرہٗ سے فرمایا کہ آج شب میں نے حضرت غوث الثقلین قدس سرہٗ کو خواب میں دیکھا کہ میرے حال پر نہایت مہربانی اور عنایت فرماتے ہیں اور اپنی زبان مبارک کو میرے منہ میں ڈال کر فرماتے ہیں کہ میرے اس شعر:

اَفَلَت شُمُوسِ الاَوَّلِینَ وَشَمسُنَا ‏ ‏ ‏ ‏ اَبَداً عَلَی اُفُقِ العُلیٰ لَاتَغرِب

گزشتہ تمام بزرگوں کے آفتاب غروب ہو چکے ہیں، لیکن ہمارا آفتاب ہمیشہ افقِ اعلیٰ پر (چمکتا رہے گا اور) غروب نہ ہو گا۔

اور میرے اس قول میں کہ

قَدَمِی ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ۔

میرا یہ قدم، اللہ تعالیٰ کے ہر ولی کی گردن پر ہے۔

لوگ حیران ہیں، اس کا حل (اس کی برکت سے) تم کو اس ضعف سے صحت حاصل ہو گی۔ چناں چہ مرضِ موت میں آپ قدس سرہٗ نے حضرت قیوم ثانی خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ تعالیٰ کو وصیت فرمائی کہ مذکورہ بالا شعر کا حل ضرور لکھنا اور خود زبان مبارک سے اس کی تشریح فرمادی۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت قدس سرہٗ کی وصیت کو آپ قدس سرہٗ کی

عزاداری کے دنوں میں پورا کیا اور مکتوبات شریف کی تیسری جلد میں داخل کر دیا ہے، جو جلد سوم کے آخر میں مکتوب ۱۲۳، شیخ نور محمد بہاری کے نام لکھا گیا ہے۔[245]

اور چوں کہ اس ضعف میں حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ پر حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی ملاقات کا شوق کمال درجے غالب تھا اس لئے آپ پر گریہ وزاری طاری ہوا، حتیٰ کہ کلمہ **اللھم الرفیق الاعلیٰ** کے ساتھ دم بدم رطب اللسان تھے اور فرماتے تھے کہ اگر کوئی طبیب کہے کہ تمہاری بیماری کا علاج نہیں ہے تو سو روپیہ بہ طور شکرانہ خیرات کروں۔

نیز ۱۲ محرم ۱۰۳۴ھ کو ارشاد فرمایا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ چالیس پچاس دن کے درمیان تمہاری قبر بن جائے گی۔ سننے والوں کو گمان ہوا شاید اسی ضعف میں آپ قدس سرہٗ کا وصال ہو جائے گا لیکن بموجبِ بشارت حضرت غوث الثقلین قدس سرہٗ حضرت موصوف کو صحت حاصل ہو گئی اور ضعف بھی جاتا رہا۔ طبیبوں نے صحت کی خوشخبری سنائی حتیٰ کہ آپ قدس سرہٗ نماز کے لئے مسجد میں جانے لگے، تمام عزیزوں کو آپ قدس سرہٗ کی صحت کا یقین ہو گیا اور آپ قدس سرہٗ کا وہ فرمانا کہ چالیس پچاس روز کے درمیان گزر جاؤں گا لوگوں کے خیال سے نکل گیا اور وہ اس مشہود کو واقعے اور خواب پر محمول کرنے لگے اور اس کی تاویلات و تعبیرات کر کے اپنے دلوں کو اطمینان و تسلی دینے لگے لیکن حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ برابر دن گنتے اور وصال کے منتظر تھے۔

ان ایامِ صحت میں آپ قدس سرہٗ سے صدقات و خیرات بکثرت ظہور میں آئے۔ آپ قدس سرہٗ کے مخلصین میں سے ایک شخص جس نے آپ قدس سرہٗ کے اندر رفیق اعلیٰ (اللہ تعالیٰ) سے وصال کے شوق کی کثرت کا مشاہدہ کیا تھا اور اس دنیا کی زندگی سے آپ قدس سرہٗ کی ناامیدی

---

[245] روضۃ القیومیۃ ص ۲۶۷

کو دیکھا تھا وہ ان صدقات و خیرات کو بلاؤں کا دفعیہ گمان کر کے حیرت میں تھا، یہاں تک کہ ایک روز اس نے عرض کیا کہ آپ قدس سرہٗ میں زندگی سے ناامیدی اور اس دارِ فانی سے رحلت کے آثار ظاہر ہیں اور رفیقِ اعلیٰ کی ملاقات کا شوق نمایاں ہے پھر یہ سب صدقات و خیرات جو دافعِ بلاء ہیں کس لئے ہیں؟ آپ قدس سرہٗ نے اس کے جواب میں یہ ہندی مصرع پڑھا:

آج ملاوا کنت سوں سکھی سب جب دینوں وار۔[246]

آج دوست سے ملنے کا دن ہے اے رازدار دوست! میں اس نعمت کی خوشی میں تمام دنیا کو قربان کرتا ہوں۔

مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ تعالیٰ نقل کرتے ہیں کہ ان ہی ایامِ صحت میں حضرت مجدد الفِ ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "جو کمال کہ کسی انسان کے واسطے مخصوص اور ممکن الحصول ہو سکتا ہے بہ طفیلِ حضورانور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم مجھ کو اس سے ایک حصہ عطا کیا گیا ہے۔"

حضرت مخدوم زادہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اس بات سے میرا دل سخت پریشان ہوا اور سمجھا کہ شاید اب حضرت قدس سرہٗ اس عالم سے کوچ فرمائیں گے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیتِ شریفہ **اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (المائدة ۳)** کے نزول سے یہ سمجھ لیا تھا کہ اب سرورِ ہر دو عالم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے وصال کا وقت قریب ہے۔ یہاں تک کہ جمعرات ۲۳ صفر کو عصر کے وقت صوفیوں کو قبائیں تقسیم فرما رہے تھے اور اس وقت آپ قدس سرہٗ صرف فرجی (از قسمِ قبا) پہنے ہوئے تھے اور فرجی

---

[246] زبدۃ المقامات ص ۲۸۷، وصالِ احمدی ص ۸

قبا کے نیچے کوئی دوسری قبا عادت کے موافق نہ تھی جس کی وجہ سردی لگ کر بخار ہو گیا اور آپ قدس سرہٗ فراش ہو گئے، اس کے باوجود آپ قدس سرہٗ اس رات تہجد کے لئے اٹھے اور بعد نمازِ تہجد فرمایا "یہ ہماری آخری تہجد ہے۔" حضرت مخدوم زادہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اس بات کے سنتے ہی میرے دل میں خیال آیا کہ بیماری سے صحت پا کر پھر بیمار ہونا اور اس عالم سے رحلت فرمانا گویا اس معنی میں بھی آپ قدس سرہٗ کو آں حضرت سرورِ کائنات صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی پیروی نصیب ہوئی۔[247]

اس ضعف و ناتوانی کے باوجود حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ نے کوئی نمازِ جماعت کے بغیر نہ پڑھی **الا ماشاءاللہ۔** قومہ اور جلسہ بھی جیسا کہ چاہئے ادا فرماتے تھے، بلکہ دعا اور وظیفہ معمول تھا سب ادا فرماتے تھے، کوئی دقیقہ دقائقِ شریعت سے اور کوئی ادب آدابِ اعمال سے ترک نہ فرماتے اور کسی جزئیاتِ شریعت میں حالتِ صحت کی طرح بال برابر بھی فرق نہ آنے دیتے تھے۔

اسی حالتِ ضعف میں آپ قدس سرہٗ نے حافظ عبد الرشید رحمہ اللہ تعالیٰ سے فرمایا کہ دو روپے کے کوئلے انگیٹھی کے لئے لے آؤ۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ایک ہی روپے کے لے آؤ اس لئے کہ کوئی واعظ دل میں کہتا ہے کہ اس قدر وقت کہاں ہے جو دو روپے کے کوئلے جل سکیں۔ شیخ حبیب خادم رحمہ اللہ تعالیٰ نے عرض کیا کہ حضرت سلامت سردی کا زمانہ ہے کام آئیں گے۔ اس پر فرمایا: مُلا حبیب اس قدر وقت اور زندگی کی امید کہاں مگر ایسا ہی کرو۔ جب کوئلے آ گئے تو ان میں سے ایک

---

[247] زبدۃ المقامات ص ۲۸۸-۲۸۹، وصالِ احمدی ص ۱۶-۱۸

روپیہ کے کوئلے جدا کئے اور فرمایا کہ اتنے کوئلے ہمارے واسطے کافی ہیں اور باقی اندرونِ خانہ بھجوا دیئے۔ اپنے لئے جو کوئلے رکھے تھے وہ وصال کے وقت تک کافی ہو گئے اور کچھ نہ بچے۔[248]

فقط و اللہ اعلم۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ پر اس مرض میں حالت صحت سے بھی زیادہ علوم و معارف کا نزول ہوا، جن کو آپ نے مخدوم زادوں پر ظاہر فرمایا۔ چنانچہ ایک روز معارف و حقائق کے بیان میں ایسے سرگرم ہوئے کہ ضعف و ناتوانی ہو کر طاقتِ گویائی نہ رہی تھی۔ مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عرض کیا کہ حضرت سلامت آپ کو بہت ضعف ہو گیا ہے، اس لئے ان معارف کو صحت کے وقت پر موقوف رکھئے۔ ارشاد فرمایا: "اے عزیز! آئندہ وقت کہاں ہے اور فرصت کس کو ہے، میں جانتا ہوں کہ دوسرے وقت زبان کو اتنا بھی یارائے سخن نہ ہو گا۔[249]

آخر منگل کی شب کو وصالِ حق جلّ و علا کے اشتیاق میں آپ کی زبان مبارک سے یہ جملہ ادا ہوا: اِصْبَحُ یَالَیْل (صبح ہو اے رات!) اور جو خدام تیمارداری و خدمت گزاری کے لئے حضور میں حاضر تھے ان سے فرمایا کہ تم نے بہت تکلیف اٹھائی اب (صرف) یہی رات محنت کی ہے۔ اس پر سب کو گریہ طاری ہو گیا اور آپ پر بھی ضعف کی وجہ سے بے ہوشی اور استغراق کا غلبہ ہو گیا۔ اس وقت حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے گھبرا کر عرض کیا کہ حضرت سلامت یہ غیبت آپ کو استغراق کی وجہ سے ہے یا خواب کی وجہ سے؟ ارشاد فرمایا استغراق کی وجہ سے ہے، بعض معاملات و حقائق در پیش ہیں اس لئے توجہ کرتا ہوں کہ (پوری طرح) ظاہر ہو جائیں اور اختتام کو پہنچیں، اور ان معاملات کو مخدوم زادوں کو بھی بیان فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لطیف اسرار تھے۔

---

[248] زبدۃ المقامات ص۲۸۸-۲۸۹، وصالِ احمدی ص۱۶-۱۸

[249] زبدۃ المقامات، ص۲۸۹، وصال احمدی، ص۲۰

اس بیماری میں بھی اکثر اوقات وصیت فرماتے اور سنت عالیہ کی پیروی اور پسندیدہ ملت کے التزام پر رغبت دلاتے تھے اور فرماتے تھے کہ شریعت کو مضبوطی سے اختیار کرو اور یہ بھی فرمایا کہ **الدین ھی النصیحۃ** (دین نصیحت ہی ہے) کے مصداق صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نصیحت کی باریکیوں میں سے کوئی باریکی (بیان کئے بغیر) نہیں چھوڑی۔[250]

اس کے بعد پیشاب کرنے کے لئے طشت منگایا، اتفاقاً آپ کے خادم مولانا محمد ہاشم نے طشت پیش کیا لیکن اس میں ریت نہیں ڈالی ہوئی تھی، اس لئے فرمایا اس میں ریت نہیں ہے احتمال ہے کہ پیشاب کے قطرے اُچٹ کر لباس پر گریں، لہٰذا پیشاب کا ارادہ ترک فرما دیا۔ آخر ریت والا طشت حاضر کیا، تو فرمایا اب اتنی فرصت کہاں کہ پیشاب کے بعد وضو کر سکوں، اس کو لے جاؤ اور مجھے بستر پر لٹا دو۔ چنانچہ آپ کو تکیہ کے سہارے لٹا دیا گیا تو آپ نے بہ طریقِ مسنون قبلہ رُخ کر کے رخسار کے نیچے اپنا داہنا ہاتھ رکھ لیا اور ذکر میں مشغول ہو گئے۔ چونکہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نماز فجر سے باطہارت تھے اور آپ کو معلوم تھا کہ رحلت کا وقت بہت قریب ہے اور پیشاب کے بعد استنجا اور وضو کی مہلت نہیں ملے گی، اس لئے آپ نے پیشاب کا ارادہ ترک فرمایا تاکہ پہلا وضو نہ ٹوٹے اور طہارت کے ساتھ اس دارِ فانی سے انتقال فرمائیں۔ جب مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دیکھا کہ سانس تیز آنا شروع ہو گیا ہے تو گھبرا کر پوچھا حضرت سلامت مزاج مبارک کیسا ہے؟ فرمایا کہ "میں بہت اچھا ہوں، دو رکعت نماز جو ہم نے پڑھی وہ کافی ہے"۔ اس میں بھی آپ کو انبیاء علیہم السلام کی اتباع نصیب ہوئی، کیونکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا آخری کلام نماز کی بابت ہوا ہے۔ اس کے بعد آپ نے کوئی بات نہیں کی اور ایک لمحے بعد اللہ اللہ کہتے ہوئے

---

[250] زبدۃ المقامات، ص ۲۹۰، وصال احمدی، ص ۲۲،۲۰

عالمِ قدس میں پہنچ گئے، آہ! وہ آفتابِ حقیقت جس کے فیضان کی شعاعوں سے ایک عالم منور تھا دیکھتے ہی دیکھتے غروب ہو گیا۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون رحمۃ اللہ سبحانہ رحمۃً واسعۃً**[251] یہ حادثہ بوقت چاشت بروز **منگل ۲۸ صفر ۱۰۳۴ء بمطابق ۱۰ دسمبر ۱۶۲۴ء** پیش آیا۔

اس حادثۂ عظیمہ کے واقع ہوتے ہی گھر میں ایک کہرام مچ گیا اور آناً فاناً یہ خبر دور دور تک پہنچ گئی، اور ہر شخص اپنے اپنے تعلق کے مطابق رنج و غم میں مبتلا تھا۔ مخدوم زادوں نے انتہائی رنج و غم کے باوجود اپنے آپ کو سنبھالا اور تجہیز و تکفین کا انتظام کیا۔ اس وقت آپ کے متعلقین، اعزا و احباب اور خلفاء و مریدین و معتقدین کا رنج و الم سے کیا حال ہوا ہو گا، اس کا بیان کس طرح کیا جا سکتا ہے، جب کہ آج چار سو سال بعد ہم پڑھنے اور لکھنے والوں کے دل اس حادثے کے تصور سے اثر پزیر ہو رہے ہیں۔

غرض کہ جب غسال نے غسل دینے کے لئے آپ کو تختہ پر لٹایا اور بدنِ مبارک سے کپڑے اتارے تو حاضرین نے دیکھا کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بہ طریقِ نماز باندھے ہوئے تھے، بائیں ہاتھ کی کلائی پر داہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور چھنگلیا سے حلقہ کئے ہوئے تھے۔ حالانکہ حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انتقال کے بعد آپ کے ہاتھ اور پاؤں سیدھے کر دیئے تھے۔ تختے پر لٹاتے وقت آپ نے تبسم کیا اور حاضرین آہ و فغاں کرنے لگے۔

[251] زبدۃ المقامات، ص ۲۹۳، حضرات القدس، ص ۱۷۹

یہ قطعہ آپ کے اور حاضرین کے وقت کے مناسب حال ہے:

یاد داری کہ وقتِ زادن تو

ہمہ خنداں بُدند و تو گریاں

ہمچناں زی کہ وقتِ مردنِ تو

ہمہ گریاں شوند و تو خنداں

غسال نے آپ کو وضو کرایا اور آپ کے دونوں ہاتھ کھول کر سیدھے کر کے بائیں کروٹ پر لٹایا اور داہنی جانب غسل دیا، اس کے بعد داہنی کروٹ پر لٹا کر بائیں جانب غسل دیا۔ جب بائیں جانب بھی غسل دے چکے تو حاضرین نے مشاہدہ کیا کہ آپ کے دونوں دستِ مبارک پھر بہ طریقِ سابق ایک ضعیف حرکت کے ساتھ حالتِ نماز کی طرح بندھ گئے اور داہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور چھنگلیا نے بائیں ہاتھ کے پہنچے پر حلقہ کر لیا۔ حالانکہ جب داہنی جانب لٹایا جائے تو سیدھا ہاتھ الٹے ہاتھ پر ہرگز نہیں ٹھہرتا مگر آپ نے اپنے اختیار و قوت سے ایسا پکڑ لیا کہ نہ گرا، باوجودیکہ آپ کے اعضائے شریفہ موم سے بھی زیادہ نرم اور برگِ گل سے زیادہ ملائم تھے۔ اسی طرح کفن پہناتے وقت بھی ہاتھوں کا باندھنا ظہور میں آیا اور اس طرح جب آپ کو غسل کے تختے سے اٹھایا اس وقت بھی ہاتھوں کا پکڑنا اسی طرح واقع ہوا۔ حاضرین مشاہدہ کر رہے تھے کہ آپ کے دستِ مبارک سیدھے کر دیئے جاتے ہیں اور آپ بطریق مذکور حالت نماز کی طرح باندھ لیتے ہیں۔ جب دو تین دفعہ ایسا ہی واقع ہوا تو یقین ہوا کہ اس امر میں کوئی پوشیدہ بھید اور مخفی راز ہے اس لئے پھر تعرض نہیں کیا اور آپ کے دستِ مبارک ویسے ہی بندھے رہنے دیئے۔ اس وقت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی مرضی یہی ہے کہ آپ کے دستِ مبارک اسی طرح رہنے

دیئے جائیں **صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کَمَا تَعِیْشُوْنَ تَمُوْتُوْنَ** (آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس طرح زندگی بسر کروگے ویسے ہی مروگے) **ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیہِ مَنْ یَشَاءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیمِ (الجمعۃ ۴)**[252]

حضرت مولانا بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت میں یہ جملہ بھی ہے کہ احقر غسل کے وقت حاضر تھا حضرت کے بھتیجے شیخ بہاؤالدین غسل دے رہے تھے اور میں پانی ڈال رہا تھا میں نے آپ کے پاؤں مبارک کو چوما اور اپنی آنکھوں سے ملا، دیکھا کہ آپ دونوں ہاتھوں کو بہ طریقِ نماز باندھے ہوئے ہیں اور تبسم فرمارہے ہیں جیسا کہ زندگی میں مسکرایا کرتے تھے۔ جو دیکھتا تھا تعجب کرتا تھا۔[253]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو تین سفید کپڑوں کا کفن دیا گیا۔ لفافہ، قمیص اور تہبند۔ نمازِ جنازہ آپ کے فرزند خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ نے پڑھائی۔ اس کے بعد حضرت خواجہ محمد صادق علیہ الرحمۃ کی قبر سے مغرب کی جانب آپ کو دفن کیا گیا اور آپ کی قبر ایک بالشت بلند مثلِ کوہانِ شتر بنائی گئی۔[254]

روایت ہے کہ مخدوم زادہ خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ کی قبر شریف گنبد کے وسط میں مائل بقبلہ واقع ہوئی تھی جب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے وفات پائی تو آپ کی قبر شریف مخدوم زادہ کی قبر سے جانبِ قبلہ کھودی گئی اور اس میں حضرت قدس سرہٗ کو خزانے کی طرح سپرد کیا گیا اور قبر بنائی گئی، مولانا بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ یکایک مخدوم زادہ

---

[252] زبدۃ المقامات، ص ۲۹۴، ۲۹۳

[253] حضرات القدس، ص ۱۷۹

[254] وصال احمدی، ص ۳۳

کی قبر شریف بہ تعظیم والد بزرگوار و پیر دستگیر کسی قدر (بقدر ایک ہاتھ) شرقی دیوار کی جانب ہٹ گئی ہے۔ اب تک اسی حالت میں ہے، یہ واقعہ جس نے دیکھا حیران رہ گیا۔[255] اب بھی زائرین بالاتفاق بیان کرتے ہیں کہ مخدوم زادہ کی قبر تقریباً ایک ذراع (ہاتھ) شرقی دیوار کی جانب ہٹی ہوئی ہے۔[256]

پھر جب حضرت خواجہ محمد سعید "خازن الرحمۃ" قدس سرہ کا وصال ہوا تو ان کو بھی اسی گنبد میں صاحب زادہ خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ کے پہلو میں شرقی جانب دفن کیا گیا۔ اب اس گنبد میں تین مزار مبارک ہیں، مغربی سمت میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ درمیان میں صاحبزادہ کلاں حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ اور مشرقی سمت میں صاحب زادۂ دوم حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے وصال کے دن آسمان کے چاروں طرف کنارے سرخ ہو گئے تھے جیسا کہ "شرح الصدور فی احوال الموتیٰ والقبور" میں حدیث شریف مذکور ہے کہ مومن کی موت پر آسمان و زمین روتے ہیں اور آسمان کا رونا اس کے کناروں کا سرخ ہو جانا ہے۔[257]

آپ کے وصال کے بعد مخدوم زادوں اور دیگر حضرات نے جو کچھ خواب میں دیکھا یا مکاشفات میں معلوم ہوا وہ واقعات بہ کثرت ہیں ان میں سے چند پیش کیئے جاتے ہیں:

مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی وفات کے رنج و غم کے زمانے میں ایک شب میں اس حجرہ میں جو روضۂ مبارک کے صحن میں ہے بستر پر لیٹا تھا، اسی ماتمِ فراق و دردِ اشتیاق کی حالت میں سو گیا مجھے ایسا معلوم ہوا کہ حضرت صحنِ روضہ میں

---

[255] حضرات القدس، ص۱۹۸

[256] زبدۃ المقامات، ص۲۹٦

[257] زبدۃ المقامات، ص۲۹٦

ٹہل رہے ہیں پھر واقعی میں دیکھا کہ حضرت حجرہ کے دروازہ کی طرف مڑے اور اندر تشریف لے آئے اور میرے بستر پر بیٹھ کر مجھ کو گود میں دبالیا، جس طرح کہ مشائخین بوقت عطاءِ نعمتِ باطنی معانقہ کیا کرتے ہیں اس امر سے مجھ پر ہیبت غالب ہوگئی اور تمام جسم میں لرزہ طاری ہوگیا۔ اتنے میں آپ میری نظروں سے غائب ہوگئے۔ علاوہ ازیں میں نے مختلف راتوں میں دیکھا کہ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روضہ کے صحن میں چہل قدمی فرمارہے ہیں۔[258]

شیخ پیر محمد سلطان پوری جو کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مرید ہیں نقل کرتے ہیں کہ حضرت قدس سرہٗ کی رحلت کے چار یا پانچ یوم بعد میں حضرت کی مسجد میں ظہر کی نماز کے لئے آیا۔ مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امامت کے لئے آگے بڑھے اور میں ان کے پیچھے کھڑا ہوگیا۔ اس وقت میں نے اپنی ان آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ میرے برابر کھڑے ہیں اور اپنے دستِ مبارک سے مجھ کو پکڑ کر اپنے قریب کرلیا، تاکہ درمیان میں فاصلہ نہ رہے، آپ ایک سبز شال اوڑھے ہوئے اور پاؤں میں موزے پہنے ہوئے تھے۔ آخر نماز تک میں نے آپ کو بغور دیکھا کہ شاید وہم وخیال ہو، معلوم ہوا کہ بلاریب وشک حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ ہی ہیں لیکن جوں ہی نماز ختم ہوئی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو نہ پایا۔[259]

مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت کو خواب میں دیکھا تو دریافت کیا کہ حضرت سلامت منکر نکیر کے سوال کا حال کیسا گزرا؟، فرمایا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے کمال رحمت کے ساتھ مجھ سے فرمایا کہ اگر تو اجازت دے تو یہ دونوں فرشتے تیری قبر میں آئیں

---

[258] حضرات القدس، ص ۱۸۰

[259] وصال احمدی، ص ۳۴

اور تیری قدم بوسی کریں۔ میں نے عرض کیا کہ بارِ الٰہا یہ دونوں تیری ہی بارگاہ کے دروازے پر رہیں یہاں نہ آئیں، چنانچہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے مہربانی فرما کر ان فرشتوں کو میرے پاس نہ بھیجا۔ اس کے بعد میں نے دریافت کیا کہ حضرت سلامت ضغطۂ قبر (قبر کی تنگی) کی کیا حالت ہوئی؟ فرمایا ہوئی مگر نہایت کم۔ اور گویا آپ کے خادم محمد ہاشم بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ یہ تواضع کے طور پر فرماتے ہیں ورنہ اصلاً تنگی نہیں ہوئی۔[260]

مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ان انعامات الٰہی کو بیان فرما رہے ہیں جو حق سبحانہ وتعالیٰ نے بعد وصال آپ پر عنایت فرمائے ہیں اور آپ ان پر شکر ادا فرما رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو مقامِ شکر سے بھی کچھ حصہ عطا فرمایا ہے؟ فرمایا ہاں مجھے بھی شکر گزاروں میں شمار فرمایا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ قرآن مجید میں وَقَلِيلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ (سبأ ۱۳) جو وارد ہوا ہے اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ وہ صرف پیغمبروں کی جماعت ہوگی یا پیغمبروں کے کامل ترین صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ فرمایا ہاں ایسا ہی ہے مگر حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے مجھے بھی اس جماعت میں داخل کر لیا ہے۔[261]

مولانا بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رقمطراز ہیں کہ آپ کی رحلت کے پانچ چھ دن کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کسی جگہ جا رہا ہوں راستے میں شیخ فرید فاروقی مل گئے میں نے ان سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے متعلق دریافت کیا، انہوں نے جواب دیا کہ خلوت خانے

---

[260] زبدۃ المقامات، ص۲۹۷، وصال احمدی، ص۳۶

[261] زبدۃ المقامات، ص۲۹۸، ۲۹۷، وصال احمدیم ص۳۸

میں تشریف رکھتے ہیں اور خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خط تحریر فرمارہے ہیں، فقیر بھی اندر پہنچا تو دیکھا کہ (واقعی) خط تحریر فرمارہے ہیں۔ میں نے خط کا مطالعہ کیا اس کا عنوان تھا کہ ''ہم خود اس جہان کے نگہبان ہیں، ہم (اس) جہان سے گزر گئے اور اس جہان میں آ گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن (بے شک ہم سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں) بہت سا حصہ یاد نہیں رہا، اس کے بعد خط کو لپیٹ کر اس کے اوپر یہ عبارت لکھی ''یہ خط مرزا کا بمہر خاص ہے''۔[262]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مخلصین میں سے ایک شخص عبد العلیم بن شیخ احمد برکی مرحوم نے مخدوم زادگان کی خدمت میں نقل کیا کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے وصال کی خبر ابھی ہم تک نہیں پہنچی تھی اور ان دنوں میرا لڑکا بیمار تھا اور شدتِ مرض کے سبب تڑپ رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو نے حضرت مجدد کو دیکھا تھا کیا اب آپ مبارک کی صورت تجھے یاد ہے؟ اس نے کہا آپ کا حلیہ مبارک اور ریش شریف (داڑھی) میری نظر میں ہے۔ میں نے کہا پس اسی کو نظر میں رکھ تاکہ وسوسے دور ہو جائیں اور حق سبحانہ و تعالیٰ حضرت کے تصور کے خیال سے تجھ کو صحت عطا فرمائے۔ اچانک اس کو غنودگی طاری ہوئی اور اس نے دیکھا کہ حضرت موجود ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچے اور بہشت اعلیٰ میں آ گئے ہم نے پہلے دایاں پاؤں بہشت میں رکھا اس کے بعد سر پھر بایاں پاؤں اندر لائے اور ہم خدا کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ میں نے عرض کیا حضرت سلامت مجھ کو بھی بہشت اور دیدارِ خدا تک پہنچا دیجیئے۔ آپ نے فرمایا ابھی تیرا اور

---

[262] زبدۃ المقامات، ص۲۹۸،۲۹۷، وصال احمد یم ص ۳۸

میرے فرزندوں کا وقت نہیں آیا ہے جب وہ خواب سے بیدار ہوا تو صحت یاب ہو چکا تھا اور ضعف و وسواس کا کچھ اثر باقی نہ رہا تھا۔ یہ واقعہ حضرت قدس سرہٗ کے وصال سے دس روز بعد کا ہے۔[263]

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی تاریخ وصال اکثر حضرات نے بہ کثرت کہی ہیں چنانچہ حضرت مولانا ہاشم کشمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی ۶۳ مادے بعدد عمر شریف آپ کی وفات کے نکالے ہیں مگر یہاں مندرجہ ذیل آیت پیش کی جاتی ہے جس سے آپ نے سنہ وفات نکالا ہے:

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ (یونس ۶۲)[264]

۱۰۳۴ھ

حضرت مولانا محمد صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث شریف اَلْمَوْتُ هُوَ جِسْرٌ يُوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ میں لفظ ھُوَ کو موت اور جسر کے درمیان اضافہ کر کے آپ کا سنہ وفات نکالا ہے۔[265] از حضرت مولانا محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

[263] وصال احمدی، ص۳۶، زبدۃ المقامات، ص۲۹۸

[264] زبدۃ المقامات، ص۳۰۰

[265] زبدۃ المقامات، ص۳۰۰

زیں جہانِ پر ملا چوں شاہِ عرفاں نقل کرد
ظل را بگذاشت دررہ، رو با صل الاصل کرد
جسم از تاریخِ نقلِ او زدار الابتلا[266]
گفت ہاتف "احمد الثانی باول نقل کرد"

۱۰۳۴ھ

[266] عمدۃ المقامات، ص ۲۱۵

حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم اول قدس سرہٗ

آپ کا لقب عروۃ الوثقیٰ ہے آپ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے تیسرے نمبر پر صاحبزادے اور نائب مناب ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ آپ کو دیگر بیٹوں پر فضیلت دیتے۔ آپ کے بڑے بھائی خواجہ خازن الرحمۃ بڑا ہونے کے باوجود آپ کو خود ممتاز سمجھتے تھے۔ اور آپ کے مسند ارشاد کو تسلیم کرتے۔ نیز آپ قدس سرہٗ منصبِ قیومیت (جو کہ تمام مناصبِ کمال پر فائق ہے) تک پہنچے ہوئے تھے۔ بلکہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے:

اشیاازقیومیت من بتوراضی ترند۔[267]

نیز آپ فرماتے تھے:

"میرے فرزند محمد معصوم کی تشریف آوری میرے لئے بڑی مبارک ثابت ہوئی۔ اس کی ولادت کے چند ماہ بعد ہی مجھے حضرت خواجہ (باقی باللہ قدس سرہٗ) کی ملازمت نصیب ہوئی۔ اور یہ تمام علوم و معارف حاصل ہوئے"۔

مرتبہ و مقام

(آپ کی شان عظمت کا) اندازہ لگائیں کہ ایک روز آپ اپنے والد (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کی جگہ پر سو رہے تھے، حضرت مجدد ان کو دیکھ کر جلدی سے الٹے پاؤں واپس ہوئے اور گھر سے باہر نکل گئے اور فرمایا میں اللہ تعالیٰ کی غیرت سے ترساں و لرزاں ہوں کہ خدا کا دوست آرام کر رہا ہے کہیں میں اس کے لئے حزن و ملال کا باعث نہ بن جاؤں۔ آپ کافی دیر تک فیروزی مسجد کے

---

[267] عمدۃ المقامات، ص ۲۵۱

پتھر پر بیٹھے رہے حتیٰ کہ وہ گرم ہو گیا۔ آپ بیٹھے رہے یہاں تک کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ نیند سے بیدار ہو گئے۔[268]

ولادت

آپ کی ولادت باسعادت ۱۱ شوال ۱۰۰۷ھ کو ہوئی، ایسا ہی عمدۃ المقامات میں ہے جو کہ از غلام المرید کے بھی مطابق ہے۔ علامہ شیخ بدرالدین سرہندی نے حضرات القدس میں ۱۰۰۹ تحریر کی جو تذکرہ علمائے ہند کے موافق ہے۔

آپ کی ولادت ۱۰۰۹ھ کو ہوئی۔ سولہ سال کی عمر میں اپنے والد گرامی سے فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ جامع علوم نقلی و عقلی اور مخزن کمالات صوری و معنوی تھے۔ مقام نسبت اور منصب قیومیت کی بشارت اپنے والد بزرگوار سے پائی۔

آپ کی توجہات سے سلسلۂ عالیہ احمدیہ مجددیہ اطراف عالم میں شائع ہوا۔ اور ایک عالم (آپ کی توجہات سے) احوال بلند اور مقامات ارجمند تک پہنچا۔ کشف مقاماتِ الٰہیہ میں اس طرح تھے کہ اپنے مریدوں کو ولایاتِ بعیدہ کی خبر دیا کرتے تھے کہ فلاں ولایت موسوی تک پہنچا ہے اور فلاں ولایت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے مشرف ہوا ہے۔

نوے ہزار افراد آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور ۷ ہزار کو آپ نے خلافت سے نوازا۔ آپ کی خدمت میں طالب ایک ہفتہ میں مرتبۂ فنا تک اور ایک ماہ میں کمالِ ولایت تک پہنچ جاتا تھا اور بعض کو تو آپ ایک ہی توجہ سے تمام مقامات تک پہنچا دیتے تھے۔

---

268 حضرات القدس ملخصًا، ص ۲۶۶

آپ کی طرح آپ کے فرزندان بھی وقت کے اقطاب تھے اور انہوں نے ہفت اقلیم کو منور کیا۔ ۹ ربیع الاول ۱۰۷۰ھ کو رضوان جنت سے جا ملے۔

صاحب ارغام المرید نے صفحہ ۴۷ پر اس طرح تحریر کیا کہ آپ نے ۱۰۷۹ھ میں وفات پائی آپ کا مزار اقدس سرہند میں ہے جہاں اس کی زیارت کی جاتی ہے اور برکت حاصل کی جاتی ہے۔

حضرت خواجہ فضل اللہ برادر اصغر حضرت شہید صاحب (جو کہ اس خاندان میں بمنزلۂ صاحب البیت ہیں) نے عمدۃ المقامات ص ۳۳۵ پر اس طرح لکھا ہے کہ آپ کا وصال مبارک ہفتہ کو نصف دن کے وقت ماہ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ کو ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آخر الذکر دو کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب التذکرۃ علماء ہند نے تاریخ وصال نو سال کم لکھی ہے یا پھر سہواً ہوا ہے۔

عالمگیر اورنگزیب بادشاہ جو کہ آپ کے مریدین میں سے تھے اس جملہ "رفتہ زجہان امام معصوم" سے آپ کی تاریخ وصال نکالی ہے۔

آپ کی عمر پورے ۷۲ سال ہوئی۔ آخری کلام جو آپ سے سنا گیا وہ "السلام علیکم" تھا۔ آپ کا مدفن باغیچہ میں ہے جس کی طرف آپ نے اپنی زندگی میں اشارہ کیا تھا کہ یہ ایک صاحب کمال فقیر کی جگہ بنے گی۔ آپ وہیں مدفون ہوئے۔

یہ حضرت مجدد کے روضہ انور سے نزدیک ہے۔ اورنگزیب عالمگیر کی بہن نے آپ کی مرقد انور پر ایک عالی شان قبہ تعمیر کروایا تھا جو دور سے "گنبد خضراء" کی طرح نظر آتا ہے۔

حضرت تاج الاولیاء خواجہ محمد صبغۃ الاولیاء قدس سرہٗ

آپ کا لقب اس طریقہ عالیہ میں ”قیوم الزمان اور تاج الاولیاء“ ہے۔ آپ حضرت مجدد قدس سرہٗ کے ذی وقار پوتے اور حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلف اکبر ہیں۔

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت ۱۱ ربیع الثانی ۱۰۳۳ھ میں آپ کے جد محترم کی حیات مبارکہ میں سرہند شریف میں ہوئی۔ ان دنوں حضرت مجدد قدس سرہٗ اجمیر شریف میں تھے، اور والد ماجد (حضرت عروۃ الوثقیٰ) حضرت مجدد کی زیارت کے لئے گئے ہوئے تھے۔ آپ کی والدہ نے اس بوستان ولایت کے نونہال کا اسم گرامی جدِ بزرگوار اور والد پر انوار کی تشریف آوری پر موقوف رکھ چھوڑا۔

راستے میں ان دونوں بزرگوں کو اس قرۃ العین کی ولادت کی خبر ہوئی۔ یہ خبر سن کر والد اور جد محترم نہایت خوش و مسرور ہوئے۔ جب گھر آئے تو حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے فرمایا: ”السلام علیکم ملا صبغۃ اللہ“ پھر چہرہ مبارک ان کے کان کے قریب لے جا کر چند خفیہ کلمات بولے جن کے راز سے کوئی شخص بھی آگاہ نہ ہو سکا۔

پھر فرمایا اس کا نام میں نے ”صبغۃ اللہ“ اس لئے رکھا ہے کہ میں اس میں شرافت کا رنگ پاتا ہوں اور اسی طرح ہوا کہ حضرت مجدد قدس سرہٗ کے بعد آپ منصب قیومیت پر فائز ہوئے اور رنگ اصالت ظاہر ہوا۔

آپ کے والد محترم فرمایا کرتے تھے کہ میرے بیٹوں میں تمہاری نسبت ”صحابہ“ کی طرح ہے کہ تم نے حضرت مجدد کی زیارت کی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت مجدد قدس سرہٗ نے جو اشارات و بشارات آپ کے حق میں ارشاد فرمائے تھے پایۂ ثبوت کو پہنچے اور آپ خاندانِ مجددیت میں اپنے وقت کے قیوم الزمان اور مربی الدوران ہوئے۔ اور اطراف واکناف کو طریقہ مجددیہ کے فیوضات وبرکات سے روشن کیا۔ اور جو کمالات والد محترم نے حضرت مجدد قدس سرہٗ سے کسب کئے تھے۔ آپ کو تفویض کر دیئے اور فرمایا:

عرصہ ہوا کہ جو کچھ میرے پاس تھا میں نے تمہارے لئے ایثار کر دیا اگر اس میں زیادتی کا شوق ہو تو حضرت مجدد قدس سرہٗ کے روضۂ انور پر جاؤ اور ہمیں بھی تازہ نعمتوں میں شریک بناؤ۔

صاحب برکات معصومی لکھتے ہیں کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی باپ کے لئے بیٹے کی تعظیم کرنا ہوتا تو میں اپنے بیٹے صبغۃ اللہ کی تعظیم کرتا۔

تمسک بالسنۃ

آپ کی تمام عبادات و عادات حتیٰ کہ کھانا پینا، پہننا اوڑھنا، سفر و حضر کی دعائیں، موقوتہ و غیر موقوتہ دعائیں، ذکر واذکارِ لسانی وجنانی سب کچھ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی سنت کے مطابق تھا۔ آپ ہر روز وشب میں اپنے اعمال کا مو بمو محاسبہ کرتے اور اپنے اعمال کو معیوب سمجھتے۔ اپنے کشف و حالات کو بال برابر بھی حکم شرعی کے مقابل نہ رکھتے۔ حالانکہ وہ روز روشن کی طرح واضح ہوا کرتے تھے۔ باوجود تبحر علمی کے کبھی ایک چھوٹا سا مسئلہ بھی علماء کرام کے مشورہ کے بغیر عمل میں نہ لاتے۔

منصبِ غوثیت

منصبِ قطبیت و قیومیت کے بعد آپ منصب غوثیت و فردیت سے بھی ممتاز ہوئے تھے۔ یہ مناصب آپ کو اس سال حاصل ہوئے جب آپ حرمین شریفین کی زیارت سے واپس آئے۔ اور پھر

والد ماجد کی اجازت سے امام طریقہ عالیہ قادریہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار اقدس کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ اس دربار پر انوار پر حضرت غوث الاعظم کے عطایا سے یہ مناصب آپ کو حاصل ہوئے۔

آپ نے اپنے والد کی رحلت سے ۱۱۲۲ء ہجری تک طریقہ عالیہ کو عرب وعجم میں رونق بخشی اور تشنگان عرفان وعلم کو سیراب کیا۔

یہ سلسلہ جاری تھا کہ ۹ ربیع الثانی بروز جمعہ ۱۱۲۲ھ کو ۸۰ سال کی عمر میں "کل نفس ذائقۃ الموت" کا شربت چکھا اور عالم فانی کو وداع کہا۔

"اناللہ و اناالیہ راجعون"

۱۱۳ افراد آپ کے خلفاء میں تھے جن میں حضرت میاں سفر احمد مولف معدن الجواہر اور برکات معصومی اور خلف رشید حضرت خواجہ محمد اسماعیل کے اسماء نمایاں ہیں۔ آپ کی مرقد انور سرہند شریف میں آپ کے والد محترم کے گنبد میں داخل ہے اور پردۂ خاک میں آپ والد محترم کے دریائے کرم میں غوطہ زن ہیں۔

حضرت امام العارفین خواجہ محمد اسماعیل قدس سرہٗ

آپ اس طریقہ عالیہ میں امام العارفین کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ اپنے وقت کے عرفاء کے مقتدیٰ تصور کئے جاتے تھے۔ آپ کے انوار وبرکات اطراف و اکناف میں منتشر تھے۔ بڑے بڑے صاحبان کمالات و عرفان آپ کی صحبت عنبر فشاں میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک جہاں آپ کے پاس انفاس سے صاحب تکمیل ہوا اور درجہ ارشاد کو پہنچا۔

کسبِ فیض

آپ حضرت تاج الاولیاء خواجہ صبغۃ اللہ کے فرزند دوم تھے۔ آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم (جدبزرگوار) کو بھی پایا اور آپ کی خدمت کرکے دریائے علم و عرفان سے مستفیض ہوئے۔ اور بہت سے فیوضات وبرکات حاصل کئے۔

اس مقتدیٰ اربابِ کمال کے وصال کے بعد والد محترم کی خدمت میں بقیہ کمالات و مقامات طے کئے اور درجہ کمال و تکمیل کو پہنچے۔ آپ کا درجہ ٔعلمیت پایہ ٔمولویت کو پہنچا ہوا تھا۔اشعار کہنے میں بھی آپ طبع عالی رکھتے تھے۔اشعار گوئی میں آپ کا تخلص 'عاشق' ہے۔ آپ کے اشعار عالی کو جمع کرکے ایک دیوان بھی بنا ہوا ہے۔ آپ نے اپنے آباؤ اجداد کی مدح میں بہت سے مضامین نظم و نثر کی صورت میں تخلیق کئے۔

وفاتِ حسرت آیات

جب آپ کی عمر مبارک ۸۰ سال کی حدود میں پہنچی تو آپ نے دارِفانی سے کوچ کیا۔۔۔"انا للہ وانا الیہ راجعون" آپ کی مرقد انور حضرت عروۃ الوثقیٰ کے روضہ کے بیرون میں معروف و مشہور ہے۔

خلفاء و مجازان

آپ کے خلیفۂ مجاز بہت سے ہیں۔ ان میں سے دو فرزندانِ ارجمند ہیں، ایک شاہ محمد صبغۃ اللہ ہیں کہ ان کا سلسلہ ارشاد پشاور، کابل، ماوراالنہر، روم اور بلغار تک پہنچا۔ انہی کے خلفاء میں سے حضرت خواجہ حسن اتا ہوئے ہیں، جو کابل کے نواحی علاقے کی ایک بستی میں ہو گزرے۔ دوسرے فرزند حضرت حاجی غلام محمد معصوم جو "خواجہ معصوم ثانی" کے نام سے معروف ہیں۔

حضرت حاجی غلام محمد معصوم المعروف معصوم ثانی قدس سرہٗ

اس طریقہ عالیہ میں آپ کا لقب "قطب الاقطاب" ہے۔ شہرت آپ کی "خواجہ معصوم ثانی" کے نام سے ہے۔ آپ اپنے زمانے میں منصب قیومیت، غوثیت وقطبیت کے جامع تھے۔

بشارتِ ولادت

حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ نے اپنے فرزند ارجمند حضرت تاج الاولیاء کو بشارت دی تھی کہ تیری نسل سے ایک فرزند تولد ہو گا وہ بالواسطہ تیری اولاد ہو یا بلاواسطہ، جب وہ پیدا ہو تو میرے نام پر اس کا نام رکھ دینا کیونکہ نسبت مجددی معصومی اس سے شرافت پائے گی۔ اس کے فیوضات و برکات اس کی اولاد و مریدین میں تا قیام قیامت باقی رہیں گے۔ وہ طریقہ عالیہ کو مزید رواج دے گا۔ آپ نے حضرت معصوم ثانی کے لئے فوق الذکر مقامات عالیہ کی بھی بشارت دی تھی۔

آپ کی یہ بشارت حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی بشارت کی مانند ہے جو انہوں نے حضرت ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ کے حوالے سے ان کی ولادت سے چند سال پہلے دی تھی۔ خلاصۂ کلام یہ کہ آپ کے جد امجد نے آپ کے بارے میں کہا تھا کہ وہ اپنے زمانہ میں ایک عالم کو روشن کرے گا اور اس طریقہ عالیہ کو اوج کمال تک پہنچائے گا۔

تحصیل علم ظاہر و باطن

آپ نے تحصیل علومِ نقلیہ و عقلیہ کی ابتداء کی اور ۲۰ سال کی عمر میں سندِ فراغت حاصل کی۔ اپنے زمانے میں ممتاز اور اوحد الدھر ہوئے۔ دورۂ فراغت کے بعد اپنے جد محترم خواجہ صبغۃ اللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں طریقہ عالیہ کے کسب میں مشغول ہوئے، اور تھوڑے ہی عرصے میں درجۂ کمال و تکمیل تک پہنچ گئے۔ اور جد امجد کی طرف سے خلافت مطلقہ سے سرفراز ہوئے۔

آپ اپنے والد محترم کے مرید و خلیفہ ہیں اور وہ اپنے والد محترم حضرت قیوم الزماں کے مرید و خلیفہ ہیں۔ لیکن حضرت خواجہ فضل اللہ قدس سرہٗ جو کہ اس خاندان کو زیادہ جانتے ہیں انہوں نے عمدۃ المقامات، ص ۳۸۷ پر آپ کو حضرت قیوم الزماں کا مرید و خلیفہ قرار دیا ہے۔

راقم الحروف بھی یہی کہتا ہے کہ آپ کا اپنے جدِ محترم سے کسبِ کمالات باطنی کا حاصل کرنا اس بات کے منافی نہیں کہ آپ نے (اپنے والد محترم سے) اکتسابِ فیض کیا ہو۔ کیونکہ آپ کے والد محترم بھی اولیاء اللہ میں سے تھے۔ اور پھر تبرکاً جد امجد سے منصب خلافت حاصل کیا ہو۔ مثلاً ایک شخص کا والد بھی عالم ہو اور دادا بھی عالم و فاضل ہو۔ اور جب یہ شخص دونوں کی تربیت سے مرتبۂ مولویت پر فائز ہو گا تو تبرکاً اپنے جد محترم سے دستارِ فضیلت حاصل کرے گا، کیونکہ ان کا مرتبہ و مقام والد کے مرتبہ سے اعلیٰ و افضل ہے۔

وفات حسرت آیات

جب آپ کی عمر ۹۰ برس سے تجاوز کر گئی تو ۵ ذی الحجہ ۱۱۶۱ھ میں اس جہان سے دارالخلد کی طرف منتقل ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے جوارِ رحمت میں ٹھکانہ پایا۔

"اناللہ و انا الیہ راجعون"

آپ کا مزار پرانوار دارالارشاد سرہند شریف میں حضرت عروۃ الوثقیٰ کے گنبد کے باہر والد محترم کے مزار کے ساتھ واقع ہے۔ آپ کے خلفاء کی تعداد معلوم نہیں۔ آپ کے خلفاء میں حضرت شاہ غلام محمد قدس سرہٗ آپ کے خلف رشید اور ولد شریف، حضرت میر غیاث الدین حرمی صاحب دیوان غیاثی معروف و مشہور ہیں۔

حضرت شاہ غلام محمد عرف قدوۃ الاولیاء قدس سرہٗ

آپ کا لقب اس طریقہ عالیہ میں "قدوۃ الاولیاء" اور حضرت جی صاحب کلاں ہے۔ تحصیل علوم ظاہری کے بعد کسب کمالات باطنی اپنے والد محترم حضرت قطب الاقطاب سے حاصل کئے، اور آپ کی خاص نسبتوں سے مشرف ہوئے اور درجۂ کمال و اکمال تک پہنچ کر خلیفہ مجاز ہونے کا شرف پایا۔

جب آپ کے والد محترم نے آپ کی خدمت کو کامل و مکمل پایا تو مسند شیخیت ان کی طرف تفویض فرمادی اور تمام فرزندان اور مریدان کو ان کے سپرد فرمایا۔ آپ اپنے والد محترم کی حیات میں ہی مسند ارشاد پر جلوہٗ افگن ہو کر مخلوق کی راہنمائی میں مشغول ہوئے۔ آپ کے رشد و ہدایت کا ہنگامہ تمام جہان کے اطراف اکناف میں پھیل گیا اور پوری دنیا سے لوگ آپ کی خدمت میں پہنچ کر طریقہ عالیہ میں داخل ہوئے اور فیوض وبرکات حاصل کرکے سرور وبرکات کے مظہر ہوئے۔

المختصر آپ اپنے وقت میں مرجع کل تھے۔ تمام بھائیوں اور کثیر قوم نے آپ کی خدمت سے فیوض وبرکات اخذ کئے۔ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ (۱) وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا (النصر ۲) (ترجمہ: جب اللہ کی مدد اور فتح آئے اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج فوج داخل ہوتے ہیں) کے مصداق امیر وغریب، بادشاہ وحکام، مشائخ واکابر اور علماء وفضلاء جوق درجوق آپ کی جانب مرجوع ہوئے۔ اور آپ کے خلفاء دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئے۔

جو رواج اس طریقہ عالیہ کو ان دنوں آپ کے وجودِ باوجود سے اور آپ کے فرزندان، برادران اور خلفاء مجازان سے حاصل ہوا، کاتب کا حوصلہ اس کو گننے سے عاجز اور زبانِ قلم اس کو لکھنے سے قاصر ہے۔

اکابرین سے سنا گیا ہے کہ آپ کے صبح و شام کے مراقبہ میں معمولی طور پر بارہ ہزار سے زائد افراد شریک ہوتے تھے اور نماز جمعہ کے بعد مراقبے میں اتنے لوگ ہوتے تھے جن کی تعداد اعداد و شمار سے باہر ہے۔[269]

آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ چھ ماہ لاہور میں اپنے اہل و عیال میں اور چھ ماہ پشاور میں گزارتے، اور لوگ آپ کی راہ میں خیمے لگا کر سراپا انتظار ہوتے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔ آپ نے تمام عمر خدمت حدیث شریف میں بسر کی اور کئی ہزار حدیثوں کو آپ نے باسناد حفظ کیا ہوا تھا۔ آپ جو بھی عمل کرتے اس پر دلیل کے طور پر حدیث شریف روایت کرتے۔

وفات

بالآخر ماہ شوال کے شروع میں عید الفطر کی رات ۱۱۷۷ھ میں پشاور میں آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا، اور شہر سے باہر اسد خان جو کہ آپ کے مریدوں میں سے تھا کے باغ میں مدفون ہوئے۔

مرقد اقدس

شروع شروع میں مزار کی عمارت بڑی عالی شان تھی پھر سکھوں کے ہاتھوں خراب ہو گئی۔ ان دنوں (۱۴۰۳ھ نہم محرم الحرام) آپ کی مسجد جو حضرت باباجی کے نام سے معروف ہے کے احاطہ میں ہے اور شہر پشاور میں موضع شحبہ میں مشہور ہے۔

آپ کے مزار پر جو کتبہ لگا ہوا ہے اس کے ایک طرف آیۃ الکرسی کندہ ہے، اور باقی اطراف میں حضرت غیاث الدین جرمی کے چند اشعار آپ کی وفات کے بارے میں لکھے ہوئے ہیں۔ اس کتبے

---

269 عمدۃ المقامات، ص ۴۲۳، ۴۲۴

میں آپ کی تاریخ وفات ۱۱۷۸ھ درج ہے جو کہ عمدۃ المقامات کی عبارت کے خلاف ہے۔ آپ کے خلف اور خلیفہ حضرت شاہ غلام حسن کا مزار بھی اس احاطہ میں ہے۔

حضرت حاجی صفی اللہ قدس سرہٗ

اس طریقہ عالیہ میں آپ کا لقب قیوم جہاں اور کنیت 'ابو البشر' ہے۔

ولادت و بشارتِ ولادت

آپ کی ولادت ۴ ذی القعدہ ۱۱۵۶ھ کو ہوئی۔ کہتے ہیں کہ آپ کے والد حضرت قطب الاقطاب نے خواب میں حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا اور آپ نے والد محترم کو بشارت دی تھی کہ کل تمہارے گھر میں ایک فرزند تولد ہو گا، جو بزرگیدۂ روزگار اور عجوبہ زمانہ ہو گا۔ اس کے قدوم میمنت لزوم کو غنیمت سمجھنا اور اس کا نام میرے نام پر رکھنا۔ جب صبح ہوئی تو آپ کے والد بزرگوار نماز فجر کے بعد خانقاہ معلیٰ میں فقراء کے ساتھ مراقبہ میں تھے کہ کیا دیکھتے ہیں کہ بیت اللہ ان کے گھر کی طرف اتر رہا ہے اور کہتا ہے کہ میں تمہارے فرزند کی زیارت کے لئے آیا ہوں جو ابھی تولد ہوا ہے۔ اسی اثناء میں آپ کی خادمہ گھر سے آئی اور اس قرۃ العین کی ولادت باسعادت کی خوشخبری سنائی۔

(ولادت کے بعد) آپ نے رونے سے قبل تین بار اسم "اللہ" بکمال فصامت بولا اور پھر گریہ کرنے لگے (رونے لگے)۔

جب آپ کے کان میں اذان اور تکبیر کہی تو آپ نے بھی تکبیر کے لئے لب ہلائے جس کی آواز تمام حاضرین نے سنی۔

ابھی عمر عزیز کے چند سال ہی گزرے تھے کہ والد محترم جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ نے اخذ فیض "قطب الاقطاب" سے کیا جبکہ آپ کے والد نے ایام طفلیت میں بھی اپنی توجہات عالیہ سے ان کو دور نہیں رکھا۔

حضرت قطب الاقطاب کی وفات حسرت آیات کے بعد بقیہ کمالات و مقامات برادرِ بزرگ حضرت شاہ غلام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت سے حاصل کئے اور صاحب جذبات و بلند حالات ہوئے۔

آپ عرصے تک شہر کابل (اللہ تعالیٰ اس کو آفات و زلزال سے بچائے) میں سکونت پزیر رہے۔ اس وقت آپ کے ارشاد والارشاد کا شور و غل تھا۔ ایک عالم کو اس طریقہ عالیہ خواجگان اور اکابرین خاندان کی طرف دعوت دیتے تھے۔ اور ہر دور و نزدیک شخص کے کانوں تک آپ کے حالات وکیفیات کا طنطنہ پہنچ گیا تھا۔ آپ کی صحبت، عاشقانہ جذبات وصیحات سے مالا مال تھی۔

شعر گوئی

آپ شعر گوئی میں بھی طبع نازک اور بلند مقام رکھتے تھے۔ ایک دیوان عالی شان بھی لکھا تھا جو ایام جذب میں خود ہی پانی سے دھوڈالا۔ اس دیوان سے چند اشعار باقی بچے۔

تصانیف

آپ کی تصانیف میں (دیوان کے علاوہ) تین رسالے اور بھی یادگار ہیں۔

۱۔ آداب الارشاد جس کو معدن الاسرار بھی کہتے ہیں۔

۲۔ مخزن انوار صفی احمدی جو کہ "مخزن الانوار احمدی فی کشف الاسرار المجددی" کے نام سے مشہور ہے۔

۳۔ رسالہ چہار جوی۔

سفر وفات

جب آپ کی عمر آخری منزل تک پہنچی تو دل میں زیارت حرمین شریفین کا شوا پیدا لہٰذا آپ غزنی، قلات، سندھ اور بلوچستان کے راستے سے ہوتے ہوئے عازم حج ہوئے۔ اس سفر میں حضرت شہید اور برادر بزرگ حضرت محمد فضل اللہ مولف عمدۃ المقامات اور حضرت بی بی قیومہ آپ کی ہم رکاب تھیں۔ آپ کی قسمت میں زیارت حرمین شریفین نہ تھی لہٰذا ابھی راستے میں ہی تھے کہ بیمار ہوگئے۔ اور ۶ ذوالعقد ۱۲۱۲ پیر کی صبح دار فانی کو الوداع کہا اور رحمت خداوندی سے پیوست ہوگئے۔

آپ کا مزار پر انوار شہر حدیدہ (یمن کے توابع میں سے ہے) میں روشن ہندی مسجد سے متصل ایک درخت کے نیچے واقع ہے۔

حضرت حاجی شاہ محمد ضیاء الحق المعروف حضرت ایشان شہید قدس سرہٗ

آپ کا نام حضرت حاجی شاہ محمد ضیاء الحق ہے۔ نیز آپ میاں ضیاء الحق کے نام سے بھی یاد کئے جاتے ہیں۔ اس طریقہ عالیہ میں آپ کی شہرت "حضرت شہید اور ایشان شہید" کے نام سے ہے۔

صاحب گلدستہ کراماتِ شمسیہ نے آپ کا نام یوں ذکر کیا ہے:

حضرت غوث العلمین، قدوۃ المحققین، زبدۃ العارفین حاجی شاہ محمد ضیاء الحق المعروف حضرت شہید قدس سرہٗ العزیز۔

الغرض شاہ ضیاء الحق، میاں ضیاء الحق، محمد ضیاء الحق، حاجی شاہ محمد ضیاء الحق، حضرت شہید اور حضرت ایشان شہید سبھی آپ کے اسماء والقابات ہیں۔

آپ حضرت بی بی صاحبہ کے بیٹے ہیں جو اس طریقہ میں بی بی قیومہ کے نام سے شہرت رکھتی ہیں۔ آپ حضرت صفی اللہ کی عینی بھانجی ہیں۔ اور والد کی طرف سے حضرت شاہ غلام محمد کی نواسی ہیں۔ حضرت شہید تمام دورِ سلوک میں مرشد گرامی حضرت صفی اللہ قدس سرہٗ کے ہمراہ رہے۔ سفر حرمین میں بھی آپ کے ساتھ تھے۔

مرشد گرامی کی وفات حسرت آیات کے بعد آپ نے ماوراء النہر کی طرف رخت سفر باندھا۔ اس سفر میں برادرِ اعظم حضرت خواجہ محمد فضل اللہ المعروف حضرت حاجی، مؤلف عمدۃ المقامات اور والدہ ماجدہ حضرت بی بی صاحبہ آپ کے ساتھ تھیں۔ بخارا کے مزارات مقدسہ اور تبرکات کی زیارت کے بعد واپس آئے۔ جب مزار شریف جو کہ بلخ میں واقع ہے میں پہنچے تو بتاریخ ۱۲ ربیع الاول بروز جمعہ ۱۲۱۸ھ حضرت بی بی صاحبہ رحلت فرما گئیں اور گنبد شرقی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے روضۂ پرانوار کے پاس مدفون ہوئیں۔

اس کے بعد آپ کی بقیہ عمر شہر کابل میں طریقہ عالیہ کی ترویج اور اخلاق مصطفویہ کی اشاعت میں صرف ہوئی۔

بعض دوستوں سے شنید کے مطابق آپ نے حضرت بی بی صاحبہ المعروف بی بی قیومہ اپنی والدہ سے خلافت حاصل کی۔ بلکہ یہ بات بھی کسی کو معلوم نہیں کہ حضرت بی بی صاحبہ، حضرت ایشان شہید کی والدہ ہیں۔ لوگ صرف اتنا کہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں ایک فرد مستورات میں سے ہے۔ فقط راقم الحروف (علی محمد بلخی) نے اس معاملے میں تحقیق کی ہے۔

صحیح قول کے مطابق آپ (حضرت شہید) حضرت صفی اللہ کے خلیفہ ہیں اور حضرت بی بی صاحبہ بھی انہی کی خلیفہ تھیں۔ اتنی بات ضرور ہے کہ آپ اپنی والدہ کی طرف سے بھی بشارات عالی اور اشارات مثالی سے سرفراز ہوئے ہیں۔

حضرت ایشاں شہید قدس سرہٗ کے حضرت صفی اللہ قدس سرہٗ کا خلیفہ ہونے پر یہ عبارت دلیل کے طور پر ملاحظہ فرمائیں، صاحب گلدستۂ کراماتِ شمسیہ فرماتے ہیں:

"آپ (حضرت شاہ محمد ضیاء الحق) حضرت قیوم ربانی، غوث صمدانی مجدد مائۃ ثالث عشر مسمٰی باسم ابوالبشر سرگروہ اہل اللہ حضرت حاجی صفی اللہ المعروف قیوم الجہان کے مرید مکرم اور خلیفہ و جانشین تھے"۔ [270]

اس سے بڑھ کر اس بات پر دلیل یہ ہے کہ حضرت فضل اللہ نے کتاب مستطاب **عمدۃ المقامات**، ص ۴۹۰ پر حضرت صفی اللہ کے چار خلفاء میں حضرت شہید کو بھی شمار کیا ہے۔

---

270 گلدستۂ کرامات شمسیہ، ص ۱۴

عبارت اس طرح ہے:

"اور اس فقیر کے برادر عینی میاں ضیاء الحق آپ (حضرت صفی اللہ قدس سرہٗ) کے خلفاء میں سے ہیں۔ آپ حالات بلند اور معارف ارجمند کے منبع تھے اور حضرت قیوم جہاں اور حضرت بی بی صاحبہ کی طرف سے بھی بشارت عالیہ سے سرفراز ہوئے ہیں"۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان عبارات سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے والدہ محترمہ حضرت بی بی صاحبہ سے بھی فیوض وبرکات حاصل کئے ہیں مگر آپ کا خلیفہ وماذون ہونا، صرف حضرت صفی اللہ کی طرف سے قطعی ہے۔

علم لدنی

حضرت شہید کا ایک عجیب واقعہ ان دنوں پیش آیا جب آپ حضرت خواجگان کے مزارات کی زیارت کے لئے بخارا تشریف فرما تھے۔ بخارا کے بادشاہ نے آپ کو آپ کے بھائی حضرت فضل اللہ مؤلف عمدۃ المقامات (جو اس سفر میں آپ کے ساتھ تھے) کے ساتھ دعوت پر بلایا۔ حضرت شہید باوجودیکہ مقامات بلند اور معارف عام رکھتے تھے مگر رسمی تعلیم سے بہت کم حصہ حاصل کیا تھا۔ جبکہ آپ کے بھائی حضرت فضل اللہ جامع علوم اور عالم و فاضل تھے۔ دعوت کے درمیان بادشاہ نے حضرت شہید سے ایک مسئلہ دریافت کیا تو حضرت خواجہ فضل اللہ نے جواب دینے میں جلدی کی کہ کہیں حضرت شہید کو شرمندگی نہ اٹھانا پڑے اور دربار شاہی سے نکال نہ دیے جائیں۔ اس حادثہ سے حضرت شہید بڑے غمگین ہوئے۔ رات کو حضرت خواجہ بہاؤالدین قدس سرہٗ کی قبر پر گئے اور اپنے احوال حضرت خواجہ کے واسطہ سے بارگاہ رب تعالیٰ میں عرض کئے۔ پھر رات کو وہیں سو گئے۔ جب صبح نیند سے بیدار ہوئے تو تمام علوم و معارف آپ کو دوچند حاصل ہو چکے تھے۔

تالیفات وتصنیفات

بہت سی تالیفات ان کی یادگار ہیں جو ان کے علم لدنی پر دلالت کرتی ہیں۔ ان میں سے ایک "مفتاح الحقائق" ہے جس میں علم تصوف کے دقیق مسائل درج ہیں۔ اسی طرح نعت سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر بزرگان دین کی مدح میں اشعار کثیرہ بھی آپ کی یادگار ہیں۔

وصال صد ملال

آپ کا وصال یوم عاشوراء ۱۲۵۵ھ کو ہوا آپ کی مرقد انور نجراب جو کہ درۂ حضرت فرخ شاہ ولی میں ہے، میں واقع ہے۔ یہ آپ کے اجداد کبار میں سے ہیں۔

حضرت حاجی شاہ ضیاء المعروف حضرت میانجی صاحب قدس سرہٗ

آپ کا نام حضرت شاہ ضیاء ہے۔ نیز حاجی شاہ ضیاء کے نام سے بھی یاد کئے جاتے ہیں۔ اس طریقہ عالیہ میں آپ کی شہرت "حضرت میانجی" کے نام سے ہے۔ آپ اپنے والد بزرگوار حضرت ایشان شہید میاں ضیاء الحق کے خلیفہ ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب و سلوک حضرت شاہ غلام محمد قدس سرہٗ تک جاکر یکجا ہو جاتا ہے۔ آپ نے طریقۂ عالیہ نقشبندیہ اپنے والد بزرگوار سے کسب کیا۔

صاحب گلدستہ کرامات شمسیہ، ص ۷۱ پر لکھتے ہیں:

حضرت والد بزرگوار محمد ضیاء الحق نے آخری عمر میں آپ کے بارے میں فرمایا تھا کہ جو معارف و مدارج قرب الٰہی جل سلطانہ اور تصوف و سلوک کے مقامات عالیہ مجھ سے متعلق تھے۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تمام کے تمام سلوک میں نے تمہیں دے دیئے ہیں ذرہ بھی باقی نہیں رہا۔ لیکن چونکہ تمہاری استعداد بھی بلند ہے۔ تمہیں چاہیئے کہ ہندوستان کے شہر پنجاب کی اطراف میں چلے جاؤ۔ ایک درویش خاک نشین کہ ظاہراً قلندری کے لباس اور گداگری کی صفات سے متصف ہوگا، تم سے ملے گا۔ باقی معاملاتِ سلوک اس درویش کی ملاقات پر محصور ہے۔

چنانچہ حضرت شہید کے سانحۂ ارتحال کے بعد حسب الامر آپ پنجاب کی طرف روانہ ہوئے اور بڑی تتبع و جستجو کے بعد درویش موصوف کو پالیا۔ جو کہ ایک مٹی کے تودہ پر مدہوش و مستغرق پڑے تھے۔

سوائے ایک چادر کے جو کہ ستر کو چھپا رہی تھی کوئی اور لباس بدن پر نہ تھا۔ اور جو حلیہ حضرت شہید نے بیان کیا تھا بعینہ اس پر پورے اتر رہے تھے۔

آپ نے چند کھانے کی نرم چیزیں اور شکر والا شربت موصوف کے منہ میں ڈالا تاکہ کچھ ہوش آجائے۔ بعد ازاں وہ اٹھ بیٹھے اور حضرت صاحب کے ساتھ کچھ دیر بیٹھے پھر جلدی سے وہاں سے روانہ ہوگئے۔ حضرت صاحب بھی آپ کی تلاش میں چل دیئے اور ساتھیوں کی نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ آپ کے ہمراہیوں نے اس دن بڑی جستجو کی لیکن حضرت صاحب کو تلاش نہ کرسکے۔

آخر ایک دن بعد بڑی جستجو اور تلاش کے بعد گردونواح کے ایک جنگل میں گئے دیکھا کہ وہاں ایک چبوترہ بنا ہوا ہے۔ اور حضرت میانجی وہاں اس پر بے ہوش پڑے ہوئے ہیں، لیکن درویش موصوف کی کوئی علامت وہاں پر نہ تھی۔ آپ کے رفقاء میں سے ایک نے آپ کا سر اپنے زانو پر رکھا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ کچھ دیر بعد حضرت ممدوح کو ہوش آیا آپ نے سر اٹھایا اور رفقاء کے ساتھ روانہ ہوگئے۔ سنا گیا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ باقی کمالات تصوف اور معاملات سلوک اس درویش کی صحبت سے حاصل ہوگئے۔

وصال پُر ملال

آپ کی تاریخِ وصال ۵ شوال بروز جمعہ ۱۳۱۶ھ ہے۔ آپ کا مزار پر انوار کابل سے شمال کی طرف ۲۰ کوس پر واقع بستی لغمانی میں ہے۔

حضرت شمس الحق المعروف حضرت صاحب کوہستان قدس سرہٗ

آپ کا اسم گرامی شمس الحق ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب ۵ سے سراج العارفین شمس المقربین حضرت امام سیف الدین تک پہنچ جاتا ہے جو کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے پانچویں صاحبزادے ہیں۔

سلسلۂ نسب یوں ہے:

حضرت شمس الحق بن شاہ عزیز احمد عرف حضرت پیرزادہ بن حضرت شیخ فدا احمد بن حضرت شیخ فضا احمد بن حضرت شیخ محمد موسیٰ بن حضرت سیف الدین بن حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم بن حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

حضرت غلام نجم الدین کابلی نے آپ کی سوانح حیات، خوارق و کرامات ایک رسالہ "گلدستۂ کراماتِ شمسیہ" میں جمع کی ہیں، جس میں آپ کے القاب واوصاف اس طرح تحریر ہیں:

قطب دائرہ زمان غوث انس و جان قیوم عالم و عالمیان و حید بارگاہ حضرت منان غوث الجن و البشر مجدد ماۃ ربع و العشر شیخنا و امامنا قدوۃ المحققین زبدۃ العارفین شاہ محمد شمس الحق و الدین علیہ الرحمۃ و الرضوان الفاروقی نسبًا الحنفی مذھبًا المحمدی و النقشبندی مشربًا۔

آپ کے والد محترم نے انگریزی حکومت کے تسلط کے بعد برِاعظم ہندوستان کی طرف ہجرت مسنون اختیار کی اور کابل تشریف لائے۔ ان دنوں حضرت شاہ ضیاء الحق کے ارشاد ولایت کا طنطنہ کابل اور اس کے اطراف واکناف میں خوب بج رہا تھا۔

حضرت عزیز احمد (والد حضرت شمس الحق) جب حضرت ضیاء الحق کی صحبت میں پہنچے تو فرد واحد تھے اور آپ کی اہلیہ اپنے دو فرزندوں شیخ فدا محمد اور شیخ عطا محمد کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کر گئی تھیں۔ موصوف فارسی میں بہت کم مہارت رکھتے تھے۔ حضرت ایشان شہید نے کوہستان اور پنجشیر

کے معتبر لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔۔۔ یہ حضرت صاحب تمہارے پیرزادہ ہیں، لہٰذا کوہستان وپنجشیر کے لوگ ان کی طرف لپک پڑے اور ان کو اپنے ساتھ وطن لے جانے کے لئے کمر ہمت باندھی۔

حضرت ایشان شہید قدس سرہٗ نے اپنی بیٹی جن کا نام خوبی جہاں بی بی تھا کو حضرت صاحب موصوف کے (نکاح) میں دے دیا۔ حضرت عزیز احمد کو اقامت اختیار کئے ابھی کچھ مدت ہی گزری تھی کہ حضرت میاں ضیاء الحق شہید عالم فانی کو وداع کہہ گئے۔

آپ کی رحلت کے چند سال بعد آپ کے بیٹوں حضرت میانجی اور ان کے بھائی حضرت تبرک شاہ نے مذکورہ بیٹی کا نکاح حضرت عزیز احمد سے کر دیا۔ اور پھر انہی کے بطن اطہر سے حضرت شمس الحق المعروف حضرت کوہستان قدس سرہٗ پیدا ہوئے۔ حضرت پیرزادہ (عزیز احمد) کی اس سے قبل بھی شادیاں ہو چکی تھیں۔

ابھی اس بوستانِ ولایت کے نونہال کی عمر بارہ یا تیرہ سال تھی کہ والد محترم حضرت عزیز احمد ۳ صفر المظفر ۱۲۹۶ھ میں وفات پا گئے۔

واقعۂ وفات اور مقاماتِ تصوف کی منتقلی

آپ اپنی وفات کے سال کابل، پغمان، لوگرد، کوہ دامن اور چہاردیہ کی طرف اپنے مخلصین کے پاس تشریف لائے۔ اس سفر میں حضرت شمس الحق صاحب کم عمری کے باوجود آپ کے ساتھ تھے۔ حضرت عزیز نے لوگوں کو الوداع کہتے ہوئے فرمایا "اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اب ہماری ملاقات ہوگی یا نہیں، لہٰذا میرے بعد یہ میرا بیٹا تمہارا پیر ہے"۔ اس سفر سے اپنے وطن کوہستان واپس تشریف لائے اور چند دن بعد ملک پنجشیر کی جانب تشریف لے گئے۔

حضرت شمس الحق نے قرائن و حالات سے جان لیا کہ ان کی رحلت کا وقت قریب ہے۔ لہٰذا مضبوطی سے ان کا دامن تھام لیا اور روتے ہوئے کہنے لگے ''آپ تو جا رہے ہیں مجھے کس کے لئے چھوڑا ہے'' اس حالت میں آپ نے بیٹے کو تسلی دی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہر گز ضائع نہیں کرے گا۔

مقاماتِ تصوف و معارف میں سے جو کچھ میرے پاس تھا اللہ وحدہٗ لا شریک کی توفیق سے سب میں نے تمہارے سپرد کر دیا ہے۔ لیکن ظاہراً تمہارے سلوک کا تعلق تمہارے ماموں حضرت حاجی ضیاء مجدد کے ساتھ ہے۔ اور پھر اسی دوران آپ کے والد حضرت عزیز احمد ملک پنجشیر کی بستی رخہ میں وفات پا گئے۔

حضرت شمس الحق صاحب نے اپنے والد محترم کے فرمان کے مطابق کمالاتِ تصوف کو بدرجۂ اتم اپنے ماموں حضرت میاں جی قدس سرہٗ سے حاصل کیا۔ اور ان کی طرف سے خلافت اور ارشاد خلق اللہ کے لئے مأمور ہوئے۔ ہر دور و نزدیک سے بخلوص نیت آنے والے کو توجہات طریقۂ عالیہ سے خوب نوازا، اور ایک جہان آپ کی توجہات سے روشن ہوا۔

مرشد گرامی حضرت میانجی قدس سرہٗ کی حیات میں آپ لوگوں سے کٹ کر رہا کرتے تھے اور ان کی جانب متوجہ نہ ہوتے۔ اور فرماتے میرا دل لوگوں کی آشنائی و صحبت سے سرد ہو چکا ہے۔ آپ کے والد گرامی کے مریدوں نے حضرت میانجی سے عرض کیا کہ آپ نے ان کو ہمارے لئے خلافت عطاء کی ہے لیکن وہ تو ہمارے حالات کی خبر گیری نہیں رکھتے۔

ان شکایات کی بناء پر حضرت میانجی قدس سرہٗ نے ان کو بلایا اور ڈانٹا کہ کیوں اپنے والد کے مخلصین کی طرف متوجہ نہیں ہوتے؟ اور پھر ایک تصوف کی کتاب انہیں دیتے ہوئے مزید تاکید ارشاد فرمائی۔

اس کے بعد حضرت شمس الحق پغمان چلے گئے، اس واقعہ کو کچھ مدت ہی گزری تھی کہ حضرت میانجی نے داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہوئے جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

اس کے بعد آپ کے دل کی بے کلی اور بڑھ گئی اور آپ بے حد غمگین ہوئے، شکستہ دل کے ساتھ وطن واپس لوٹے لیکن لوگوں سے کنارہ کش ہی رہے۔ اس کی تھوڑی مدت بعد آپ نے حضرت حاجی شاہ ضیاء المعروف حضرت میانجی کو خواب میں دیکھا کہ وہ آپ کے اس طریقہ کار سے آزردہ تھے۔ پھر اس کے بعد آپ مخلصین کی جانب متوجہ ہوگئے اور لوگوں کو توجہات عالیہ سے نوازنا شروع کر دیا۔

وفات

۲۲ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ شب جمعہ نماز مغرب کے بعد آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہوئے عالم فانی کو الوداع کہا اور آپ کا مرغِ روح پنجرۂ جسم سے پرواز کر گیا۔

انا للہِ وانا الیہ راجعون

تب آپ کی عمر تقریباً ۷۰ سال تھی۔ کوہستان کے مضافات میں علاقۂ اشترگرام کی ایک بستی "دیھنو" میں آپ کی مرقد انور عام و خاص کو فیض بانٹ رہی ہے۔ اس وقت یہ بستی شہر گل بہار کے قرب وجوار میں مشہور و معروف ہے۔

حضرت مولانا شاہ رسول طالقانی قدس سرہٗ

اسم گرامی

"شاہ رسول" ہے مگر آپ مبارک مولانا طالقان کے لقب سے مشہور ہوئے تھے آپ کا اصلی وطن تگاب شریف تھا۔ آپ مبارک نے اپنے زمانے کے معروف اساتذہ کرام سے علوم عقلی و نقلی خوب اچھے طریقے سے حاصل کرنے کے بعد فراغت و دستار فضیلت حاصل کی اور ان علماء زمانہ کی علمی جلالت وفقاہت کے وارث بنے اور جو اس زمانہ میں صاحب کمال مروجہ علوم وفنون تھے ان میں کمال حاصل کیا اور آپ کے علمی کمال کا چرچا دور دور تک پھیل گیا تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے تدریس کا آغاز فرمایا اور اعلیٰ مدرس کی حیثیت سے آپ کی اچھی شہرت ہوگئی اور طالب علم علم ظاہری کے پیاسے اپنی پیاس بجھانے کے لئے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونا شروع ہوگئے۔ دورانِ تدریس آپ مبارک نے مکتوبات امامِ ربانی کا مطالعہ فرمایا جس سے علوم باطنی کا شوق وذوق بڑھ گیا اور کسی کامل و مکمل مرشد کی تلاش شروع فرمادی اور حصول علم باطن کے لئے اس زمانہ کے عظیم المرتبت شیخ کامل و مکمل عارف باللہ ولی زمانہ یگانہ روزگار حضرت اخندزادہ تگاب قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے اور تین سلاسل قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ مبارکہ کی مکمل تفصیل حاصل کی اور حضرت نے ان تینوں سلاسل میں اجازت و خلافت سے نوازا۔

مگر اس تکمیل سے پیاس باقی رہی اور مولانا حضرت شاہ رسول طالقانی قدس سرہٗ نے نقشبندیہ سے حصول طریقہ کے لئے تلاش جاری رکھی، اگرچہ تینوں سلاسل سے فیض لے چکے تھے، دوست احباب اور علماء کرام سے زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین امام المحققین حضرت سیدنا شمس الحق کوہستانی

کی روحانی شہرت وکمال کے چرچے سنے جن کی توجہ شریف سے مرجھائی ہوئی جانیں التفات حاصل کرتی تھیں، طلب حق اور تلاش مرشد میں چلتے چلتے حضرت کی خدمت اقدس میں پہنچ گئے۔

پہلی صحبت وتوجہ شریف نے ایسا اثر کیا کہ حضرت مولانا شمس الحق کے ہو کر رہ گئے۔

امام طریقہ خواجہ خواجگان نقشبندیہ فرماتے ہیں:

اول ماآخر ہر منتہی　　　　آخر ما جیب تمنا تہی

ہماری ابتداء اوروں کی انتہاء ہے اور ہماری انتہاء دامن آرزو خالی کر دیتی ہے۔

حضرت سے بیعت کی التجاء کی جس کو آپ مبارک قدس سرہٗ نے قبول فرمایا اور اپنی خدمت اقدس میں کچھ دن گزارنے کا اشارہ فرمایا، روزانہ کی لاجواب توجہ شریف وہ رنگ لائی جس کی تمنا تھی، حضرت نے بہت کم عرصہ میں تمام اسباق مکمل فرما کر درجہ کمال تک پہنچا دیا۔

ہر کجا چشمہ شیریں بود　　　　مردم ومرغ ومور گرد آئیند

اور باکمال بنا کر اجازت تلقین وتوجہ بھی فرمادی۔

طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں دوسرے سلسلوں کی نسبت پیروی سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم زیادہ ہے اور ترقی کا انحصار زیادہ تر اتباع سنت پر رکھا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ إِنْ كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ (آل عمران ۳۱)

ترجمہ: اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمان بردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

لہٰذا جو طریق سنت کی پیروی نہ کرے گا وہ ترقی سے محروم رہے گا۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"طریقہ ما محرومی نیست ہر کہ از طریقہ مارو گرداند خطرہ دین در روچرا کہ این طریقہ بعینہ طریقہ صحابہ کبار است"۔

ہمارے طریقے میں کسی کو محرومی نہیں ہے جو کوئی طریقہ سے منہ پھیر لے وہ جان لے کہ دین کے خطرہ میں ہے کیونکہ یہ طریقہ بالکل صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مطابق ہے۔

اور کامل و مکمل استاد کی رہنمائی کے بغیر یہ منزل بہت دشوار ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

کارِ بے استاد خواہی ساختن　　　جاہلانہ جاں بخواہی باختن

اگر استاد کے بغیر کام بنانا چاہے تو کامیابی ممکن نہیں بلکہ جاہلوں کی طرح اپنی جان پر کھیلنا پڑے گا۔

حضرت خواجہ خواجگان حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

نیست ممکن در رہِ عشق اے پسر　　　راہ برون بے دلیل راہبر

اے بیٹے راہ عشق میں یہ ممکن نہیں ہے کہ بغیر راہبر (پیر) راستہ پر چلا جا سکے۔

مزید عارف رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ہیچ چیزے خود بخود پیدا نہ شُد　　　ہیچ آھن خود بخود تیغ نہ شُد

کوئی چیز اپنے آپ پیدا نہیں ہوئی اور نہ کوئی لوہا خود بخود تلوار بنا۔

مولوی ہر گز نہ شُد مولائے روم　　　تا غلامِ شمس تبریزی نہ شُد

مولائے روم اس وقت تک مولوی نہ بن سکا جب تک وہ حضرت شمس تبریز کا غلام نہ بن گیا۔

مزید مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

پیر را بگذیں کہ بے پیر ایں فقیر　　　　ھست راہ پر آفت وخوف وخطر

اپنے لئے پیر و مرشد پکڑ کیونکہ بغیر پیر کامل و مکمل کے یہ سفر نہایت آشوب اور خطرناک ہے۔

دامن اُو گیر زور تر بے گماں　　　　تارہی از آفت آخر زماں

بلاشک وشبہ اس بندۂ خاص کا دامن جلد از جلد پکڑ، تاکہ تو اس آخری زمانہ کی آفتوں سے بچا رہے۔

حضرت شاہ رسول طالقانی قدس سرہٗ نے حضرت مولانا شمس الحق قدس سرہٗ کی صحبت اور روحانیت سے پورا پورا فائدہ حاصل کیا اور ان کی خدمت میں درجۂ کمال کو پہنچے۔ آپ مبارک کے حالات وواقعات اکثر حضرت مولانا باقی باللہ قدس سرہٗ سے ملتے جلتے ہیں اکثر آپ مبارک کی کیفیات اُن کی ہی طرح ہیں، لوگ نورِ ہدایت وخوشبو معطر اور معرفت کا حصول آپ کے وجود بابرکت سے حاصل کرتے ہیں۔ آپ کے مرشدِ گرامی نے آپ کو نورِ معرفت سے ایسا پہچانا کہ آپ مبارک کی لیاقت استعداد و قابلیت نامہ کی بنا پر دوسرے پرانے اور کئی سالوں سے زیر تربیت احباب طریقت سے پہلے اور بہت کم عرصہ میں خلافت سے سرفراز فرمایا۔

ہر اک نے تجھے اپنی نظر سے پہچانا　　　　جدا جدا ہے تیرا انداز دلربائی کا

حضرت شاہ رسول طالقانی قدس سرہٗ خلافت عطا ہونے کے واقعہ کو اس طرح خود بیان کرتے ہیں:

”میں اور میرے کامل و مکمل مرشد قدس سرہٗ ایک سفر میں جارہے تھے کہ آپ مبارک قدس سرہٗ گھوڑے پر سوار تھے اور ہم دوسرے لوگ پیدل جارہے تھے، آپ مبارک قدس سرہٗ نے فرمایا:

اے ملا! ذکر دیا کرو"، حالانکہ ابھی مولانا شاہ رسول طالقانی قدس سرہٗ کے تمام اسباق مکمل نہیں ہوئے تھے"۔

اس واقعہ سے آپ مبارک کی استعداد اور صلاحیتوں اور روحانی کمال اور مرشد کامل و مکمل کی خصوصی نظر عنایت کا واضح پتہ چلتا ہے۔

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا　　　　ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

اس کے بعد آپ نے منازل سلوک کو بہت جلد مکمل فرمایا اور آپ مبارک کے مرشد گرامی قدر نے سلوک و روحانیت کے تمام راستوں کو طے کروادیا۔ جب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مکمل ہو گیا اور تمام اسباق بھی منزل مقصود تک پہنچ گئے تو حضرت مولانا شمس الحق قدس سرہٗ نے آپ مبارک قدس سرہٗ کو تلقین و توجہ کی مکمل اجازت فرمادی مگر ارشادِ خط ابھی تک تحریری عطا نہیں فرمایا تھا کہ سلطان الاولیاء، قدوۃ السالکین، شمس العارفین مولانا شمس الحق کوہستانی کا ۱۳۵۰ھ میں انتقال ہو گیا تو حضرت کے اس جہانِ فانی سے رخصت ہونے کے بعد مولانا شاہ رسول قدس سرہٗ اپنے وطن تگاب شریف میں درس و تدریس میں مشغول ہو گئے اور طلباء کو علوم ظاہری و باطنی کے ساتھ مزین کرنے لگے جو بھی آپ مبارک کی زیر تربیت رہ کر دونوں علوم کی فضیلت سے بہرہ ور ہوتا تو وہ کندن بن کر مدرسہ سے نکلتا اور جو سالک ذکر و بیعت کی سعادت حاصل کرتا تو وہ جذب و کمال حاصل کر کے دوسرے لوگوں کو بھی سیراب کرنے لگ جاتا اس طرح آپ مبارک قدس سرہٗ کے مریدین اور مخلصین و احباب کی تعداد زور پکڑ گئی اور ایسا اضافہ شروع ہوا کہ ہر طرف ذکر و فکر وجد، حال و مستی شروع ہو گئی اس میں شک نہیں کہ جب آگ لگتی ہے تو دھواں ضرور اٹھتا ہے جیسے جیسے محبت کرنے والے بڑھتے گئے ساتھ ساتھ مخالفین کے دل بھی حسد کی آگ سے بھڑکتے گئے۔ آپ کے مریدین

وسالکین کے جذب وحالات بہت عجیب تھے، مستی حال وکیف اس طرح وارد تھا کہ جس طرف آپ کی نظر جاتی عاشقوں کو مرغ بسمل کی طرح تڑپاتی جاتی جب لوگوں کے سینے نگاہوں سے چرنے لگے تو حاسدوں نے شور شرابا شروع کر دیا کیونکہ آپ اپنے مرشد گرامی سے تحریرًا ارشاد خط حاصل نہیں کر سکے تھے۔ اس وجہ سے اس بات کو وجہ بنا کر حضرت کو نشانہ بنایا گیا کہ آپ بے خلافت اور ارشاد خط کے بغیر پیری مریدی کر رہے ہیں اس واقعہ کی خبر علاقہ کے افسر مجاز کو دی گئی کہ یہ مولوی بے سند پیری مریدی کر رہا ہے اور اس کے مریدوں کی ان کیفیات سے اہلیان شہر پریشان ہیں۔ یہ بات چلتے چلتے حضرت نور المشائخ قدس سرہٗ حضرات کابل تک پہنچی۔ حضرت کی عزت وکمال اور بزرگی دور دور تک پھیلی ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اعلیٰ ظرف اور بصیرت سے نوازا تھا۔

آپ نے مخالفین کی من گھڑت توہمات اور پروپیگنڈا دیکھا تو اپنے دست مبارک سے ارشاد خط تحریر فرما کر خدام کے ذریعے مولانا شاہ رسول طالقانی قدس سرہٗ کو ارسال کیا مگر مخالفین ارشاد خط کی وجہ سے آپ مبارک قدس سرہٗ کو پریشان نہیں کر رہے تھے وہ تو آپ مبارک کی عزت و کمال سے پریشان تھے۔ حضرت نے ارشاد خط قبول فرمایا اور حضرات نور المشائخ قدس سرہٗ کا شکریہ ادا کیا اور عرض کی کہ حضرت آپ کو جن حالات و واقعات کی خبر ہوئی ہے وہ حقیقت ہے یہ لوگ خود تو روحانیت و کمالات سے بے خبر ہیں ان کی اپنی توجہ میں یہ طاقت نہیں کہ کسی کو اپنی توجہ سے درجہ کمال تک عروج دے سکیں، یہ لوگ صرف پریشان کرنے کے لئے ایسی باتوں میں گرفتار ہیں۔

اب اگرچہ ارشاد خط کا اعتراض ختم ہو جانا چاہیئے تھا مگر مخالفین اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے اور اسی طرح دشمنی اور مخالفت پر اترتے رہے اور حسد کی آگ تھوڑی سی بھی سرد نہ ہوئی تو مولانا شاہ رسول طالقانی قدس سرہٗ نے سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم پر عمل کرتے ہوئے وہاں

سے ہجرت فرمانے کا ارادہ فرمایا اور وطن چھوڑ کر طالقان کے علاقہ میں تشریف لے آئے اور یہاں علوم ظاہری و باطنی کے ارشاد کا کام زور و شور سے شروع فرمایا، سلوک کی تربیت کے ساتھ ساتھ اخلاق نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تربیت و احباب طریقت کو منور فرماتے رہے اور درس و تدریس کو بھی ترک نہ فرمایا آخری عمر تک طالقان کی سرزمین پر آنیوالے عاشقین کی عشق و محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم اور روحانی وجسمانی تعلیمات اور دونوں علوم کی روشنی سے روحانی تربیت فرمائی اور باقی تمام عمر کا حصہ اسی جگہ پر گزارا اور لوگ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی تعلیم و تربیت سے مستفیض ہوتے رہے۔

جیسا کہ مولانا جامی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

نقشبندیہ عجب قافلہ سالاراند   کہ برند از رہ پنہا محرم قافلہ را

حضرات نقشبندیہ عجیب قافلہ کے سالار ہیں کہ پوشیدہ طور پر اپنے طلبہ کو حرم میں لے جاتے ہیں۔

از دل سالک رہ جاذبہ محبت شاں   می برد وسوسۂ خلوت فکر چلہ را

سالک کے دل سے ان کی محبت کی کشش خلوت کے خیال اور چلہ کی فکر کو مٹا دیتی ہے۔

تو نقش نقش بنداں راچہ دانی   تو شکل پیکر جاں راچہ دانی

تو نقش نقشبنداں کو کیا جانے تو جان کے جسم کی شکل کو کیا جانے۔

گیاہ سبزہ داند قدر باراں   تو خشکی قدر باراں راچہ دانی

تو خشک ہے بارش کی قدر کیا جانے سبز گھاس بارش کی قدر جانتی ہے۔

ہنوز از کفر ایمانت خبر نیست   حقالقائے ایمان راچہ دانی

ابھی تجھے کفر و ایمان کی ہی خبر نہیں ہے، تو بھلا کمالات ایمان کو کیا جانے۔

بالآخر ۱۳۶۰ھ میں جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے مقام امامت سے سرفراز تو آپ سیدنا و مولانا شاہ رسول طالقانی قدس سرہٗ نے اس دار فانی کو الوداع کہا۔

قیوم زماں حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہٗ

عطار ہو، رومی ہو، سعدی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

تاریخ عالم شاہد ہے کہ ہر دور، زمانہ اور صدی میں کوئی نہ کوئی ایسی ہستی ضرور ہوتی ہے جو اپنی نظیر آپ ہوتی ہے، اور اس کے رخصت ہونے سے کبھی نہ پر ہونے والا خلا پیدا ہو جاتا ہے اور پھر چشم عالم اس جیسی ہستی کا مشاہدہ کرنے کے لئے عرصہ دراز تک انتظار کرتی ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ان ہی دیدہ وروں میں سے ایک ہستی جن کی دید کو آج دنیا ترستی ہے فرید عصر صاحب خوارق و معارف عالم الوریٰ ولی کامل و مکمل محبوب ذات سبحانی مجاہد ملت اسلامیہ چراغ خانوادۂ ولایت فخر اہلسنت نائب تاجدار طالقان حضرت شاہ رسول طالقانی قدس سرہٗ سیدنا و مولانا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہٗ المعروف مولوی بزرگ ہیں۔

آپ قدس سرہٗ کی ولادت سمنگان میں ہوئی آپ پچیس برس کی عمر میں ظاہری علوم کے حصول کے لئے گھر سے نکلے اور تمام مروجہ علوم و فنون ایک سال اور دو ماہ میں مکمل فرمائے۔ آپ قرآن کریم کی تلاوت کی طرح روزانہ بخاری کے پچیس چھبیس اوراق کی تلاوت فرماتے۔ طالب علمی کے دور میں کبھی کبھی آپ تگاب شریف نامی قریہ میں تشریف لے جاتے، وہاں فرید دوراں شیخ المشائخ حضرت مولانا سلطان تگابی قدس سرہٗ کا مزار شریف تھا جو اپنے زمانے کے فرید عصر اور صاحب خوارق کثیرہ تھے، اور ان کی کئی کرامات بعد از وصال بھی مشہور تھیں اور مولانا صاحب مبارک

قدس سرہٗ اکثر ان کے مزار شریف پر حاضری دیا کرتے تھے۔ حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت سلطان محمد تگابی قدس سرہٗ کے تمام علوم مجھے عطا ہو گئے اور اس خواب کے بعد مجھ پر علوم و معارف اور فنون کے دروازے کھلتے چلے گئے۔ جس کتاب پر میں نظر کرتا تو اس کے مطالعے میں مجھے کوئی دقت محسوس نہ ہوتی اور میں کتاب کی تہہ تک پہنچ جاتا۔

در مدرسہ ہائے کشور غیب   تحصیل نمودہ علم لاریب

آپ مبارک کے علمی و ادبی حلقوں میں مقام کو سمجھنے کے لئے آپ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے جنہیں حتی المقدور انداز میں قارئین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ آپ مبارک قدس سرہٗ نے صرف و نحو کی تعلیم کا آغاز اپنے زمانہ کے بڑے بڑے قابل علماء سے کیا اور انہیں سے علوم کا اختتام ہوا یہاں تک کہ آپ آسمان علم و تحقیق کے آفتاب بن کر چمکے۔ آپ مبارک کو تلاوت کلام پاک سے از حد محبت تھی۔ آپ مبارک ۵ گھنٹوں میں مکمل قرآن کریم کی تلاوت فرمالیا کرتے۔ آپ قرآن کریم کے اٹھارہ پاروں کے حافظ تھے۔ جب تلاوت فرماتے تو آنکھیں اشکبار ہو جاتیں۔ آپ نے صیام داؤدی کے مطابق روزے رکھے کیونکہ سیدنا داؤد علیہ السلام نے پانچ سال روزے رکھے تھے۔

بیعت و ذکر

آپ مبارک نے اپنے وقت کے عظیم المرتبت شیخ سلطان الاولیاء، شمس العارفین سراج السالکین حضرت مولانا شاہ رسول طالقانی قدس سرہٗ سے بیعت اور ذکر حاصل کیا۔ آپ نے بہت کم وقت میں اپنے شیخ کامل و مکمل کی صحبت میں رہ کر کمال حاصل کیا اور حضرت شاہ رسول طالقانی قدس

سرہٗ کے مریدوں اور خلفاء کرام میں بہت بلند مقام حاصل کیا۔ حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہٗ کی وجہ سے حضرت مولانا شاہ رسول طالقانی قدس سرہٗ کے سلسلہ طریقت کو بہت عروج حاصل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ بہاریں عطا فرمائیں۔

چمن میں پھول کا کھلنا تو کوئی بات نہیں
رہے وہ پھول جو گلشن بنائے صحرا کو

کوئی آدمی جب مولانا صاحب مبارک کی صحبت میں آ بیٹھتا تو آپ مبارک کی کمال توجہ کی برکت سے بہت جلد مقام ولایت پر سرفراز ہو جاتا، گویا کہ آپ مبارک کی محفل اولیاء کرام کی مجلس ہوا کرتی تھی۔ اگر آپ مبارک کسی بھی عالم دین سے گفتگو فرماتے تو وہ عالم خود کو علوم سے عاری اور اپنے آپ کو محض عوام سمجھتا کیونکہ آپ مبارک دقائق اور معارف اکثر قرآن عظیم الشان اور احادیث مبارکہ کی نصوص سے بیان فرماتے تھے اور سامعین تو حالتِ اضطراب میں رہ جاتے۔

کرامات

آپ مبارک صاحبِ خوارق و کرامات تھے، ایک مرتبہ آپ کا ایک مرید اپنی کمزور بچی سمیت سیلاب کے پانی میں گر گیا، بے یار و مددگار ہونے کی وجہ سے کبھی کسی پتھر پر ہاتھ ڈالتا اور کبھی کسی جھاڑی پر۔ اچانک اس کے دل میں مولانا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہٗ کی یاد موجزن ہوئی تو اس نے آپ مبارک کو پکارا، اس کے سامنے ایک ہاتھ برآمد ہوا جس نے انہیں خشکی پر پہنچا دیا۔

اسی طرح عبدالرزاق نامی شخص جو "بزکشی" (بزکشی ایک کھیل ہے جو افغانستان میں کھیلا جاتا ہے) کھیلتا تھا۔ دوران کھیل اچانک زین سمیت گھوڑے کی کمر سے پیٹ کی طرف پھسل کر لٹک گیا، اگر گر جاتا تو گھوڑے کے پاؤں تلے روندا جاتا۔ اس نے اس پریشانی کی حالت میں سرکار مولانا صاحب

قدس سرہٗ کو یاد کیا تو ایک غیبی ہاتھ ظاہر ہوا اور اس کو زین سمیت اوپر کر دیا۔ جب یہ واقعہ عبد الرزاق نے مولانا صاحب مبارک قدس سرہٗ کے مریدوں اور عقیدت مندوں سے ذکر کیا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی کہ فلاں دن ہم نے حضرت مولانا صاحب مبارک قدس سرہٗ کو "عبد الرزاق" فرماتے سنا تھا۔ اور ہم اس وقت حیران ہوئے کہ حضرت مولانا صاحب کس کو بلا رہے ہیں؟

ان کے علاوہ اور بہت سی کرامات ہیں جن کو یکجا کیا جائے تو ایک مبسوط کتاب بنے گی۔

آپ مبارک لباس فاخرہ عمدہ پہنتے تھے۔ خصوصاً آپ سیاہ اور سبز دستار پسند فرماتے تھے۔

از درون شد آشنا واز برون بیگانہ شد
کایں چنین زیبا روش کم می بود اندر جہاں

حضرت مولانا شاہ رسول طالقانی قدس سرہٗ کی وفات کے بعد آپ کامل و مکمل اشخاص کی تلاش میں مختلف مزاروں پر گئے اور مشائخ کبار علیہم الرحمہ سے ملاقاتیں کیں، مگر دل کو تسلی نہ ہوئی۔ جو چیز آپ مبارک کو قبلہ شاہ رسول طالقانی قدس سرہٗ سے حاصل ہوئی تھی اس کا دوسری جگہ عشر عشیر بھی نظر نہ آیا۔ دل کی تمنا تھی کہ شاہ صاحب قدس سرہٗ جیسا شخص دوبارہ مل جائے اور اس سے فیض حاصل کر کے روحانیت کی پیاس مزید بجھائی جائے، مگر ایسا کہیں نظر نہیں آیا۔ ایک بات قابل غور ہے کہ حضرت مولانا ہاشم سمنگانی اور سیدنا اخندزادہ سیف الرحمٰن صاحب مبارک قدس سرہٗ آپس میں پیر بھائی تھے۔ مولانا صاحب مبارک قدس سرہٗ نے سلاسل اربعہ کا مروجہ سلوک حضرت شاہ رسول طالقانی قدس سرہٗ سے مکمل کیا تھا مگر سرکار اخندزادہ صاحب مبارک قدس سرہٗ ابھی ابتدائی سلوک میں تھے کہ حضرت شاہ رسول طالقانی قدس سرہٗ کا انتقال ہو گیا۔ اس وجہ سے سرکار اخندزادہ صاحب مبارک قدس سرہٗ نے شاہ صاحب قدس سرہٗ کے بعد حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہٗ

کی طرف رجوع کیا۔ اگرچہ سلسلہ نقشبندیہ میں پانچ لطائف جاری ہو گئے تھے، مگر باقی سلاسل کے ساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بھی تمام اسباق و مراقبات مکمل کئے۔

سرکار اخندزادہ صاحب مبارک قدس سرہٗ تو شاہ صاحب کے انتقال کے بعد مولانا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہٗ سے مل گئے مگر مولانا صاحب قدس سرہٗ کو شاہ صاحب کے بعد ایسا شخص نہیں ملا۔ حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہٗ نے اپنی زندگی کے آخری چند سال طریقت و ارشاد کا کام کیا مگر ہر کس و ناکس کو آپ فوراً بیعت نہیں فرماتے تھے اور آنے والے سالک کو ایک ہی نظر میں مکمل پڑھ لیتے تھے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور الله عزوجل۔

مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔

خلفاء کرام

حضرت مولانا ہاشم سمنگانی قدس سرہٗ کے خلفاء کی تعداد تیس کے قریب تھی وہ خلافت عطا کرنے میں جلدی نہیں فرماتے تھے اور اسباق بھی وقت کے ساتھ تبدیل کرتے تھے۔ آپ مبارک قدس سرہٗ کی صحبت بہت پُر اثر ہوا کرتی تھی، جو آتا اس میں گم ہو جاتا اور اس کا آپ کی صحبت سے جانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ صرف وہ لوگ جو دنیاوی نام و نمود کو پسند کرتے وہ آپ کی صحبت سے کچھ حاصل نہ کرتے۔

"قدر ایں می ندانی بخدا تانہ بخشی"

جب تک کسی چیز کو چکھا نہ جائے اس کا ذائقہ معلوم نہیں ہوتا۔

اکثر اوقات جس طرح لوگ عام مشائخ کبار کو تحفہ دیتے یا خدمت کرتے ہیں تو آپ کی بھی معتقدین خدمت کرتے تو آپ فوراً اسی وقت غرباء اور مساکین میں تقسیم فرمادیتے تھے۔ آپ نے کبھی دنیا کی زیب وزینت کو اپنے اوپر سوار نہ ہونے دیا اور اسے کوڑی کے برابر بھی اہمیت نہ دی۔ آپ کے قریبی احباب جانتے ہیں کہ آپ مبارک نے مال و دولت کو اپنے لئے کبھی بھی جمع نہیں فرمایا، بلکہ اکثر اوقات اسے غرباء و مساکین میں تقسیم فرما دیا۔ میرے مرشد گرامی حضرت سیدنا اخندزادہ صاحب مبارک قدس سرہٗ نے مال کی تقسیم کی بابت بہت عمدہ جملہ استعمال فرمایا کہ "نہ طمع، نہ جمع، نہ منع" کوئی لے آئے تو لالچ نہیں، آجائے تو جمع نہیں، کیونکہ مال جمع کرنا فقر نہیں، اور اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے تحفہ دیتا ہے تو سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہے کہ صدق دل سے اسے قبول کیا جائے اور اسے ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ حضرت قیوم زماں سیدنا و مرشدنا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہٗ کا یہی طریقہ کار تھا۔

حضرت اخندزادہ صاحب مبارک قدس سرہٗ کا سینہ مبارک جو مولانا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہٗ کی سخاوت سے سیراب ہوا اور سرکار اخندزادہ مبارک قدس سرہٗ نے اپنے اٹھارہ ہزار خلفاء کو سیراب کرکے ایسی جماعت تیار کی ہے جس سے ایک جہاں فیض یاب ہو رہا ہے اور دن بدن اس سلسلے کو عروج واقع ہو رہا ہے۔

حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہٗ کو علومِ معارف اور تصوف میں ایسی مہارت حاصل تھی کہ جو حقائق و معارف آپ کے پاس تھی وہ دوسرے ہم عصر علماء و مشائخ کو حاصل نہ تھے۔ خصوصًا آپ مبارک کو مکتوبات امام ربانی اور مثنوی شریف مولانا روم میں بہت مہارت حاصل تھی۔

وفات

آپ اکثر و بیشتر بیمار رہتے اور مختلف قسم کی بیماریاں اور امراض آپ کو لاحق تھے۔ مگر آنے والے سائل توجہ اور فیوض و برکات سے ضرور نوازے جاتے۔ جب آپ کی عمر ۴۲ سال ہوئی تو تکالیف مزید بڑھ گئیں۔ آپ کو ٹی بی اور تپ دق کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ علاج کی غرض سے آپ پاکستان تشریف لائے مگر بقضائے الٰہی ۹ شوال المکرم ۱۳۹۱ھ کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

آپ کے خلفائے کرام میں سے حضرت سیدنا و مرشدنا اخندزادہ سیف الرحمٰن المعروف پیر ارچی و خراسانی قدس سرہٗ ہیں جن کے بارے میں حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہٗ نے خط میں تحریر فرمایا "مقبوله مقبولی و مردوده مردودی" (جو ان کی نظر میں مقبول ہے وہ میرے نزدیک بھی مقبول ہے اور جو ان کے نزدیک مردود ہے وہ میرے نزدیک بھی مردود ہے) ایک اور مکتوب میں فرمایا "ردیف کمالاتم" اور ساتھ شعر تحریر فرمائے جن کا مطلب ہے کہ تم میرا خط پڑھو تو گریہ وزاری کرو کیونکہ جس وقت میں نے خط تحریر کیا تھا تو میں بھی رویا تھا۔

لوگوں میرے دوست کو سلام پہنچاؤ
میری طرف سے تمہیں سینکڑوں سلام ہوں

اولادِ امجاد

آپ مبارک نے دو شادیاں فرمائیں پہلی شادی مرزا حضرت کی بیٹی کے ساتھ اور دوسری شادی حضرت اخندزادہ مبارک کے بڑے بھائی بادشاہ لالہ مولانا عبد الباسط رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بیٹی کے ساتھ۔ پہلی بیوی سے دو صاحبزادے پیدا ہوئے، اور دوسری بیوی سے اللہ تعالیٰ نے ایک صاحبزادی

عطاء فرمائی جس کا نام بی بی فاطمہ ہے۔ آپ اخندزادہ صاحب مبارک قدس سرہٗ کے بھائی کی نواسی ہیں اور ان کی والدہ محترمہ اور مخدوم زادہ حضرت حیدری صاحب مبارک أطال اللہ حیاتہٗ جو سرکار مبارک صاحب قدس سرہٗ کے بڑے بیٹے ہیں دونوں ہمشیر ہیں یعنی دودھ کے بہن بھائی ہیں۔ اس لحاظ سے قبلہ حیدری صاحب مبارک قدس سرہٗ مولانا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہٗ کی دخترِ نیک اختر کے ماموں لگے اور اخندزادہ صاحب مبارک قدس سرہٗ کی پہلی زوجہ کی تمام اولاد ان کی خالائیں اور ماموں ہوئے اس وجہ سے محترم بی بی فاطمہ، سرکار اخندزادہ صاحب مبارک قدس سرہٗ کے گھر میں زیادہ جاتی ہیں۔

قیوم زماں حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہٗ کا عرس ہر سال ۹ شوال المکرم کو آستانہ عالیہ سیفیہ فقیر آباد لکھوڈیر میں بڑے جوش و خروش سے منایا جاتا ہے۔

(تذکرہ مشائخ سیفیہ، ص ۱۵۸ تا ص ۱۹۷)

مختصر تعارف

مجددِ دوران، محبوبِ سبحان، امامِ خراسان

پیرِ ارچی حضرت خواجہ سیف الرحمٰن اخندزادہ صاحب مبارکؒ

نامِ نامی اسمِ گرامی

آپ مبارک علیہ الرحمۃ کا اسمِ محضہ سیف الرحمٰن ہے، کنیت لکھنے میں ابوحمید جبکہ کہنے میں ابوحبیب ہے۔ سلسلے میں آپ حضرت مبارک صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں، افغانستان کے علماء و مشائخ آپ کو اخُندزادہ صاحب کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اخون زادہ استاد یا معلم کے بیٹے کے لئے بولا جاتا ہے۔ یہ لفظ (اخون) وسطی ایشیا میں علماء کے لئے کہا جاتا ہے، جس سے مراد ایک مخصوص دینی منصب ہوتا ہے۔ مشرقی ترکستان میں لفظ "آفندی" اس کی جگہ استعمال ہوتا ہے، جس سے مراد بلند مرتبہ علماء ہوتے ہیں۔ (اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ)

تاریخ اولیاء میں ابوالاسفار علی محمد البلخی تحریر فرماتے ہیں کہ یہ لفظ فارسی میں "آخوند" تحریر کیا جاتا ہے اور افغانی زبان میں "اخون" کہتے ہیں جو کہ کثرت استعمال کی وجہ سے "آخوند" سے "اخُند" ہو گیا ہے۔

آپ مبارک صاحب علیہ الرحمۃ اپنے نام کے ساتھ امضاء (دستخط) میں فقیر لکھتے تھے اور علماءِ وقت نے آپ کو مجددِ عصر، قیوم زمان، قطب الارشاد، شیخ المشائخ وغیرہ کے القابات سے یاد کیا ہے۔

وطنِ اصلی کے اعتبار سے آپ کو پیر ارچی خراسانی کہہ کر بھی یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کے اہل و عیال (بچے، پوتے اور نواسے وغیرہ) آپ کو دادا مبارک کہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے

آپ کے دربار میں وقت گزارا، آپ کے عیال کے قریب رہے تو وہ بھی آپ کو دادا مبارک یا دادا جان سے یاد کرتے ہیں۔

والدِ گرامی

آپ کے والد گرامی قدر کا نام قاری سرفراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھا جو ایک نیک سیرت انسان تھے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں وقت کے عظیم شیخ، فخر کشمیر، عاشق رسول حاجی محمد امین بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (حاجی آباد، عمر زئی چارسدہ، خیبر پختون خواہ) کے مرید تھے۔ آپ علیہ الرحمۃ کا مزید نسب نامہ کچھ یوں ہے۔

سیف الرحمٰن بن قاری سرفراز خان بن محمد حیدر بن محمد علی بن نور علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

آپ کا تعلق پٹھانوں کے مشہور قبیلہ مہمند سے تھا جو کہ افغانستان و پاکستان کی سرحد پر دونوں طرف آباد ہیں۔

پیدائش

آپ کی ولادت باسعادت افغانستان کے صوبہ ننگرہار کے علاقے جلال آباد شہر سے تقریباً بیس کلومیٹر دور جنوب کی طرف واقع گاؤں کوٹ باباکلی میں ہوئی۔ آپ کی سن پیدائش میں اختلاف ہے مگر بقول اشہر (مشہور تر) ۱۳۴۹ھ ہے۔

ابتدائی حالات

والدہ محترمہ کی رحلت

آپ کے عہد طفولیت ہی میں آپ کی والدہ صاحبہ کا انتقال سن ۱۳۵۷ ہجری میں ہوا۔اس وقت والدہ محترمہ قندوز میں تھیں جبکہ آپ علیہ الرحمۃ آٹھ سال کی عمر کے تھے اور ایک اور روایت کے مطابق والدہ کی وفات کے وقت آپ علیہ الرحمۃ کی عمر مبارک بارہ سال کی تھی (یہی اختلاف آپ کی تاریخ پیدائش میں بھی موجود ہے) آپ کی والدہ محترمہ کا مدفن قندوز میں ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے والدہ کی بہت دعائیں لی ہیں،والدہ اکثر بیمار رہا کرتی تھیں، میں ان کی خدمت کرتا،وہ مجھے دعائیں دیتیں۔ فرماتیں کہ خدا تمہیں ولیوں کا سردار بنائے۔والدہ کو دوائیں پلاتا، جلانے کے لئے لکڑیاں لاتا، چھوٹے بھائی کی تمام خدمت بھی میں ہی کرتا جبکہ مجھ سے بڑے بھائی اپنے کاموں میں مصروف ہوتے تھے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر والدہ کے صبح و شام میرے لئے دعاؤں میں ہی گزرا کرتے تھے۔[271]

آپ مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بچپن

چونکہ آپ علیہ الرحمۃ اویسی یعنی مادرزاد ولی اللہ تھے، لہٰذا بچپن سے ہی صاحبِ کشف و مشاہدہ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود فرماتے تھے میں چھوٹا ہوتے ہوئے کون و مکان اور جنت و دوزخ کا

---

271 جانشینِ امامِ خراسانی حیدری صاحب مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرمان کے مطابق حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ کی والدہ محترمہ کا قندوز میں جانا نہیں ہوا بلکہ انہوں نے کوٹ جلال آباد میں وفات پوئی اور وہیں پر ان کی تدفین کی گئی، البتہ آپ کے والد محترم کا مدفن قندوز ہے۔

(بحوالہ تذکرہ ابو حبیب از مولانا مہرداد سلطانی سیفی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

مشاہدہ کیا کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ کی عجیب و غریب مخلوق جو دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ ہوتی، میں دیکھا کرتا تھا۔

آپ مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بھائی

آپ کے چار بھائی تھے:

۱)سب سے بڑے بھائی کا نام مولانا عبد الباسط المعروف باچالالا تھا جو کہ آپ کے ابتدائی اساتذہ میں سے بھی تھے جن سے آپ نے بوستان تک اسباق پڑھے تھے۔

۲)دوسرے بڑے بھائی کا نام مولانا محمد صادق تھا۔

۳) تیسرے آپ سے چھوٹے بھائی فضل الرحمٰن المعروف معاون صاحب تھے جو کہ جہادِ افغانستان کے ابتدائی دور میں روسی افواج کے ہاتھوں شہید ہو چکے تھے۔[272]

۴)چوتھے سب سے چھوٹے بھائی کا نام مفتی غلام الرحمٰن صاحب المعروف مولوی کاکا ہے (جو کہ بقید حیات ہیں)۔

تعلیم و تربیت

آپ علیہ الرحمۃ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار قاری سرفراز خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کی۔ ان کے علاوہ اپنے وقت و دیار کے دیگر علمائے ذی وقار سے بھی استفادہ کیا۔ علوم و فنون میں ترقی پانے کے لئے مختلف علاقوں کا سفر کیا جن میں افغانستان کے علاوہ پاکستان کے علاقہ پشاور میں بھی متعدد علمائے کرام کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

---

272 حضرت حیدری صاحب مبارک علیہ الرحمۃ کے فرمان کے مطابق وہ حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ سے عمر میں بڑے تھے۔

(بحوالہ تذکرہ ابو حبیب از مولانا مہرداد سلطانی سیفی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آپ کے چند اساتذہ کے نام درج ذیل ہیں:

۱)حضرت مولانا محمد آدم خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (آمازو گڑھی)

۲) شیخ القرآن حضرت محمد اسلام بابا صاحب(کوٹ بابا کلی)

۳)حضرت مولانا محمد ولید صاحب

۴)ولی محمد اسلم صاحب(کوٹ حیدر خیل)

۵)مولانا محمد حسین صاحب مترانی

۶)مولانا محمد فقیر صاحب(فرید کلا جات سرہ غونڈے)

۷)مولانا عبد الباسط صاحب(بڑے بھائی)

۸)مولانا سید عبد اللہ شاہ صاحب

۹)وزیر ملا صاحب(کوٹ حیدر خیل)

ان اساتذہ کے علاوہ دیگر ذی علم شخصیات سے بھی آپ نے صرف و نحو، تفسیر و اصولِ تفسیر، حدیث و اصولِ حدیث، فقہ و اصولِ فقہ، تجوید و قرأت اور عقائد میں کامل دسترس حاصل کی، بالخصوص آپ کو فقہ حنفی اور اصول فقہ پر مکمل دست گاہ تھی جس کا اندازہ آپ سے پوچھے گئے سوالات کے جوابات پڑھ کر بخوبی ہو جاتا ہے۔

مبارک صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ازدواجی زندگی

حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ کے کل سات نکاح ہوئے تھے تاہم وصال کے وقت تک آپ کے عقد میں چار ازواج رہیں۔ اولاد کی نعمت، اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ الرحمۃ کو چار بیویوں سے عطا فرمائی۔

اولادِ امجاد

اللہ تعالیٰ نے ہر نعمت کی طرح اولاد کی نعمت سے بھی حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ کو وافر حصہ عطا فرمایا ہے۔ آپ کی اولاد میں تیرہ صاحبزادے اور سات صاحبزادیاں ہیں۔

صاحبزادگان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ علامہ محمد سعید حیدری سیفی صاحب مبارک (جانشین حضرت مبارک علیہ الرحمۃ)

۲۔ شیخ الحدیث علامہ محمد حمید جان سیفی صاحب مبارک

۳۔ مولانا عبد الباقی جان سیفی صاحب مبارک

۴۔ قاری و حافظ علامہ محمد حبیب جان سیفی صاحب مبارک

۵۔ علامہ احمد سعید یار جان سیفی صاحب مبارک

یہ پانچوں شاہزادے حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کی پہلی زوجہ محترمہ سے ہیں جو افغانستان کی ایک نامور شخصیت "ملک عطاء خان" کی صاحبزادی ہیں۔

۶۔ قاری و حافظ مولانا احمد حسین سیفی صاحب مبارک

۷۔ مولانا احمد حسن سیفی صاحب مبارک

۸۔ محمد محسن سیفی صاحب مبارک

آپ علیہ الرحمۃ کے یہ تین شاہزادے ان زوجہ محترمہ سے ہیں جو سیدہ ہیں اور آپ کے کبار خلفاء میں سے ایک خلیفہ حضرت مولانا سید جعفر باچا صاحب شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صاحبزادی ہیں۔

۹۔ محمد صفی اللہ سیفی صاحب مبارک

۱۰۔ محمد سیف اللہ سیفی صاحب مبارک

یہ دونوں شاہزادے آپ کے خلیفہٴ اعظم وردیف الکمالات محمد شاہ روحانی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نواسے ہیں۔

۱۱۔ محمد نجیب اللہ سیفی صاحب مباک

۱۲۔ محمد حبیب اللہ سیفی صاحب مبارک

۱۳۔ محمد حسین اللہ سیفی صاحب مبارک

یہ تینوں شاہزادے آپ علیہ الرحمۃ کے محترم خلیفہ صوفی کندل صاحب علیہ الرحمۃ کے نواسے ہیں۔

آپ علیہ الرحمۃ کے داماد

۱۔ حاجی خلیل سیفی صاحب مبارک

۲۔ مُلا اِنظر گل صاحب مبارک

۳۔ مولانا احمد مبین سیفی صاحب مبارک

۴۔ صاحبزادہ قاری روح اللہ سیفی صاحب مبارک بن حضرت محمد شاہ روحانی صاحب مبارک علیہ الرحمۃ

۵۔ صوفی عبدالرحمٰن سیفی صاحب مبارک

۶۔ صاحبزادہ سید محمد طاہر علی شاہ جیلانی سیفی بن حضرت سید نور علی شاہ جیلانی سیفی صاحب مبارک دامت برکاتہ

۷۔ صاحبزادہ سید محمد انور علی شاہ سیفی صاحب مبارک بن حضرت سید نور علی شاہ جیلانی سیفی صاحب مبارک دامت برکاتہ

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مشائخِ عظام

حضرت شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سن ۱۳۷۳ھ میں جب حکومتِ افغانستان کی طرف سے آپ اور آپ کے بھائیوں کو دشتِ ارچی، قندوز میں غیر آباد زمین ملی تو آپ نے اس زمین کو قابلِ کاشت بنایا۔ وہاں پر رہائش کے لیے گھر آباد کیا، ساتھ ہی ایک مسجد بھی بنائی۔ وہ علاقہ مرورِ ایام کے ساتھ ایک بستی بن گئی جسے سرہ مٹہ کا نام دیا گیا۔ حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ کچھ عرصہ تک اسی علاقے میں درس و تدریس کے راستے سے دینِ متین کی خدمت میں مشغول رہے۔ یہ زمانہ شیخ المشائخ حضرت علامہ مولانا شاہ رسول طالقانی علیہ الرحمۃ کی شہرت کا تھا جو مریدین کی تربیت میں امتیازی شان کے حامل تھے۔ مرجع عوام و خواص تھے حضرت مولانا شاہ رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قرب و جوار کے علاقوں میں مریدین کی دعوت پر تشریف لے جایا کرتے تھے، اسی سلسلہ میں آپ علیہ الرحمۃ کا آنا قندوز دشت ارچی بھی ہوتا تھا۔ دشتِ ارچی میں چونکہ حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کی سکونت تھی، مولانا شاہ رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وہاں تشریف لانے پر حضرت مبارک علیہ الرحمۃ نے ان سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور ان کی صحبت سے سرفراز ہوتے رہے، حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ کی پیشانی میں وسیع استعداد اور عظیم کمال کی نشانی کی جھلک دیکھ کر مولانا شاہ رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کو سلوک کی رغبت دلاتے، اسی طرح حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ مولانا شاہ رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مانوس ہوئے اور ان کی محبت و بزرگی نے آپ علیہ الرحمۃ کے دل میں جگہ بنائی۔

حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ اسی اثناء میں ایک مرتبہ آپ مولانا شاہ رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے چار رکعت نماز کی امامت کے لئے آگے کر دیا اور خود مسافر ہونے کے عذر کو پیش کر دیا۔ جب میں نماز پڑھارہا تھا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے غوث وقت نے میرے پیچھے اقتداء کی ہے۔ جب مغرب کی نماز کا وقت آیا تو میں نے ان سے نماز پڑھانے کے لئے عرض کی، چونکہ تین رکعتیں نماز تھیں اور عذر سفر نہیں تھا لہٰذا آپ علیہ الرحمۃ نے نماز مغرب پڑھائی، دورانِ نماز مجھ پر گریہ (رونے کی کیفیت) طاری ہوا۔ اور میں نے یقین کر لیا کہ واقعی میں میں نے غوثِ زماں کے پیچھے اقتداء کی ہے۔

انہی دنوں کا واقعہ ہے کہ حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ کا ایک شاگرد تھا جو مولانا شاہ رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدین میں سے تھا، اس نے حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ کی کوئی بے ادبی کی تھی، تو مبارک علیہ الرحمۃ نے اس کو عاق کر دیا تھا۔ جب مولانا شاہ رسول علیہ الرحمۃ کا قندوز آنا ہوا تو اس بندے نے آپ کے حضور مبارک علیہ الرحمۃ کی شکایت کی جس پر انہوں نے حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ:

"اخندزادہ صاحب! آپ اس شخص کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں جس نے بے ادبی کی اور اس کو عاق نہیں کیا گیا ہو؟" آپ علیہ الرحمۃ نے عرض کیا کہ "وہ عاق ہے"۔ پھر مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: "اور اس شخص کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں کہ جس نے بے ادبی نہیں کی اور اسے عاق کیا گیا ہو؟" آپ علیہ الرحمۃ نے عرض کی: "اس کو عاق کرنے سے کوئی نقصان نہیں ہوتا"۔

حضرت شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ "جب معاملہ ایسا ہے تو پھر معاف کر دیا کریں، اس لئے کہ معاف کرنا اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے" تو مبارک علیہ الرحمۃ نے اس شاگرد کو معاف کر دیا۔[273]

جب حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ کا دل مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولایت اور بزرگی پر مطمئن ہوا تو ان سے طلبِ تلقین کی۔ یہ سن ۱۳۸۱ھ کا زمانہ تھا۔ اس وقت حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ کی عمر ۳۲ سال تھی کہ آپ حضرت شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت ہوئے۔

آپ مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیرِ تربیت شغلِ باطن میں مصروف رہے، مگر ابھی آپ علیہ الرحمۃ پہلے ہی سبق میں تھے کہ حضرت شاہ رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دنیائے فانی کو الوداع کہہ گئے۔

حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ مولانا شاہ رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد میں نے آپ کے صاحبزادے اخندزادہ عبید اللہ کو دعوت دی اور جب تبدیلی ذکر کے لیے ان کے قریب ہوا، انھوں نے میرے لطیفۂ روح پر اپنی انگلی رکھی تو میرے پانچوں لطائف

---

273 بفرمان حیدری صاحب مبارک علیہ الرحمۃ، یہ واقعہ مولوی عبد الرحمٰن صاحب کا ہے جو کہ مولوی محمد رحمٰن، مولوی نور رحمٰن اور مولوی گل رحمٰن صاحبان کے والد تھے اور حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کے شاگرد تھے۔ انہوں نے کسی بات میں حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کے ساتھ تکرار کی جس پر مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے ان سے فرمایا کہ مخالفت اور بے ادبی نہ کرو ورنہ عاق ہو جاؤ گے۔ یعنی ان کو عاق نہیں کیا تھا بلکہ صرف تنبیہ کی تھی لیکن وہ سمجھے کہ حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے ان کو عاق کر دیا ہے، لہٰذا طالقان جا کر انہوں نے مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کیا کہ میرے استاد اخندزادہ صاحب نے مجھے عاق کر دیا ہے۔
(بحوالہ تذکرہ ابو حبیب از مولانا مہر داد سلطانی سیفی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

سر دپڑ گئے، حالانکہ مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ سے مجھے لطائف میں گرمی اور حرارت محسوس ہوئی تھی۔

(راقم الحروف کہتا ہے کہ) حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ ناقصین کی صحبت کے نقصانات اور ان سے بچنے کے بیان میں یہ واقعہ اکثر بیان فرماتے تھے اور کہتے کہ چونکہ اخندزادہ عبید اللہ صاحب نے کمالاتِ باطنیہ کا کسب نہیں کیا تھا اور ناقص تھے، اس وجہ سے ان کے میرے لطیفۂ رُوح پر انگلی رکھنے کا نقصان آج بھی میں لطیفۂ رُوح میں محسوس کر رہا ہوں۔

مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے بعد آپ آئندہ کے معاملاتِ سلوک کے لیے پریشان تھے کہ آپ کو حضرت شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وصیت یاد آگئی اور وہ یہ تھی کہ میں ایک بوڑھا آدمی ہوں، مجھے امید نہیں کہ میری تم سے دوبارہ ملاقات ہو، میرے بعد بزرگ مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت کو لازمی اختیار کرنا اور انہیں میری طرح سمجھنا۔

مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے تیس خلفاء تھے جن میں سب سے کم عمر خلیفہ مولانا محمد ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے لیکن آپ (مولانا شاہ رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) مولانا محمد ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں فرماتے تھے کہ مولانا محمد ہاشم جیسی شخصیت طویل زمانے میں کہیں نظر نہیں آتی۔

حضرت سیدی مبارک صاحب علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے بعد میری تربیت کا سلسلہ کچھ عرصہ تک موقوف رہا، یہاں تک کہ

مجھے مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت مل گئی۔ سن ۱۳۸۶ھ میں حضرت سیدی مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنی تربیت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سپرد کر دی۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد جب آپ کے اسباق پورے ہو گئے تو پہلے مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو مقید اجازت (ارشادِ خط) عطا فرمائی اور پھر جب مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کی محبت و فنا، شوق و ذوق، صبر و تحمل اور استعداد وسیع کو دیکھا تو آپ کو خلافتِ مطلقہ عطا فرمائی، تاکہ آپ کے کمال پر تاکید و توثیق ہو جائے۔

اس زمانے میں ولایت ننگرہار میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے ایک عظیم شیخ بنام حاجی خدائے نظر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المعروف پچیر حاجی صاحب بقید حیات تھے۔ حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ حضرت مولانا محمد ہاشم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے امر سے ان کے پاس سلسلہ عالیہ قادریہ میں اسباق کی تلقین کی غرض سے حاضر ہوئے۔

انہوں نے جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بلندیٔ شان اور فراخیٔ استعداد کو دیکھا تو ایک ہی مرتبہ میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے تمام اسباق دے دیئے اور ساتھ ہی خلافت بھی عطا فرمائی۔

حضرت سیدی مبارک صاحب علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں اسباق اور خلافت، حضرت خدائے نظر المعروف پچیر حاجی صاحب سے لیے لیکن طریقۂ اسباق اور اس طریقہ کے تمام اسرار و رموز میں نے مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سیکھے یہاں تک کہ مولانا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی مجھے اس طریقہ میں مجھے اجازت فرمائی۔

حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ نے سلسلہ عالیہ چشتیہ اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے اسباق بھی مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لیے تھے مگر ان کی حیات دنیوی میں ان سے خلافت

نہیں پائی یہاں تک کہ حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر شریف پر حاضری دی اور اجازت طلب کی تو ان کی طرف سے یہ فرمان صادر ہوا کہ آپ مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر حاضری دیں اور ان سے ان دونوں سلسلوں میں اجازت طلب کریں۔ حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی ان دونوں سلسلوں میں اجازت مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اسی طرح لی تھی۔ پھر حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ طالقان تشریف لے گئے اور مولانا شاہ رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرقدِ منورہ پر حاضری دی اور ان دونوں سلسلوں میں ارشاد کی اجازت طلب کی تو انہوں نے آپ کو بذریعہ الہام اجازت و خلافت عطا فرمائی۔

دست بوسی

حضرت سیدی مبارک صاحب علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک وقت تک تواضع (انکساری) کی وجہ سے ہاتھ پر بوسہ دینے نہیں دیتے تھے مگر جب افغانستان میں وہابیت کا زہر پھیلنے لگا اور ان نجدیوں نے بزرگان دین کی دست بوسی کو شرک و حرام کہنا شروع کر دیا تب مولانا ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دست بوسی کا امر دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ:

من تشبہ بقوم فھو منھم۔

"جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے"۔ (الحدیث)

یہ وہابی بزرگان دین، مشائخ عظام، علماء با عمل مخلص (ورثۃ الانبیاء) اور والدین کی دست بوسی نہیں کرتے اور اس کو شرک کہتے ہیں۔ لہٰذا تم لوگ عملی طور پر ان کی مخالفت کرتے ہوئے مشائخ، علماء اور والدین کی دست بوسی کیا کرو کہ ان وہابیوں کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔

حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کے ساتھ مرشد کی محبت

آپ مبارک علیہ الرحمۃ کے شیخ مبارک حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب آپ کو اپنے علاقے دشتِ ارچی کی طرف نسبت کی تعلیم وارشاد کے لئے بھیج رہے تھے تو انہوں نے آپ مبارک علیہ الرحمۃ کے بڑے بھائی مولانا عبد الباسط رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المعروف باچالالا) اور دوسرے بھائی مولانا محمد صادق صاحب اور مرزا محمد حضرت جو مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سسر تھے، تینوں کو بلایا اور آپ مبارک علیہ الرحمۃ کے بڑے بھائی کو فرمایا: آپ اخندزادہ صاحب کو جانتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: کیوں نہیں، میرے بھائی ہیں۔ مولانا محمد ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ان کو میری آنکھوں سے دیکھو اور پہچان لو۔ اخندزادہ صاحب قیوم الزمان ہیں۔ میں ابھی ان کو قیومیت کی توجہ کر رہا ہوں، زمانوں میں کہیں ایک اس طرح کا اللہ تعالیٰ کا ولی پیدا ہوتا ہے، ہزاروں کی تعداد اغواث، اقطاب اور آئمہ ولایت ان کے زیر تصرف ہیں۔ پھر ان کو فرمایا کہ آپ کے بھائی اخندزادہ صاحب مثلِ آفتاب ہیں۔ جب سورج چڑھ جاتا ہے، اندھیرے چھٹ جاتے ہیں۔ پھر فرمانے لگے:

آپ کے بھائی (اخندزادہ صاحب) یوسفی الصفت ہیں، یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے کنویں میں پھینک دیا، پھر تاجروں پر بیچ دیا اور جب (یوسف علیہ السلام) مصر چلے گئے تو نبوت و بادشاہت دونوں ملیں۔

یہ نعمت (اخندزادہ صاحب) آپ کو اپنے لئے چاہیئے یا ان کو کہیں اور بھیج دوں؟ تو بڑے بھائی (مرحوم) نے عرض کیا ہمیں یہ نعمت اپنے لئے چاہیئے، تو مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس نعمت کو آپ کے ساتھ بھیج رہا ہوں مگر چند شرائط کے ساتھ۔ وہ شرائط یہ ہیں کہ:

۱) آپ اخندزادہ صاحب سے آگے نہیں جاؤ گے، اس لیے کہ عمر میں اگرچہ آپ سے چھوٹے ہیں مگر انہوں نے آپ کو توجہات دی ہیں۔

۲) ان کے حضور میں (اپنی عادت کے مطابق) پرانی حکایات اور قصے نہیں سناؤ گے۔

۳) آپ ان سے علمِ ظاہر کے اسباق بھی شروع کرلیں۔

۴) اور ساتھ ساتھ علمِ باطن میں بھی استفادہ کرتے رہیئے۔

آپ کے بڑے بھائی نے عرض کیا: مجھے یہ شرائط منظور ہیں۔ تب آپ اپنے علاقے دشتِ ارچی چلے گئے۔ چند دن بعد آپ مبارک علیہ الرحمۃ کے شیخ مبارک حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ مبارک علیہ الرحمۃ کے نام خط بھیج دیا جو آج بھی موجود ہے۔

اس خط میں انہوں نے آپ مبارک علیہ الرحمۃ کو ان الفاظ سے یاد کیا تھا:

مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خط
بنام حضرت مبارک علیہ الرحمۃ

اخوی عزیزم ردیف کمالاتم ھمکار و صدیقم اخندزادہ صاحب وجناب غمخوار وعاشقم پاچالالا و باقی ھمہ دوستان تحفۂ سلام برسد الحمد للہ لباسِ خیریت در بر است فراقِ اخندزادہ بفقیر بسیار دشوار است نمے دانم سبب آن چیست۔

خط چی می گورے ورتہ جاڑہ
ماچی لیکہ ورتہ می دیر جڑلی دینہ
خلقہ پہ یاری سلام وائے
زمادے سل زلہ سلام پہ تاسووینہ

فقیر محمد ہاشم

(۳۱ برجِ حمل ۱۳۴۹ھ شیوم دوشنبہ)

خط کا اردو ترجمہ

میرے معزز بھائی! میرے کمالات کے نقشِ ثانی، میرے شریکِ کار دوست، اخندزادہ صاحب اور میرے غمخوار و عاشق باچالالا صاحب اور باقی تمام دوستوں کو تحفۂ سلام پہنچے۔ الحمد للہ کہ خیریت سے ہوں۔ اخندزادہ کی جدائی فقیر کے لئے بہت بھاری ہے۔ نہیں معلوم کہ اس کا سبب کیا ہے۔

جب میرا خط پڑھو تو خوب رونا
کیونکہ جب میں لکھ رہا تھا تو بہت رویا
اے لوگو میرے یار کو میرا سلام دینا
میری طرف سے تمہیں سینکڑوں سلام ہوں

فقیر محمد ہاشم

(۳۱ برجِ حمل ۱۳۴۹ھ شیوم دوشنبہ)

شیخ مقتداء کی بارگاہ میں مقبولیت

حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اکیس خلفاء تھے۔ ان تمام کو آپ نے یہ امر دیا تھا کہ تم لوگ مرید کر سکتے ہو، لیکن اگر تمہارا کوئی مرید تمہارے علم کے مطابق خلافت کے مقام تک پہنچ جائے تو اس کو اخندزادہ صاحب کے پاس لاؤ گے۔ اگر انہوں نے خلافت کا اہل پایا تو یہی مبارک اس کو خلافت دیں گے۔

ان اکیس خلفاء میں خلافتِ مطلقہ صرف اخندزادہ مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کو حاصل تھی۔

آپ مبارک کو اپنے شیخ (حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے ان الفاظ کے ساتھ سندِ خلافت (ارشادِ خط) لکھ کر دیا تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ الذی نور قلوب العارفین بانوار التجلیات و الواردات و عطر مشام المشتاقین بنفحات الانس و المشاهدات و الصلوٰة و السلام الزاکیات النامیات علی اشرف الموجودات و علیٰ اٰلہٖ و اصحابہٖ الذین استفادوا بصحبتہٖ اعلیٰ المقامات و الکرامات و بعد: فیقول الفقیر الیٰ اللہ العلی القدیر محمد هاشم بن محمد وزیر (قدس اللہ سرهٗ) ان الاخ البار الصالح اخندزاده سیف الرحمٰن بن قاری سرفراز لما اخذ عنی الطریقة النقشبندیة و اتم جمیع اسباقها و وصل الیٰ مرتبة الحضور و الولایة و رأیته اهلاً لارشاد المسترشدین ثم لما وجدتهٗ ذا استعداد قوی لا یشارکهٗ غیرهٗ بین الخلان فاجزتهٗ حینئذ بعد عدة سنوات اجازة مطلقةً و هو الآن کالشمس فی منتصف النهار و لا یخالفهٗ الا من انطمس بصیرتهٗ

”فمقبولهٗ مقبولی و مردودهٗ مردودی“

و اللہ ولی التوفیق و السداد و منه الهدایة و الارشاد

۲۴ جوزا ۱۳۴۴ هش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمہ: (حمد و صلوٰۃ کے بعد)

نیکوکار صالح بھائی اخندزادہ سیف الرحمٰن بن قاری سرفراز نے جب مجھ سے طریقہ نقشبندیہ کا اخذ کیا اس طریقہ کے تمام اسباق کو مکمل کیا اور حضور وولایت کے مرتبہ تک پہنچ گیا اور میں نے ان کو رشد وہدایت کے طلبگاروں کے ارشاد کا اہل پایا تو ان کو اجازت دی کہ رشد و ہدایت کے طلب کرنے والوں کو ذکر کی تلقین کرتے رہیں۔ پھر جب ان کو ایسی قوی استعداد کا مالک پایا جس میں ان کے پیر بھائیوں میں سے کوئی ان کے ساتھ شریک نہیں تو میں اب ان کو کئی سالوں کے بعد مطلق اجازت دیتا ہوں

آپ (مبارک علیہ الرحمۃ) اس وقت دن کے درمیانی وقت کے سورج ہیں۔ ان کا انکار نہیں کرے گا مگر وہ جس کے دل کی بینائی ماند پڑ گئی ہو۔

"پس ان کا مقبول میرا مقبول ہے اور ان کا رد کیا ہوا میرا رد کیا ہوا ہے"

اللہ تعالیٰ توفیق کا مالک ہے اور ہدایت وارشاد اسی کے ہاں سے ہے۔

۲۴ جوزا ۱۳۴۴ھ ش

آپ کی سندِ خلافت پر گواہان

آپ مبارک علیہ الرحمۃ کی سند خلافت پر مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے مریدین میں سے آٹھ گواہ قائم کیے جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱)ملا محمد لعل زرخریدی عرف استاد صاحب

۲)مرزا محمد حضرت (مولانا ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سسر)

۳)عبید اللہ اخندزادہ صاحب ولدِ مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۴)ملا عبد الباسط صاحب المعروف باچالالا (حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کے بڑے بھائی)

۵)ملا محمد صادق صاحب (حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کے بھائی)

۶)مولوی سید محمد (مولانا ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چچا سسر)

۷)ملا خائستہ خان صاحب

۸)ملا ہجوم صاحب لغمانی

- آپ مبارک علیہ الرحمۃ ساڑھے تین سال تک اپنے شیخ (مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے امام رہے۔
- آپ مبارک علیہ الرحمۃ اپنے شیخ کے خصوصی معاون و خادم رہے۔
- آپ مبارک علیہ الرحمۃ اپنے شیخ مبارک کے امر پر ان کے مریدین کو آداب و شرائط طریقت کی تعلیم دیتے تھے۔
- آپ کے شیخ مبارک حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو سل (دمہ) کی بیماری لاحق ہوئی تو انہوں نے آپ مبارک علیہ الرحمۃ کو امر دیا تھا کہ ذکر کی تلقین کروں

گا اور میرے مریدین کو توجہات آپ دیں گے۔ لہٰذا آپ مبارک علیہ الرحمۃ کو اسی مقصد کے لئے اپنے دائیں ہاتھ بٹھاتے تھے اور آپ اپنے پیر بھائیوں کو توجہ دیتے تھے۔

- حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سسر مرزا محمد حضرت نے ایک موقع پر آپ مبارک علیہ الرحمۃ کے ساتھ حسد ظاہر کیا تو حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا:

"میں اخند زادہ صاحب کو پہچانتا ہوں، یہ اللہ تعالیٰ کا ایسا ولی ہے کہ میں ان کی داڑھی کے ایک بال کے ساتھ مرزا محمد (یعنی اپنے سسر) کو، اس کے تمام گھر والوں کو، اس کی بیٹی (یعنی اپنی زوجہ کو) اور اس کے دونوں نواسوں (یعنی اپنے صاحبزدگان) کو برابر نہیں کرتا"۔

بشارات (مرشد کریم کی زبانِ درفشان سے)

آپ مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کو اپنے شیخ علیہ الرحمۃ نے بہت سی بشارات سے نوازا جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱) حضرت اخند زادہ مبارک اخص الخواص ولی ہیں۔

۲) آپ (مبارک صاحب علیہ الرحمۃ) محمدی المشرب ولی ہیں۔

۳) آپ (مبارک صاحب علیہ الرحمۃ) محبوب و مراد ولی ہیں۔

۴) آپ (مبارک صاحب علیہ رحمۃ) کی طرح کے اولیاء قرونِ متطاولہ (بہت زمانوں) میں ایک پیدا ہوتے ہیں۔

۵) آپ (مبارک صاحب علیہ الرحمۃ) مقربین کے زمرے میں سے ہیں۔

۶) آپ (مبارک صاحب علیہ الرحمۃ) کا مقبول میرا مقبول ہے اور رَد کیا ہوا میرا رَد کیا ہوا ہے۔

۷) میں (محمد ہاشم سمنگانی علیہ الرحمۃ) اور اخندزادہ (سیف الرحمٰن) صاحب ایک تن دو وجود کے نام ہیں۔

۸) اخندزادہ صاحب قیوم زماں ہیں۔

۹) اخندزادہ میرے بھائی اور میرے کمالات کے ردیف ہیں۔

۱۰) اخندزادہ صاحب بہت سارے فقہی مسائل میں میرے استاد ہیں۔

۱۱) اخندزادہ صاحب سورج کی مثل ہیں، جس طرف جاتا رہتا ہے اندھیرے ختم ہوتے جاتے ہیں اور روشنی پھیلتی جاتی ہے۔

اپنے شیخ کی بارگاہ میں انکساری

حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس میں ایک مرتبہ حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ ان کے امر پر قرآن کریم کی تلاوت فرمارہے تھے۔ تلاوت کرتے ہوئے آپ علیہ الرحمۃ نے سورۃ الانعام کی آیت کریمہ کے یہ الفاظ پڑھے: دِينًا قِيَمًا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا (الأنعام ۱۶۱) حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو چونکہ غیر کوفین کی قرآت حفظ تھی۔ لہٰذا ان کے مطابق اس مذکورہ جزوِ آیت کا دوسرا لفظ قَيِّمًا بنتا تھا جبکہ مصاحف (قرآنی نسخوں) میں کوفین کی قرآت لکھی گئی ہے قِيَمًا (بکسرۂ قاف و فتحۂ یاء) تو حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے جب قِيَمًا پڑھا تو مولانا ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: قِيَمًا نہیں بلکہ قَيِّمًا پڑھو۔

حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کو اس وقت غیر کوفین کی یہ قرآت یاد نہیں تھی تو آپ نے قرآن کریم کے اس لفظ پر قرآت کوفین قِيَمًا کے تلفظ کرنے کی جرأت نہیں کی اور احناف کے امام

حضرت امام عاصم کوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قرأت پر اکتفاء کیا اور مولانا ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرمان کارد نہیں کیا بلکہ آپ علیہ الرحمۃ نے توقف اور سکوت اختیار فرمایا۔ چونکہ مولانا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس وقت بیمار تھے اور شدتِ مرض میں حوصلہ و برداشت کی کمی ہوتی ہے، علاوہ ازیں آپ موسوی المشرب جلالی طبیعت بھی تھے اور حضرت مبارک صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ بے پناہ محبت بھی تھی، ان وجوہات کی بناء پر آپ طبعی طور پر کچھ ناراض ہوگئے۔

حضرت سیدی مبارک صاحب علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ناراضگی سے پہلے میں دو قسم کا فیض محسوس کرتا تھا، ایک بلاواسطہ اور ایک بالواسطہ تو جو فیض بلاواسطہ محسوس کر رہا تھا وہ توجوں کا توں رہا مگر جو فیض و نور میں مولانا ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے واسطے سے محسوس کر رہا تھا وہ نہیں رہا۔

باوجود یہ کہ حضرت سیدی مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حق پر تھے مگر شیخ کی ناراضگی پھر بھی باعثِ نقصان رہی۔

مولانا محمد ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ناراضگی کو دور کرنے کے لئے حضرت مبارک علیہ الرحمۃ نے منہ میں گھاس پکڑا اور اپنی گردن میں رسی ڈالی، اس حالت میں مولانا محمد ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کمرے میں معافی مانگنے کے لئے گئے۔ مولانا صاحب نے جب آپ کو اس حالت میں دیکھا تو اتنے خوش اور ایسے راضی ہوئے کہ حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کو اپنے پاس ایک مسند پر بٹھایا اور فرطِ محبت کا اظہار فرمایا۔

مولانا محمد ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت سیدی مبارک صاحب علیہ الرحمۃ سے ارشاد فرمایا کہ ”اخندزادہ صاحب! کیا وجہ تھی کہ حق بجانب آپ تھے مگر پھر بھی ناراض میں ہوگیا؟“

حضرت سیدی مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے عرض کیا: ”قربان! چونکہ آپ بیمار ہیں اور بیماری میں قوت برداشت کم ہوتی ہے، اس لئے آپ ناراض ہو گئے“۔

مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ”اخندزادہ صاحب! عفو مانگنے کا یہ طریقہ آپ نے کہاں سے یاد کیا تھا؟“۔

حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے عرض کیا: ”قربان! یہ طریقہ میں نے حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یاد کیا تھا، جب امتحاناً بغیر کسی موجب کے حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو اپنے جوتوں کے ساتھ سر پر مارا اور اپنے آستانے سے نکال دیا تو وہ مبارک (شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) رات کو آئے اور امیر کلال قدس سرہٗ کے دروازے کے سامنے مٹی میں لیٹ گئے۔ حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب فجر کی نماز کے لئے نکلے، رات کے اندھیرے میں دروازے کے سامنے راستے میں پڑے ہوئے شخص پر نظر پڑ گئی تو فرمانے لگے: کیستی؟ (کون ہو؟) شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عرض کیا: ”سگِ دربار شما، بہاؤالدین استم“ (آپ کے دربار کا کتا، بہاؤالدین ہوں)

خدمتِ شیخ

آپ مبارک صاحب علیہ الرحمۃ جتنے عرصہ تک اپنے شیخ (حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی خدمت میں رہے تو اذان دینا، امامت کرنا، خانقاہ کی صفائی کا اہتمام کرنا، بچوں کو قرآن مجید اور درسی کتب پڑھانا، آنے والے سالکین کو آداب طریقت اور سلوک کے اہم مسائل سمجھانا، ان کو توجہ کرنا یہ سب آپ مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کی ذمہ داری تھی۔

علاوہ ازیں مرشدِ گرامی کے گھر والوں اور خانقاہ کے اخراجات کا مصرف بھی آپ مبارک صاحب علیہ الرحمۃ اٹھاتے تھے۔

حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس پیسے نہیں ہوتے تھے تو میں ادھار لے کر یہ مصارف پورے کرتا تھا۔ ایک وقت ایسا آیا کہ ادھار کی رقم واپس کرنے کے لئے مجھے مشکل کا سامنا ہوا، لوگ (قرض خواہ) اپنے اپنے پیسے مانگنے لگے تو میں نے مجبور ہو کر مرشد مبارک سے اجازت طلب کی کہ گھر جا کر اپنی زمین کا کچھ حصہ فروخت کر کے قرض ادا کر سکوں۔

پیر بھائیوں پر شرف

مولانا محمد رحمان صاحب جو کہ ہمارے گاؤں کے قریب باغیچہ ڈھیری افغانی کیمپ میں رہائش پزیر تھے، اسی کیمپ کی ایک مسجد میں امام اور پرائمری سکول میں ٹیچر تھے۔ وہ حضرت سیدی مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کے مرید اور فارسیات میں شاگرد تھے۔ وہ مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صحبت یافتہ بھی تھے۔ انہوں نے مجھے (راقم الحروف کو) واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ اور دیگر پیر بھائیوں کی آپس میں بحث چھڑ گئی کہ حضرت خضر علیہ السلام اولیاء اللہ کے پاس روحًا تشریف لاتے ہیں یا جسدًا۔ مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کا مؤقف یہ تھا کہ ان کی روح جسدی صورت میں اولیائے کرام کے پاس آتی ہے جبکہ دیگر پیر بھائیوں کا مؤقف تھا کہ آپ جسدی صورت اختیار کئے بغیر روحًا تشریف لاتے ہیں۔ اتنے میں مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لائے اور ان کے ساتھ ایک دوسرے سفید ریش بزرگ بھی تھے۔ آپ نے ان کو اپنی جگہ پر اپنے ساتھ بٹھایا۔ تھوڑی دیر تک آپس میں سرگوشیاں کرتے رہے۔ پھر وہ سفید ریش بزرگ رخصت ہونے لگے تو مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کے ساتھ باہر

دروازے تک گئے۔ جب واپس آئے تو مسکراتے ہوئے فرمانے لگے کہ تم لوگ اخندزادہ صاحب کے ساتھ کس بات پر بحث کر رہے تھے؟ یہ تھے حضرت خضر علیہ السلام! تم سب نے دیکھ لیا کہ اُن کی روح جسدی صورت میں آئی تھی۔

انہوں (مولانا محمد رحمان) نے مجھے یہ بھی بتایا کہ اخندزادہ صاحب کے پاس میں جن دنوں پڑھ رہا تھا، روزانہ آپ کے پاس آنا جانا ہوتا تھا، یعنی صحبت زیادہ تھی۔ میں جب بھی اخندزادہ صاحب کی خلوت میں داخل ہوتا اور آپ اکیلے میں ہوتے تو آپ کو روتا ہوا پاتا۔

محمدی المشرب ہونا

صاحبزادہ محمد سعید حیدری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بچپن ہی سے صاحبِ کشف و مشاہدہ تھے۔ مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بعض امور میں آپ کو امر فرماتے تھے کہ مراقبہ کر کے فلاں بزرگ سے فلاں کام کے بارے میں پوچھ لیں کہ ان کا کیا مشورہ ہے۔

ایک بار آپ نے صاحبزادہ حیدری صاحب مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فرمایا کہ تم مراقبہ کر کے دیکھ لو کہ میرا مشرب کون سا ہے اور اخندزادہ صاحب (سیدی مبارک صاحب علیہ الرحمۃ) کا مشرب کون سا ہے؟ آپ نے جب مراقبہ کیا تو عرض کرنے لگے کہ میں نے ایک بڑا بکس (صندوق) دیکھا جس پر لکھا ہوا تھا:

"ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ" میں نے اسے کھولا تو اس کے اندر دو خانے بنے تھے، دونوں خانوں میں پرچیاں پڑی تھیں۔ ایک پرچی پر لکھا تھا: "مولوی محمد ہاشم بن محمد وزیر موسوی المشرب" دوسری پرچی میں لکھا ہوا تھا: "سیف الرحمٰن بن سرفراز خان محمدی المشرب" تو مولانا محمد

ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کے اس کشف کی تصدیق کی اور فرمایا کہ واقعی میں موسوی المشرب ہوں اس وجہ سے میری طبیعت میں جلال زیادہ ہے اور اخندزادہ صاحب محمدی المشرب ہیں۔

مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کی علمی شان

ایک عالم کے ساتھ دلچسپ مکالمہ

سرحد کے ایک مشہور عالم دین و شیخ الحدیث کے ساتھ حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کا مباحثہ ہوا۔ اس شیخ کے سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں شاگرد پاکستان و افغانستان میں موجود ہیں۔ آپ علیہ الرحمۃ نے گفتگو کے دوران اُن سے پوچھا: ”مولوی صاحب! یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ العلماء ورثۃ الانبیاء (علماء انبیاء کے وارث ہیں) ان علماء سے کون سے علماء ہیں؟“۔

مولوی صاحب نے کہا: ”یہی جو مدارس میں درس و تدریس میں مشغول ہیں“۔

آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: ”مولوی صاحب! مدارس میں تو رافضی (شیعہ) اور خارجی (وہابی) بھی پڑھتے پڑھاتے ہیں، کیا وہ بھی انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں؟“

مولوی صاحب نے کہا: ”نہیں حضرت عقیدے کی درستگی شرط ہے“۔

مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا: ”مولوی صاحب اگر کسی مولوی کا عقیدہ درست ہے مگر علم پر عمل نہ ہو، کیا وہ انبیاء علیہم السلام کا وارث ہو گا؟ کہ اس کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا (لجمعۃ ۵)

(جن پر توریت رکھی گئی تھی پھر انہوں نے اس کی حکم برداری نہ کی گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے) یعنی بے عمل عالم کی مثال اللہ تعالیٰ نے گدھے کے ساتھ دی ہے“۔

مولوی صاحب نے کہا: ”نہیں حضرت وراثت کے لئے علم پر عمل کرنا بھی لازمی ہے“۔

مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا: ”مولوی صاحب! اگر کوئی عالم اپنے علم پر عمل کرتا ہو مگر اس کے عمل میں اخلاص نہ ہو تو کیا وہ وارث انبیاء ہو سکتا ہے؟ کیونکہ حدیث مبارک میں

قاری (عالم) شہید اور سخی کے بارے میں آیا ہے کہ ان کو اوندھے منہ جہنم میں پھینکا جائے گا، اس وجہ سے انہوں نے عمل تو کیا ہو گا مگر ان کے عمل میں اخلاص نہ ہو گا"۔

عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه و سلم یقول ان اول الناس یقضی یوم القیامة علیه رجل استشهد فاتی به فعرفه نعمه فعرفها قال فما عملت فیها قال قاتلت فیک حتی استشهدت قال کذبت و لکنک قاتلک لان یقال جرئ فقد قیل ثم امر به فسحب علی وجهه حتی القی في النار ورجل تعلم العلم وعلمه وقرأ القرآن فيأتي به فعرفه نعمه فعرفها قال فما عملت فیها قال تعلمت العلم وعلمته وقرأت فیک القرآن قال كذبت ولكنک تعلمت العلم ليقال عالم وقرأت القرآن ليقال هو قارئ فقد قيل ثم امر به فسحب علی وجهه حتی القی في النار ورجل وسع الله علیه واعطاه من اصناف المال کله فاتی به فعرفه نعمه فعرفها قال فما عملت فیها قال ما ترکت من سبیل تحب ان ینفق فیها الا انفقت فیها لک قال کذبت و لکنک فعلت لیقال هو جواد فقد قیل ثم امر به فسحب علی وجهه ثم القی في النار۔[274]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں میں سے جس کا فیصلہ سب سے پہلے کیا جائے گا وہ شہید راہِ حق ہے۔ اس کو سامنے لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتیں یاد کروائے گا جن کو وہ پہچان لے گا۔ اس کے بعد رب تعالیٰ اس (شہید) سے دریافت کرے گا کہ تو نے اس سلسلے میں کیا عمل کیا تو وہ کہے گا کہ میں نے تیری راہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ شہادت حاصل کی۔ رب تعالیٰ فرمائے گا تو نے غلط کہا، تو نے جنگ اس لئے کی کہ تو بہادر کہلائے اور تجھے یہی کہا گیا۔ اس کے بارے میں فیصلہ ہو گا اور اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ ایک اور شخص جس نے علم حاصل کیا اور دوسروں کو

---

274 صحیح مسلم: باب من قاتل للریاء حدیث نمبر ۵۰۳۲

سکھایا، قرآن پاک پڑھا اس کو بھی لایا جائے گا۔ اس کو بھی نعمت الٰہی بتائی جائے گی جس کا وہ اعتراف کرے گا۔ رب تعالیٰ اس سے فرمائے گا تونے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا کہ میں نے علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور تیری رضا کے لیے قرآن پڑھا۔ رب تعالیٰ فرمائے گا: تونے غلط کہا، تونے علم اس لئے سیکھا تھا کہ تجھے عالم اور قاری کہا جائے اور لوگوں نے تجھے یہی کہا۔ پھر اس کے بعد اس کے بارے میں حکم ہو گا اور اس کو چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ ان کے علاوہ ایک وہ شخص ہے کہ اللہ نے اس کو دولت سے نوازا، انواع و اقسام کے مال دیئے، اس کو لایا جائے گا۔ اس کے سامنے بھی نعمتوں کا تذکرہ کیا جائے گا، اور وہ ان کا اعتراف کرے گا۔ اس سے رب کریم فرمائے گا: تونے اس مال سے کیا کیا ہے؟ وہ عرض کرے گا: مولا میں نے کوئی راہ نہ چھوڑی اور جہاں جہاں تیری رضا کے حصول کے لئے مال خرچ کر سکتا تھا کیا۔ رب تعالیٰ فرمائے گا: تو غلط کہتا ہے، تونے میری رضا کے لئے نہیں بلکہ مال اس لیے خرچ کیا کہ تو سخی کہا جائے۔ پس اس کے لئے حکم ہو گا کہ اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے۔

مولوی صاحب کہنے لگے: نہیں حضرت عمل کے ساتھ اخلاص بھی شرط ہے، تب وراثت آئے گی۔

یعنی وراثتِ انبیاء کے لئے اعتقاد کی درستگی، علم، علم پر عمل اور عمل میں اخلاص شرط ہے۔

آپ علیہ الرحمۃ مسکراتے ہوئے فرمانے لگے: مولوی صاحب! ابھی تو آپ فرمار ہے تھے کہ ورثاء وہی ہیں جو مدارس میں پڑھتے پڑھاتے ہیں اور اب اتنی ساری شرطیں لگا دیں؟

مولوی صاحب کہنے لگے: حضرت! اتنی باریکیاں آپ جیسے لوگ سمجھتے ہیں، ہم نہیں۔

پھر آپ علیہ الرحمۃ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: مولوی صاحب! اخلاص کی یہ عظیم دولت ملتی کہاں سے ہے؟

وہ خاموش ہو گیا تو آپ نے فرمایا: مولوی صاحب! اخلاص مخلصین کی صحبت سے ملتا ہے۔

ہیچ چیزے نفس را نکشد جز ظلِّ پیر
دامنِ ایں نفس کش را سخت گیر

جزئیات فقہ پر عبور

آپ مبارک علیہ الرحمۃ کو فقہ کی جزئیات پر ایسا عبور حاصل تھا کہ ہم جو بھی مسئلہ آپ سے پوچھتے، آپ اس کا آسانی سے جواب دیتے اور اگر کسی مسئلہ کی دلیل دریافت کرتے تو فوراً کتاب کا حوالہ دیتے۔

صاحبزادہ علامہ و مولانا حمید جان سیفی صاحب مبارک فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ تعویذ کے بارے میں مجھے شک پڑ گیا کہ اس کو چمڑے میں بند کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ اور اگر کوئی فائدہ ہے تو اس کی دلیل کہاں ہے؟ میں نے حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا تفسیرِ جمل کے آخر میں دیکھو، یہ مسئلہ موجود ہے۔ میں نے تفسیرِ جمل میں دیکھا۔ جہاں آپ نے فرمایا تھا اسی جگہ یہ مسئلہ لکھا ہوا تھا کہ تعویذ چمڑے میں بند ہو جائے تو ایسا ہے جیسے حافظ کے سینے میں قرآن مجید یعنی پاکی و ناپاکی دونوں حالتوں میں جسم پر، گلے میں یا بازو پر رہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کے ملفوظات

حضرت سیدی مبارک صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنا تعارف کچھ یوں بیان فرماتے تھے:

"میں فقیر سیف الرحمٰن بن قاری سرفراز خان بن قاری محمد حیدر، حنفی مذہبًا، نقشبندی مشربًا، ماتریدی اعتقادًا، کوٹ ننگرہار مولدًا، ارچی ترکستان مسکنًا، باڑہ کھجوری (خیبر ایجنسی) تمام اہل اسلام کو عمومًا اور علمائے کرام ومشائخ عظام کو خصوصًا یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کا عاجز بندہ ہوں۔ تمام سرزمین پر اپنے آپ سے باعتبار ذوق کوئی اور مجھے ادنیٰ ترین نظر نہیں آتا اور میں خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امتی ہوں اور فقہ میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقلد ہوں اور اصول وعقائد میں اہل سنت وجماعت کے عظیم پیشوا حضرت ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تابع ہوں اور تصوف وطریقت میں حضرت خواجہ بزرگ محمد بہاؤالدین شاہِ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، خواجہ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعلیمات کا تابع اور انہی بزرگانِ دین کا بالواسطہ مرید ہوں۔

اولیائے کرام اور فقرائے حقیقی اصولاً و فروعًا، ظاہرًا و باطنًا، قلبًا و لسانًا اور عناصرًا متابعتِ مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خود بھی مزین ہوتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی انہی مذکورہ درجاتِ متابعت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

پیر کے کمالات مریدوں سے معلوم ہوتے ہیں۔ اگر مریدوں میں اتباعِ شریعت، حیاتِ لطائف، وجد وحال اور علوم ومعارف موجود ہیں تو یہ پیر کے کمالات کا ثمرہ ہیں۔

جیسے ایک قابل اور لائق شاگرد سے اس کے استاد کی قابلیت اور علمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

لیکن اگر مریدوں میں کوئی حال باطنی کمالات اور علوم و معارف موجود نہیں تو یہ پیر کے ناقص یا نا مکمل ہونے کی دلیل ہے البتہ مرید میں خلوص اور آدابِ شیخ کا لحاظ رکھنے کے ساتھ ساتھ اتباعِ سنت کا موجود ہونا شرط ہے۔

بے ادب، کاذب (جھوٹا) اور مخالفِ شریعت مرید اپنے پیر کے باطنی کمالات سے فیض یاب نہیں ہو سکتا جب تک وہ ان برائیوں سے سچی توبہ نہ کرلے۔

آپ علیہ الرحمۃ ھدایت الابرار نامی کتاب کے حوالے سے فرمایا کرتے تھے کہ:

"ایک شخص کی استعداد کو ضائع کرنا اتنا بڑا گناہ ہے جیسے کسی اولوالعزم پیغمبر کو شہید کرنا یا ستر کُمل اولیائے کرام کو قتل کرنا"۔

اپنے متعلقین کو نمازِ تہجد کی اہمیت سمجھاتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ:

"صحت کی حالت میں جب کبھی میری تہجد کی نماز چھوٹ جاتی تو ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے جمعہ کی نماز فوت ہو گئی ہو اور اب جب کہ ضعف غالب ہے اور کئی طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہوا ہوں تو اب اگر تہجد کی نماز چھوٹ جاتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے وقتی نماز فوت ہو گئی ہو"۔

باعمل بدعقیدہ سے بے عمل خوش عقیدہ ہے۔

شریعت اصل ہے یعنی جڑ، طریقت شاخیں اور حقیقت پھل ہے۔

شریعت کی مثال درخت کے تنے کی ہے، طریقت کی مثال شاخوں کی سی ہے، اگر کسی درخت کی شاخیں کاٹ دی جائیں تو اس پر پھل کیسے آئے گا۔

شریعت اور طریقت ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں جیسے ظھر و بطن یعنی پیٹھ اور پیٹ کا تعلق ہے۔

رسوخ کا مقام شریعتِ محمدی علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کی کمال اتباع سے وابستہ ہے اور درجات ولایت کا حصول بھی اتباعِ شریعت پر موقوف ہے۔

اخلاص کے ساتھ علم و عمل کا امتزاج رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے۔

جو سنت پر پوری طرح کاربند ہو، خلافت اس کا حق ہے۔

رسوم و رواجات کو چھوڑ کر سنتِ نبوی کو اپنائیں، اسی میں دونوں جہان کی بہتری کا راز مضمر ہے۔

علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے لیکن اگر علم پر عمل نہ کیا جائے تو ایسے عالم کی مثال گدھے جیسی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہیں۔

عالمی سطح پر غلبۂ اسلام کے لئے جدوجہد کرنا ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے۔ اپنے حالات، اختیارات اور وسائل کو بروئے کار لا کر فروغِ اسلام کے لئے جدوجہد کرنی چاہیئے۔ ہر شخص کم از کم اپنے وجود پر پہلے مرحلے میں نظامِ اسلام کو عملاً نافذ کرے۔ اس سے پورے معاشرے میں نیکی کے گلاب کھلیں گے اور سارا ماحول معطر و معنبر ہو جائے گا۔

میرے پاس ہزاروں لوگوں کا آنا جانا ہے لیکن مجھے خوشی اس وقت ہوتی ہے جب کوئی اللہ کی معرفت کے لئے میرے پاس آتا ہے۔

طلبِ جنت میں لوگوں کی تین جماعتیں ہیں:

ایک جماعت جنت کو اس لئے طلب کرتی ہے کہ وہ دائمی نعمتوں اور آرام اور راحت کی جگہ ہے، یہ جماعت عوام الناس کی ہے۔ دوسری جماعت کے لوگ جنت کو طلب کرتے ہیں، نہ جہنم سے بچنے کی فکر میں ہیں، بس ہر وقت یادِ الٰہی میں مستغرق رہتے ہیں۔ یہ جماعت خواص اولیاء کی ہے۔ تیسری جماعت کے لوگ جنت کو طلب کرتے ہیں مگر اس لئے کہ وہ رب تعالیٰ کی رضا اور دیدار کی جگہ ہے اور جہنم سے پناہ مانگتے ہیں اس لئے کہ وہ رب تعالیٰ کی ناراضگی اور قہر و غضب کی جگہ ہے۔ یہ تیسری جماعت اخص الخواص اولیاء کی ہے۔

اخلاص کا ایک مفہوم یہ ہے کہ باطنی بیماریاں ختم ہو جائیں۔ اپنے آپ کو اور اپنے عمل کو ہیچ جانا جائے، لوگوں کی تعریف و تنقید کو اہمیت نہ دی جائے اور صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا کے لیے زندگی بسر کی جائے۔

جو لقمۂ حلال ایک صوفی عارف کھاتا ہے تو اس سے نور و برکت پیدا ہوتی ہے کیونکہ وہ صوفی کھانا اپنے نفس کے لئے نہیں کھاتا بلکہ عبادت کے لئے قوت کی خاطر کھاتا ہے، اسی طرح جب ایک غافل اور سخت دل انسان کھانا کھاتا ہے تو بوجہ غفلت و خوشیٔ نفس اس سے ظلمت اور تاریکی حاصل ہوتی ہے کہ اس کے کھانے میں خالق کی مرضی کے خلاف نیتیں شامل ہوتی ہیں۔

ایک مرتبہ سیدی و مرشدی مبارک سرکار گھر تشریف لائے تو آپ نے ٹیپ پر ذکر والی نعت کی آواز سنی، دائیں بائیں دیکھا تو کوئی موجود نہ تھا، آپ نے پوچھا کہ یہ نعت کس نے لگائی ہے؟ جواب ملنے پر آپ نے اس خاتون خانہ کو طلب فرمایا اور پوچھا کہ آپ نعت لگا کر کیا کر رہی تھیں؟ جواب ملا کہ گھر کا کام کاج۔ آپ نے فرمایا کہ جب بھی نعت لگاؤ تو حضورِ قلبی کے ساتھ بیٹھ کر متوجہ ہو کر سنو

اور فیض طلب کرو، نعمت لگا کر کام کاج میں لگ جانا اور قلبی حضور نہ رکھنے سے قساوتِ قلبی پیدا ہو جاتی ہے۔(اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور قلبی عطا فرمائے اور قساوت قلبی سے محفوظ فرمائے، آمین،

بحوالہ صاحبزادہ سید احمد حسن باچا سیفی دامت برکاتہم العالیہ)

اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کے تاثرات

سہ ماہی مجلہ "انوارِ رضا" سن ۲۰۰۸ء کے تیسرے شمارے کے مطابق چیف ایڈیٹر مجلہ ھذا ملک محبوب الرسول قادری جب حضرت سیدی مبارک صاحب علیہ الرحمۃ سے انٹرویو لے رہے تھے تو کیے گئے سوالات میں سے ایک سوال یہ بھی کیا گیا کہ آپ شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں کیا تاثرات رکھتے ہیں؟

تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ:

"مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو میں اس نظر سے دیکھتا ہوں کہ اگر وہ نہ ہوتے تو یہ سارا خطہ وہابیت سے بھر جاتا۔ وہ ولی کامل، عاشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، محقق عالم اور مجاہد تھے۔ وہ امامِ وقت اور مردِ کامل تھے۔ وہ ماتریدی تھے، میں بھی ماتریدی ہوں، امامِ اعظم کے وہ بھی مقلد تھے، میں بھی مقلد ہوں وہ ہمارے بزرگ اور رہنما ہیں۔ ولایت میں وہ اعلیٰ مقام کے حامل انسان تھے، وہ پٹھان تھے، میں بھی پٹھان ہوں، وہ قندھار کے تھے، میں قندوز کا رہنے والا ہوں۔ میں عقیدے، مذہب، قوم اور علاقہ ہر اعتبار سے ان کے موافق ہوں"۔

کنز الایمان پڑھانے کا حکم

حضرت میاں محمد حنفی سیفی صاحب مبارک (راوی ریان شریف) جو کہ حضرت سیدی مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کے مشہور خلفاء میں سے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کے مدرسے میں طالبات کو قرآن مجید کا کونسا ترجمہ پڑھایا جارہا ہے؟ تو میں نے عرض کیا کہ میری اہلیہ نے ضیاء القرآن منگوایا تھا۔ آپ نے میری بات

قطع کرتے ہوئے فرمایا: نہیں، قرآن کریم کے اردو تراجم میں سب سے بہتر ترجمہ شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔ آپ کنزالایمان طالبات کو پڑھائیں۔ اللہ کا شکر ہے جب گھر آکر میں نے اپنی اہلیہ سے ذکر کیا کہ مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے کنزالایمان پڑھانے کا امر فرمایا ہے تو میری اہلیہ نے بتایا کہ شکر ہے، ہم تو پہلے ہی کنزالایمان طالبات کو پڑھا رہے ہیں۔

خواتین کے ارشاد و تبلیغ پر آپ کا ایک مدلل مکتوب

عمدۃالمکتوب علیٰ اجازۃ ارشاد السالکات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بوساطت عزیز الوجود ارجمند پیر مفتی محمد عابد حسین سیفی بنام عارفہ صادقہ مبلغہ بی بی سیدہ تسنیم کوثر ہاشمی بنت صلبیہ مولانا عبد الرحمٰن و عذرا شمیم سیفی و مسرت جبین ہاشمی سیفی (دارالعلوم سیفیہ رحمانیہ للبنات الاسلام ادھوال کلاں نزد سروس موڑ گجرات)

یہ مکتوب ایک سوال کے جواب میں ہے۔

سوال: بعض فتنہ انگیزوں نے یہ فتنہ شائع کیا ہے کہ عورتیں منصبِ ارشاد کے لائق نہیں ہیں اور گزشتہ کوئی ایک بھی ایسی عورت نہیں ملتی جس نے مخلوقِ خدا کے افادہ کے لئے کام کیا ہو۔

منکرین کے اس جھوٹے پراپیگنڈا کو ختم کرنے کے لئے ہم آپ کی صحیح ہدایت کے منتظر ہیں۔

الجواب: الحمدللہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

آپ کا خط موصول ہوا، بہت خوشی ہوئی کیونکہ اکثروا اخوانکم فی الدین (اپنے دینی بھائیوں کی کثرت کرو) کے تحت ہماری بھی یہی خواہش ہے اور آیت کریمہ سَنَشُدُّ عَضُدَکَ بِأَخِیکَ (القصص ۳۵) (ہم آپ کے بازو کو آپ کے بھائی کے ذریعے تقویت دیں گے) بھی اسی معنیٰ کی تائید کرتی ہے، اور فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرَاتِ (البقرۃ ۱۴۸) إِلَی مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّکُمْ (آل عمران ۱۳۳) (نیکی کے کاموں میں آگے بڑھو اور اپنے رب سے مغفرت حاصل کرنے میں سبقت لے جاؤ) کے حکم کے مطابق نیکی کے کاموں میں بلند ہمت اور سخت محنت دکھانی چاہیئے اور گھاٹا پانے والوں کی پریشان کن باتوں سے حوصلہ نہیں ہارنا چاہیئے کیونکہ کل یعمل علی شاکلته (سب اپنے انداز پر عمل کرتے ہیں) اس جیسے معاملات میں سخت مزاحمت نہیں کرنی چاہیئے۔ جھوٹ زیادہ دیر تک نہیں چلتا۔

ان مخالفین کی بری حالت کا سبب ان کی یہی بے سر وپا باتیں ہی ہوں گی۔ مَنۡ لَّمۡ یَجۡعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوۡرًا فَمَا لَہٗ مِنۡ نُّوۡرٍ (النور ۴۰) (جسے اللہ تعالیٰ نور نہ دے، اس کے لئے نور نہیں) جو کام اپنے آپ کو درپیش ہو اس کو پورے اہتمام سے سرانجام دینا چاہیئے اور اغیار سے چشم پوشی بہتر ہے۔ قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون

المختصر نہ صرف یہاں کے بلکہ پورے ملک کے علماء زینۃ الملک والشہادہ ہیں اور شریعت کی ترویج و ترقی انہی کی عمدہ کوششوں سے ہی ممکن ہوئی ہے (اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے) بعض احباب جو کہ دولت شہود اور وجدانی ذوق کی لذت سے بے بہرہ ہیں، انوار و تجلیات اور قربِ خداوندی کے مقامات ان پر ابھی منکشف نہیں ہوئے، وہ عارفہ و سالکہ خواتین کے خلیفہ بنائے جانے اور ان کی دعوت و ارشاد پر اعتراض و انکار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان معارف کی حقیقت سے آشنا فرمائے اور ہمیں اور ان کو اس آزمائش سے نجات عطا فرمائے۔

معترضین کے یہ اعتراضات نصوص اور سلف و خلف صالحین کے اسوہ کے خلاف ہیں۔

الکتاب میں ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث کی پیروی کرتا ہے اور ان کے اخبار و احوال کو جانتا ہے نیز ان کے اقوال و افعال سے واقف ہے، اس پر عیاں ہے کہ یہ وہ طریقہ ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعثت کے اختیار فرمایا اور امت کو بھی اسی حالت پر ابھارا اور صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے بدعتوں کو چھوڑ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کی اگرچہ ان میں سے بعض مستحسن بھی تھیں۔

الخضر عارف محقق اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں:

اس راز کے ظاہر کرنے میں بلند ترین مقصد ایمان، اسلام اور اس احسان کے کمال کو ثابت کرنا ہے، جس کو حق الیقین سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس سے خاص طور پر سلسلہ نقشبندیہ جاری ہوا ہے۔ لہٰذا اس شخص کو خوشخبری ہو جس نے یہ مضبوط رسی تھام رکھی ہے۔

اس عبارت کے بعد فرماتے ہیں کہ جان لیجیئے کہ طریقہ نقشبندیہ اصلاً صحابہ کا طریقہ ہے۔ نہ تو انہوں نے اس میں اضافہ کیا اور نہ کمی۔ یہ اپنے آپ کو رنگ میں رنگنے اور پھر منعکس ہونے کا طریقہ ہے جس کے حصول میں بوڑھے بچے سب برابر ہیں اور اس کی فیض رسانی کرنے میں زندہ و مردہ سب برابر ہیں۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ:

"پس معلوم ہوا کہ جس شخص نے کسی شیخ کے دامن کو نہ تھاما جو کہ اس کو اس سے نکلنے میں رہنمائی کرے تو وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نافرمان ہے کیونکہ آدمی بغیر شیخ کے طریقہ علاج حاصل نہیں کر سکتا اگرچہ وہ ایک ہزار کتاب حفظ کرے۔ لہٰذا یہ کہنے میں احتیاط کریں کہ صوفیاء کا طریقہ کتاب و سنت کا طریقہ نہیں کیونکہ یہ کفر ہے بلکہ یہ سارا طریقہ اخلاقِ محمدیہ (علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام) ہے۔ اس کا گوشت پوست (ظاہر و باطن) اخلاق محمدیہ (علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام) ہے"۔

قرآن کریم میں ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا (الأحزاب ۲۱)

بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس کے لیے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔

وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا (الأحزاب ۲۹)

اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو بے شک اللہ نے تمہاری نیکی والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا (الأحزاب ۳۵)

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے اور ایمان والیاں اور فرمان بردار اور فرمان برداریں اور سچے اور سچیاں اور صبر والے اور صبر والیاں اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں اور روزے والے اور روزے والیاں اور اپنی پارسائی نگاہ رکھنے والے اور نگاہ رکھنے والیاں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لیے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

نیز ارشاد گرامی ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذاريات ٥٦)

اور میں نے جنّ اور آدمی اتنے ہی (اسی لئے) بنائے کہ میری بندگی کریں۔

ان آیات کے عموم کی وجہ سے عورتوں کی نفی کبھی متصور ہی نہیں ہو سکتی بلکہ تمام اعمال میں مرد و زن برابر ہیں لیکن ہاں اس اعتبار سے کہ عورت ناقص العقل اور ناقص الدین ہے، اس لیے ان کو منصبِ نبوت و رسالت سے علیحدہ رکھا جاتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی معرفت اور قربِ خداوندی میں بعض عورتیں مردوں کے مقابلہ میں زیادہ ثابت قدم ثابت ہوئی ہیں، بلکہ بعض عورتیں مردوں سے سبقت لے جاتی دکھائی دیتی ہیں۔

مولانا عبدالرحمٰن بن احمد جامی نے اپنی کتاب "نفحات الانس" میں "ذکر النساء العارفات الواصلات الی مراتب الرجال" کے نام سے علیحدہ باب ذکر کیا ہے اور صاحبِ فتوحات "فتوحات" کے ۷۳ویں باب میں اللہ والوں کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

کل ما تذکرہ من ھولاء الرجال باسم الرجال فقد یکون منھم النساء ولکن یغلب ذکر الرجال۔

جو تمام تذکرہ ہم نے مردوں کے متعلق مردوں کے نام سے کیا ہے، اس میں عورتیں بھی شامل ہیں، لیکن مردوں کا ذکر غالب تھا۔ (اس لیے مردوں ہی کا تذکرہ کیا، عورتوں کا نہیں)

نیز ارشاد فرمایا:

قیل لبعضھم کم الابدال قال اربعون نفسا قیل لہ لم لا تقول اربعون رجلا فقال فقد یکون فیھم النساء۔

کسی اللہ والے سے پوچھا گیا کہ ابدال کتنے ہیں تو فرمایا کہ چالیس نفوس ہیں۔ ان سے عرض کی گئی کہ آپ نے چالیس مرد کیوں نہیں فرمایا (چالیس نفوس کیوں کہا؟) فرمایا: کبھی کبھی ان میں عورتیں بھی شامل ہوتی ہیں۔

شیخ ابو عبدالرحمٰن اسلمی صاحب طبقات المشائخ نے عابدہ اور عارفہ عورتوں کے احوال کے متعلق ایک علیحدہ کتاب جمع فرمائی ہے اور اس میں کئی خواتین کا ذکر کیا ہے۔

شاعر کا کہنا ہے:

ولو کان النساء کما ذکرنا　　　لفضلت النساء علی الرجال

اگر عورتیں ان مردوں کی طرح ہو جائیں جن کا ہم نے ذکر کیا تو وہ مردوں پر فضیلت لے جائیں۔

فلا التانیث لاسم الشمس عیب　　　ولا التذکیر فخر للھلال

نہ تو (لفظ) شمس کا مؤنث ہونا عیب کی بات ہے اور نہ ہی (لفظ) ہلال کا مذکر ہونا قابلِ فخر بات ہے۔[275]

ا۔ رابعہ عدویہ: از اہل بصرہ بود سفیان ثوری از وسائل می پرسید و موعظت ودعای وی رغبت می نمود رابعہ گفتہ است کہ ہر چیز را ثمرہ ایست وثمرہ معرفت روی بخدا آوردنست۔

275 نفحات، ص ۲۱۵

ترجمہ: رابعہ عدویہ رحمہ اللہ اہل بصرہ میں سے تھیں۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان سے مسائل پوچھا کرتے تھے اور ان کی نصیحت اور دعا کے طالب رہتے تھے۔ حضرت رابعہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) فرماتی ہیں کہ ہر چیز کا ایک پھل ہوتا ہے اور معرفت کا پھل اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے۔

۲۔ مریم البصریہ از اہل بصرہ است در عصر رابعہ بودہ و باوی صحبت داشتہ وبعد از رابعہ چند گاہ زیستہ وچون سخنان محبت شنیدی مست وبیخود گشتی۔ روزی از محبت سخن میگفتند زہرہ وی۔۔ ودر مجلس جان بداد۔ ص ۶۱۶ نفحات

ترجمہ: مریم البصریہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا): یہ بھی اہل بصرہ میں سے تھیں۔ حضرت رابعہ بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) کی ہم عصر تھیں اور ان کے ساتھ ان کا اٹھنا بیٹھنا تھا۔ حضرت رابعہ بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) کی وفات کے کچھ عرصہ بعد تک زندہ رہیں۔ جب بھی محبت الٰہی کی باتیں سنتیں تو بے خود و مست ہو جایا کرتی تھیں۔ ایک دن لوگ محبت کے متعلق گفتگو کر رہے تھے کہ عشق کی آگ بھڑک اٹھی اور اسی محفل میں جان آفرین کے سپرد کر دی۔[276]

۳۔ رابعہ شامیہ: زوجہ احمد بن ابی الحواری بود گاہی بودی عشق و محبت غلبہ وگاہی انس وگاہی خود در حال غلبہ می محبت میگفت۔

ترجمہ رابعہ شامیہ: آپ حضرت احمد بن حواری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) کی زوجہ تھیں کبھی آپ پر عشق کا غلبہ ہوتا کبھی انس کا اور کبھی خوف کا جب محبت کا غلبہ ہوتا تو کہا کرتی تھیں۔

---

[276](نفحات ص ۶۱۶)

حبیب لیس یعدله حبیب　　　وما لسواه فی قلبی نصیب

ترجمہ: میرا دوست ایسا ہے جس کے مقابلے کا کوئی دوست نہیں اور میرے دل میں اس کے علاوہ کسی کا حصہ نہیں۔

حبیب غاب عن عینی و جسمی　　　ولکن عن فوادی لا یغیب

ترجمہ: (میرا) محبوب میری آنکھ اور جسم سے دور ہے لیکن میرے دل سے دور نہیں۔

انس کے حال میں کہا کرتیں:

ولقد جعلتک فی الفواد محدثی　　　وبحت جسمی من اراد جلوسی

ترجمہ: تجھے میں نے اپنے دل میں گفتگو کا مرکز بنالیا ہے اور اپنے جسم سے باتیں اس کے لیے روا کر دی ہیں جو میرے بیٹھنے کا ارادہ کرتا ہے۔

فالجسم منی للجلیس موانس　　　حبیب قلبی فی الفواد انیسی

ترجمہ: میرا جسم میرے ہم نشین کا غمگسار ہے اور میرے دل کا دوست میرے دل کا ساتھی ہے۔

خوف کے حال میں کہا کرتیں:

وزادی قلیل لا اراہ مبلغی　　　اللزاد ابکی ام بطول مسافتی

ترجمہ: میرا زادراہ کم ہے۔ مجھے اپنی منزل ملتی ہوئی نظر نہیں آتی۔ کیا میں زادراہ کے لیے روتی ہوں یا طویل سفر کی وجہ سے۔

اتحرقنی بالنار یا غایة المنی　　　فاین رجائی منک این مخافتی

ترجمہ: اے میری امیدوں کی انتہا کیا تو مجھے آگ میں جلاڈالے گی، میں نے کہاں تم سے امید لگائی ہے اور کہاں تم سے ڈرتی ہوں۔

۴۔ فاطمہ نیشابوریہ از قدماء نساء خراسان بودہ است واز کبار عارفات رحمہ اللہ تعالیٰ یک از مشائخ ذوالنون راپرسید کہ رابزرگ تر دیدی از این طائفہ گفت زنی بود درمکہ کہ ویرا فاطمہ نیشابوریہ میگفتند در فہم معانی قرآن سخنان میگفت کہ مرا عجب می آمد وی گفت من عمل لله علی المشاهدة فهو عارف ومن عمل علی مشاهدة الله اياه فهو المخلص۔

ترجمہ: فاطمہ نیشاپوریہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا): یہ خراساں کی بزرگ خواتین میں سے تھیں اور بڑی بڑی عارفات میں سے ایک تھیں۔ کسی بزرگ نے حضرت ذوالنورین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا اس عارفوں کے گروہ میں سے آپ کو بزرگ ترین ہستی کونسی نظر آئی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ مکہ میں ایک خاتون دیکھی تھیں۔ لوگ اسے فاطمہ نیشاپوریہ کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ قرآن کے ایسے معانی بیان کرتیں کہ میں حیران ہو جاتا تھا وہ فرماتی تھیں۔

جس شخص نے اللہ کے لیے اس کو دیکھ کر عمل کیا وہ عارف ہے اور جس نے یہ سمجھ کر عمل کیا کہ اللہ اس کو دیکھ رہا ہے وہ مخلص ہے۔

۵۔ فاطمۃ البروعیۃ در اروبیل بودہ كانت من العارفات المتكلفات بالشطح بعض از مشائخ ویرا از قول صلی اللہ علیہ وسلم کہ از حق سبحانہ حکایت کردہ است کہ "انا جليس من ذكرني، سوال کرد بگفت۔ ان الذكر ان تشهد ذكر المذكور لک مع دوام ذکرک له فيفنى ذكرک فی ذكره له ويبقى ذكره لک حين لا مكان ولا زمان۔[277]

[277] نفحات، ص ۶۲۳

فاطمہ البروعیۃ اروبیل کے علاقہ سے تعلق رکھتی تھیں اور مقام شطح کی عارفہ خواتین اور متکلمات میں تھیں کسی اللہ والے نے آپ سے سوال کیا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

انا جلیس من ذکرنی (جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس کا ہم نشین ہوتا ہوں)

آپ اس کے متعلق کیا فرماتی ہیں آپ نے فرمایا کہ ذکر یہ کہ تو ہمیشہ مذکور کے ذکر میں کمربستہ رہے اور تیرا ذکر اس کے ذکر میں فنا ہو جائے اور پھر اسی کا ذکر تیرے لیے وہاں باقی رہ جائے جہاں نہ مکاں ہے نہ زماں۔

پس ہیچ شکی نیست لہ در طی مقامات قرب خداوندی و حصول خلعت ارشاد نسواں بار جال طریق متاوی اند حضرت مجدد حضرت صاحب قدس اللہ سرہ در آخر مکتوب چنین تحریر فرمودہ است مخدوماً اکابر طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم ہمین راہ نا مسلوک را اختیار کردہ اند وآن راہ نا معہود در طریقہ این بزرگواران را معہود گشتہ است وعالم عالم را ازین راہ بتوجہ و تصرف بمطلب میرسانند این طریق را وصول لازم است اگر مراعات پیر مقتدا نمودہ اید چہ درین طریق پیر وجوان در فصول برابرند ونساء صبیان متاوی بلکہ موتی نیز ازین دولت امیدوارند حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ فرمودہ اند کہ از حق سبحانہ وتعالیٰ طریقی خواستہ ام کہ البتہ موصل باشد وحضرت خواجہ علاؤالدین عطار کہ خلیفہ نخستین ایشان است درین معنی این بیت میخواند۔

گرنہ شکستی دل دربان راز　　　قفل جہان ہمہ بکشاوی

ثبتنا اللہ سبحانہ علی طریقۃ ہولاء الاکابر از نعمت معرفت نساء را فرو نگذاشت بلکہ علاوہ بر نسوان طائفہ پیر وجوان وبلکہ صبیان واموات را نیز سہیم وشریک نشان دادند۔ برای تشفی منصف ہمین قدر بس است وا گر تصریع مزید میطلبند لابدی است کہ از دیگر کتب معتمدہ قوم در اثبات ارشاد نسوان عارفات حجتی را بمیان آریم۔

لہٰذا اس میں کوئی شک نہیں کہ قرب خداوندی کے مقامات طے کرنے میں اور خلعت وارشاد کے حصول میں عورتیں مردوں کے مساوی ہیں۔ حضرت مجدد قدس اللہ سرہ مکتوب نمبر ۳۰۰،ج ا، کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں کہ طریقہ نقشبندیہ کے اکابرین نے اسی راہ نامسلوک کو اختیار کیا ہے اور یہ غیر معروف راہ ان بزرگان کے طریقہ میں معروف راہ بن چکی ہے۔ یہ بزرگ اپنی توجہ اور تصرف سے ایک دنیا کو منزل مقصود تک پہنچادیتے ہیں۔ یہ راہ ایسی ہے جس میں منزل مقصود تک پہنچنالازمی ہے مگر پیر کی توجہ رہنمائی کرے تو پھر کیا بوڑھے کیا جوان کیا عورتیں کیا بچے سب مقصود کے حصول میں برابر ہیں بلکہ مردے بھی اس دولت سے حصہ پاتے ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے ایسا طریقے عطاکیے جانے کی درخواست کی جو یقینی طور پر اس (اللہ تعالیٰ) تک پہنچانے والا ہو۔ حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ آپ کے پہلے خلفاء میں سے ہیں، نے اسی معنی میں یہ شعر پڑھا ہے:

گرنہ شکستی دل دربان راز　　　قفل جہان راھمہ بکشادی

ترجمہ: اگر توراز کے دربان کی دل شکنی نہ کرتا تو تو دنیا کے تمام تالے کھول سکتا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں ان اکابرین کے طریقہ پر ثابت قدمی عطا فرمائے۔

معرفت کی نعمت سے عورتوں کو دور نہ رکھیں بلکہ عورتوں کے علاوہ بزرگ، نوجوان بلکہ اور مردوں کے متعلق بھی یہی سمجھیں کہ وہ اس میں برابر کے شریک وحصہ دار ہیں ان لوگوں (مخالفین) کی تسلی وتشفی کے لیے اتنا ہی کافی ہے لیکن اگر وہ مزید تصریح چاہیں تو ہم بزرگان دین کی ان کتب سے دلائل پیش کر سکتے ہیں جو کہ عارفہ عورتوں کے ارشاد کے اثبات میں تحریر کی گئی ہیں۔

در کتاب عمدۃ المقامات مسطور است ص ۴۹۵:

تذکرہ سابع از منتخب سابع در ذکر عارفہ باللہ ومقبولہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا خدمت ایشان والدہء راقم وخواہر زادہ حضرت قیوم جہان اند اول بخدمت حضرت قدوۃ الاولیاء شاہ غلام محمد شرف بودند وار نسبتہائی خاصہ ایشان بہرہ یافتہ چنانچہ رمزی ازان درتذکرۂ احوال حضرت قدوۃ الاولیاء گذشتہ چون حضرت قیوم جہان اشارہ بدان رفتہ وسلوک آن راہ از سر نو بخدمت ایشان از ابتداء تا انتہاء بانجام رسانیدند وبہ اعلیٰ درجات کمال واکمال فائض ومشرف شدند اول نسب ایشان بہ بیان آوردہ شو بعدہ کیفیت احوال ایشان بطریق اجمال مذکور گردد والد ماجد حضرت بی بی صاحبہ حضرت شاہ عطاء اللہ نام دارندہ در نسب از طرف آبائی کرام از سادات بخاری دھلوی انداز اولاد حضرت حاجی عبدالوہاب بخاری قدس سرہ کہ در ایام حضرت مجدد الف ثانی،

درحضرت دہلی صاحب ارشاد بودند وطریق اجداد خود را ترویج میفرمودند از جناب حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ مکاتیب بطرف ایشان درود یافتہ دران مکاتیب فقرات مدحیہ ایشان بسیار نوشتہ اند انشاء اللہ مکتوبی ازان مذکور خواہد شد حضرت حاجی عبدالوہاب بخاری رحمۃ اللہ علیہ بحضرت مخدوم جہانیاں میر سید و طریقہ نیز از ایشان داشتند مکتوبی کہ بالاوعدہ ذکر شدہ نوشتہ می شود۔

عمدۃ المقامات کے صفحہ ۴۹۵ پر مرقوم ہے:

منتخب سابع سے تذکرہ سابع: یہ تذکرہ عارفہ باللہ مقبولہ جناب رسول اللہ ﷺ حضرت بی بی صاحبہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) کے متعلق ہے (جس میں مرقوم ہے) کہ راقم کی والدہ اور حضرت قیوم زماں کی بھتیجی ان کی خدمت میں رہیں اس سے پہلے وہ حضرت قدوۃ الاولیاء شاہ غلام محمد شرف رحمہ اللہکی خدمت میں رہیں۔ لہذا ان خاص نسبتوں سے انہوں نے وافر حصہ حاصل کیا۔ چنانچہ حضرت قدوۃ الاولیاء رحمہم اللہ کے احوال کے تذکرہ میں ان کا بھی ذکر گزر چکا ہے۔ جب حضرت قیوم زماں قیومیت کے مقام پر فائز ہوئے تو بی بی صاحبہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) ان کی خدمت میں رہیں چنانچہ حضرت قیوم زماں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے احوال میں ان کی طرف اشارہ گزرا ہے۔ بی بی صاحبہ نے ان کی خدمت میں رہ کر ان سے از سر نو ابتداء تا انتہا سلوک طے کیا اور کمال واکمال (خود کمال پر فائز ہونا اور دوسرے کو بھی درجہ کمال تک پہنچادینا) کے مقام سے مشرف ہوئیں۔ پہلے ان کے نسب کو بیان کیا جاتا ہے پھر اجمالی طور پر ان کے احوال کی کیفیت مذکور ہو گی۔ حضرت بی بی صاحبہ کے والد ماجد کا نام حضرت شاہ عطاء اللہ رحمہ اللہ تھا۔ اپنے آبائی نسب کے لحاظ سے ان کا تعلق دہلی کے بخاری

سادات سے تھا جو کہ حضرت حاجی عبد الوہاب بخاری قدس سرہ کی اولاد میں سے تھے اور یہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے زمانے میں دہلی میں صاحب ارشاد تھے اور اپنے اجداد کے طریقہ کی ترویج فرماتے تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی طرف سے حضرت کے نام کئی مکتوبات ملتے ہیں ان مکتوبات میں حضرت کی تعریف میں کئی عبارات لکھی ہیں۔ حضرت حاجی عبد الوہاب بخاری رحمہ اللہ نے جو مکتوب حضرت مخدوم جہانیاں رحمہ اللہ کی خدمت میں بھیجے ان شاء اللہ ان میں سے ایک کا تذکرہ بھی ہو گا۔ انہوں نے ان سے طریقہ بھی حاصل کر لیا تھا۔

جس مکتوب کا اوپر وعدہ کیا وہ ذیل میں مذکور ہے:

جلد اول، مکتوب نمبر ۵۵، بسیادت پناہ شیخ عبد الوہاب بخاری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

مکتوب پنجاہ و پنجم از جلد اول شیخ عبد الوہاب بخاری صدور یافت چند گاہ است کہ دل را محبتی نسبت بملازمت شما پیدا شدہ است غیر ان ارتباطی کہ سابقا متحقق بود بناء علیہ بدعای ظہر الغیب بی اختیار مشغول است وچون سرورِ کائنات وفخر موجودات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات فرمودہ اند کہ من احب اخاہ فلیعلم ایاہ اظہار حب خود نمودن اولیٰ وانسب دانست وبہ این محبت کہ نسبت بہ اقربائی آنحضرت علیہ السلام پیدا شدہ رشتہ امیدواری تمام بدستِ آوردہ حق سبحانہ وتعالیٰ بر محبت ایشان استقامت ارزانی فرماید **بحرمۃ سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ صلوات والسلام۔** مکتوبہ الشریف ۴۹۶

جلد اول مکتوب نمبر ۵۵، بسیادت پناہ شیخ عبد الوہاب بخاری، کچھ عرصہ ہوا کہ آپ کے ساتھ رہنے کی وجہ سے آپ سے محبت پیدا ہو گئی جو تعلق آپ سے پہلے تھا تو اس کو چھوڑ کر اسی وجہ سے آپ

کی موجودگی اور غیر موجودگی میں آپ کے لیے دعا گو رہتا ہوں۔ حضور سرورِ کائنات فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

من احب اخاه فليعلم اياه (جو اپنے بھائی سے محبت کرتا ہے تو اس کو (اس محبت سے آگاہ کردے) محبت کا خود بخود اظہار بہتر واعلیٰ ہوتا ہے اور وہ محبت جو حضور ﷺ کے اقرباء سے پیدا ہوتی ہے۔ اس سے امید کا رشتہ ہاتھ آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے طفیل ان کی محبت میں استقامت عطا فرمائے۔

چون خدمت ایشان بسیر محبوبی ومرادی مراتبِ اظہار کمال واکمال را حاصل کردند ومعاملات سنین را بساعات علی فرمودند وبمقامات علی ومراتب متعالی مشرف شدند وچون مشرب ایشان محمدی واقعه شده بوده جمیع مدارج ولایات فائض گردیدند دقیقهٔ از دقائق اسرار وکمال نماند که بدان ممتاز نشدند وبه الهامات خاصه وعنایات مختصه وسرور آمدند مرشد ایشان حضرت قیوم جهان خدمت ایشان را تکلیف تام بامر ارشاد داشتند وایشان خود را ازین امر خطیر یکسو نمودند وسوانح ان بیان میفرمودند هرچند مبالغه دران امر مشاهده میمودند کناره ازاں می جستند درین لیت ولعل مدتی در گفتگوی کشید تاآنکه در معامله بشرف زیارت جناب اطهر صلوات الله علیه مشرف شدند وازان سرور کائنات وفخر موجودات بخلعت خاصه خلافت ارشاد وممتاز ومجاز گردیدند وتاکید اکید درین امر شریف دیدند لاچار اظهار بخدمت مرشد والا تبار خود نمودند وان

قیوم وقت چون از مدتی خواہش این امر داشتند ازین مرور گردیدہ نامۂ اجازت وارشاد برای ایشان نوشته وجبه ودستار خود را به تبرکات به ایشان عنایت فرمودند وجماعت طلاب که بخدمت عالی بود امر کردند که بخدمت حضرت بی بی صاحبه رحمہا اللہ تعالیٰ رفته از بیرون حجره شریف توجه گرفته باشند حتی که خلفای کامل خود را نیز اذن بتوجه از ایشان نمودند وفرزنداں واطفال واہل خود را تمام چه بنات وچه ازدواج بخدمت ایشان مرید کردند ایشان به امر مرشد واشاره ارواح طیبه طوعاً وکرہاً مشغول شدند تاثیر در مسترشدان ایشان بنوعی شد که مافوق ان متصور بناشد ومردم از دور ونزدیک خصوصاً از عالم نساء به ایشان رجوع آوردند وہنگامہ ارشاد فیض رشاد ایشان در اطراف واکناف منتشر شد بانسوان از خانمان خود دوست برداشته بذیل دامان ایشان افتادند وازانوار واسرار سرمست وسرشار شدند وبسیاری از مسترشدات ایشان مجذوبه گردیدند حتی که در خانہ ایشان مجذوبات زنجیر بپا ہمیشه فتاده بودند در عالم نسوان مثل این احتماع للہ وفی اللہ که در خدمت ان مقبولہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شده بود چه در متقدمین ومتاخرین از صالحات شیذہ نه شده بلکه در عالم رجال خال خال دران حال باین قوت کمال واکمال بوده باشد

بیت

فیض روح القدس اگر باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچه مسیحا میکرد

ا۔ بی بی صاحبہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) کی باطنی نسبت کا اظہار:

جب بی بی صاحبہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) نے ان کی خدمت میں رہ کر مراتب کمال واکمال حاصل کر لیے اور معاملات سنین بہت جلد طے کر لیے اور بلند مقامات اور اعلیٰ مراتب سے مشرف ہو گئیں اور جب ان کا مشرب مشرب محمدی ہو گیا اور ولایت کے جملہ مدارج کا فیض حاصل کر لیا تو اسرار وکمال کی کوئی باریکی نہ تھی جس سے وہ ممتاز نہ ہوئی ہوں اور جب خاص الہامات اور خاص عنایات سے بھی فیض یاب ہو گئیں تو آپ کے مرشد حضرت قیوم جہاں رحمہ اللہ تعالیٰنے ان کو ارشاد و تبلیغ کا حکم دیا لیکن انہوں نے خود اپنے آپ کو اس مشکل معاملے سے دور رکھا اور اس امر مشاہدہ سے ہر چند کنارہ کیے رکھا اور ایک مدت تک اس معاملے میں گفتگو کرنے سے پس وپیش سے کام لیتی رہیں یہاں تک کہ اسی معاملہ میں حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئیں اور حضور ﷺ نے ان کو خلافت وارشاد کی خاص خلعت عطا فرمائی اور ان کو اجازت عطا فرمائی اور اس معاملہ میں سخت تاکید فرمائی۔ پھر مجبوراً آپ نے اپنے مرشد گرامی سے اس (خواب) کا اظہار کیا۔ قیوم زماں تو مدت سے اس امر کی خواہش رکھتے تھے لہذا آپ بہت خوش ہوئے اور ان کو ارشاد و تبلیغ کا اجازت نامہ لکھ دیا۔ نیز اپنا جبہ ودستار تبرک کے طور پر ان کو عنایت فرمائیں اور جو طلبا آپ کی خدمت میں موجود تھے۔ ان کو حکم ارشاد فرمایا کہ حضرت بی بی صاحبہ (رحمہا اللہ تعالیٰ) کے پاس جایا کریں اور ان کے حجرہ کے باہر بیٹھ کر ان سے توجہ لینے کی اجازت عطا فرمائی۔ نیز اپنے بیٹوں، بچوں اور اہل خانہ کو بھی یہی حکم دیا، کیا بیٹیاں کیا بیویاں تمام کو ان کا مرید کروا دیا۔ آپ (بی بی صاحبہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) طوعاً وکرہاً مرشد گرامی کے حکم اور ارواح طیبہ کے اشارہ سے اس کام میں مشغول ہو گئیں۔ جلد ہی ان میں ایسی تاثیر نظر آنے لگی جو تصور میں بھی نہ تھی اور قریب وبعید سے لوگ خصوصاً عورتیں ان کی خدمت میں

حاضر ہونے لگیں۔ اطراف واکناف میں ان کے فیض وارشاد کے ڈنکے بجنے لگے۔ ان کے اپنے خاندان کی بہت سی عورتیں ان کے دامن کے ساتھ وابستہ ہوئیں اور راز واسرار سے سرمست وسرشار ہوئیں۔ بہت سی ارادت مند خواتین مجذوب ہو گئیں۔ یہاں تک ان مجذوب عورتوں کے پاؤں میں زنجیر ڈال کر گھروں میں رکھا جاتا۔ عورتوں کی جو حالت ان مقبولہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تھی وہ کسی اور متقدمین اور متاخرین بزرگوں کے اجتماع للہ وفی اللہ میں سننے کو نہیں ملیں بلکہ مردوں میں بھی اس طرح کمال واکمال کی قوت کا عالم خال خال ہی نظر آتا ہے۔

بیت

فیض روح القدس اگر باز مدد فرماید   دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

ترجمہ: حضرت روح القدس کا فیض اگر دوبارہ مدد فرمائے تو دوسری ہستیاں بھی اسی طرح کر سکتی ہیں جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیا کرتے تھے۔

ارشاد خط:

ارشادنامہ کہ خدمت حضرت قیوم جہاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ نوشتہ اند اینجا ثبت میشود، ھذاھو الحمد للہ الذی خلق الآدم علی صورتہ وکرمہ بخلافتہ واجریٰ تلک النسبۃ بین انبیائہ واولیائہ صلوات اللہ علی نبینا محمد وآلہ الطاھرین وصاحبہ المھتدین وکذالک علی الانبیاء اجمعین واولیائ۔ المرضیین وعباد اللہ الصالحین امابعد!

نمودہ می آید کہ خدمت مخدومہ مکرمہ معظمہ مظہر انوار القیوم نور العین وثمرۃ الفواد امۃ المعصومیہ سلمہا اللہ تعالیٰ چون سلوک وتسلیک طریقہ علیہ حضرات نقشبندیہ مجددیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نزد فقیر حاجی صفی اللہ السرہندی باتمام واختتام رسانید وباعلی درجات کمال واکمال

مشرف شده قطع مراتب ولایت صغریٰ و کبریٰ وعلیا و سیر الی اللہ وفی اللہ عروج درمدارج کمالات نبوت ورسالت واولوالعزم بمقامات انبیاء ورسل ودخول در صفوف ان اکابر ووقوف از علوم معیت احاطه و سریان توحید وجودی و شهودی بتفصیل حاصل نمود واز حضور خاصه نقشبندیه بطرز حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ وفناء اتم وبقاء اکمل وزوال عین واثر وفناء فنا تحقق یافت وارتقای از جمیع مقامات ظلال واصول ووصول باصل الاصل که از شائبه ظلیت مبدا ویکسواست حاصل وقت او شد وسوی آنچه مذکور گردید بمعاملاتی مشرف شد که این کمالات نسبت بآن حکم قطره دارد نسبت بدریای محیط چه این کمالات از علوم واجب الاظهار است وان از اسرار لازم الاستتار یضیق صدری ولاینطلق لسانی۔ ایمای بان مینماید وقطع منی ہذاالبلعوم اشاره بان میکند ودر مقام نزول چون عروج کامل آمد بخاطر فقیر افتاد که معززا الیها را اجازت تعلیم وتلقین نماید تا خلائق از فیوض وبرکاتش بهره ور گردند اما مخدومه مکرمه معظمه در قبول این امر اهمال درزیده وتعویق درین امر افتاد تاعنایات بی غایات ازلی شامل حال او گردید کار اورا از حضیض باوج رسانید وبمنصب خلت ومحبوبیت وبهره اصالت وفردیت ومایناسب ذالک من الخصوصیات والاازجناب اقدس خداندی علی التواتر والتوالی سرفراز وممتاز شد وبشرف زیارت حضرت خیرالبریه خاتمیت علیه وعلی آله الصلوات والتسلیمات والتحیة مشرف گردید وازان

جناب بخلعت خلافت وارشاد ماذون کامل شد ودر قبول این امر تاکید اکید یافت الحمد للہ علی ذالک حمداً کثیراً الاکابر الحال خدمت مخدومہ مشار الیھا را احتیاج باذن نیست اماچون از قلم موسوم گردید کہ بی اذن پیر درین امر خطیراقدام نمی نمایند لہذا میگردد کہ ہر کہ از قسم نساء ورجال کہ طالب راہ ایزد ومتعال باشد بخدمت شریفش برسد واخذ طریقہ نماید گویا باین فقیر رسیدہ باشد وبقدر استعداد از انعکاس باطن شریفش بھرہ ور گردد شرط الاجازۃ الاستقامہ بالشریعۃ المرضیہ والسنۃ المصطفویہ علی صاحبہا الصلوات والسلام والتحیۃ والرسوخ بمحبۃ الشیوخ السلسلۃ العلیۃ رضی اللہ تعالیٰ اجمعین ثم الصلوات والسلام علی خیر الانام وعلی آلہ العظام وصحبہ الکرام الی یوم القیام۔

ارشاد خط:

حضرت قیوم جہاں رحمہ اللہ کا ارشاد نامہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

تمام تعریفیں اس اللہ عزوجل کے لیے ہیں جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا اور اپنی خلافت سے ان کو نوازا اور اس نسبت کو انبیاء اور اولیاء کے درمیان جاری فرمایا اور اللہ عزوجل کی رحمتیں ہوں۔ ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور ان کی آل پاک پر اور ان کے ہدایت یافتہ اصحاب پر اور اسی طرح رحمتوں کا نزول ہو تمام انبیاء علیہم السلام واولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) اور اللہ عزوجل کے نیک بندوں پر اما بعد! دیکھنے میں آیا ہے کہ جب مخدومہ، محترمہ، معظمہ، مکرمہ، مظہر انوار القیوم، نورالعین ثمرۃ الفواد امۃ المعصومہ سلمہا اللہ تعالی نے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کا سلوک فقیر حاجی صفی اللہ سرہندی سے مکمل کیا اور کمال واکمال کے اعلیٰ درجات سے مشرف ہو گئیں اور

ولایت صغریٰ اور کبریٰ وعلیا حاصل کرلیں اور سیر الی اللہ سیر فی اللہ کے مدارج میں عروج حاصل کرلیا اور کمالات نبوت و رسالت میں عروج حاصل کیا اورانبیاء ورسل کے مقامات میں صعود سے مشرف ہو چکیں اور ان اکابرین کی صفوں میں داخل ہو گئیں اور معیت احاطہ کے علوم اور توحید وجودی و شہودی کی سیر کا تفصیل سے مشاہدہ کرلیا اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت مجدد الف کے طریقہ کے مطابق حضور کا مقام پالیا اور مکمل فنا اور اکمل بقا اور عین واثر کے زوال اور فنا در فنا کے مقام کو حاصل کرلیا۔ ظلال اصول اور وصول باصل الاصل کے تمام مقامات میں اس قدر ترقی حاصل کرلی کہ اس میں ظلیت کے شائبہ سے یکسوئی حاصل ہو گئی۔ نیز مذکورہ بالا مقامات کے علاوہ ایسے بہت سے دیگر مقامات سے مشرف ہوئیں کہ ان کی مثال ان کے مقابلہ میں قطرہ و دریا کی سی ہے۔

علوم کے ان کمالات کا اظہار واجب ہوتا ہے اور ان کے اسرار ورموز کا پوشیدہ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ یضیق صدری و لاینطلق لسانی۔ (میرا سینہ تنگ ہوتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی) میں اُس کی طرف اشارہ ہے اور قطع منی ھذاالبلعوم میں اس کی طرف اشارہ ہے اور جب انہوں (بی بی صاحبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) نے نزول کے مقام میں عروج کامل حاصل کرلیا تو فقیر (حاجی صفی اللہ رحمہ اللہ) کے دل میں یہ خیال آیا کہ کیوں نہ بی بی صاحبہ کو تعلیم و تلقین کی اجازت دی جائے تا کہ مخلوق خدا ان کے فیوض وبرکات سے بہرمند ہو لیکن ایک مخدومہ و مکرمہ (بی بی صاحبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) تھیں کہ اس کو قبول کرنے سے اغماض برتتی رہیں اور اس امر کو ملتوی کرتی رہیں۔ یہ اسی وجہ سے ہو گا کہ انتہائی ازلی عنایات ان کے شامل حال ہو جائیں۔ سو ہوا بھی یوں ہی کہ ان کا معاملہ پستی سے اوج ثریا تک جا پہنچا اور وہ خلت و محبوبیت کے مقام سے مشرف ہوئیں اور اللہ جل جلالہ کی جناب سے اصالت و فردیت اور دیگر مقامات سے مشرف ہوئیں۔ (جو اس کے لائق تھے) پھر وہ حضرت

خیر البریہ علیہ و علی آلہ الصلوات والتسلیمات کی زیارت سے مشرف ہوئیں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خلافت و ارشاد کی خلعت عطا فرمائی اور اس کو قبول کرنے کی سخت تاکید فرمائی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک حمداً کثیراً۔

اگرچہ اب مخدومہ مذکورہ کو اجازت کی قطعاً ضرورت باقی نہیں رہتی لیکن چونکہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ پیر کی اجازت کے بغیر اس مشکل راہ پر قدم نہیں رکھنا چاہیے۔ لہذا یہ بات واضح کی جاتی ہے کہ راہ خدا عزوجل کے طالبین تمام مرد و عورت کو چاہیے کہ وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوں اور ان سے وہ طریقہ حاصل کریں جو فقیر سے ان کو پہنچتا ہے اور اپنی باطنی استعداد کے مطابق ان سے بہرمند ہوں اور اس اجازت کی شرط یہ ہے کہ شریعت مرضیہ پر استقامت اور سنت مصطفوی علی صاحبہا الصلوات والسلام والتحیۃ پر ثابت قدم رہیں اور سلسلہ عالیہ کے شیوخ رحمہم اللہ تعالیٰ سے محبت میں راسخ ہوں۔

الصلوات والسلام علی خیر الانام و علی آلہ العظام و صحبہ الکرام الی یوم القیمۃ۔

بعد ازین مدتی ارشاد در زید ند وجہانی از قسم نسوان از خدمت ایشان مستفیض شدند جماعت کہ بنقص عقل ودین متصف اند بکمال عرفان ویقین موصوف شدند۔

اس کے بعد ایک مدت تک ارشاد و تبلیغ کا کام ہوتا رہا اور خواتین کا ایک جمِ غفیر ان کی خدمت سے مستفیض ہوتا رہا۔ وہ جماعت جو ناقص العقل اور ناقص الدین تھی وہ معرفت کے کمال سے متصف ہوگئی ہے۔

حنظل صحرا چو سیب بوستان میزند پھلو بقندی دوستاں

اے دوستو! ریگستان کا تمہ باغ کے سیب کی طرح اب میٹھے سے شانہ ملاتا ہے (مقابلہ کرتا ہے) اللہ تعالیٰ کی ان پر بے پایاں عنایت دیکھ کر میں ان کی خدمت میں اکثر یہ شعر پڑھتا ہوں۔

اگر بادشاہ بر در پیرزن بیاید تواے خواجہ سبلت مکن

اس بزرگ عورت کے دروازے پر اگر بادشاہ بھی آئے تو اسے بھی مونچھیں نیچی کرنا پڑیں گی

یہ بی بی صاحبہ کی معرفت و ارشاد کے مختصر احوال تھے۔ اگر تفصیل میں جاؤں تو بات لمبی ہو جائے گی۔ بہر حال ایک منصف مزاج مومن کے لئے یہی کافی ہے۔ ان متعصبین و منکرین کی بات نہیں کرتا جو اہل اللہ کا انکار کرتے ہیں، ان سے تعصب رکھتے ہیں اور ان کی شان میں بے ادبی کرتے ہیں۔ ان کی شان میں تفریط سے کام لیتے ہیں اور ان خواتین کی عیب جوئی کرتے ہیں جو اس مطلوبہ امر کی اہل ہوتی ہیں۔ ان سالکات پر طعن زنی کرتے ہیں جو مقامات سلوک کی بلندی تک جا پہنچی ہیں۔

حاشاء و کلاء اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں کی فریب زدہ باتوں سے محفوظ فرمائے جو اپنے منہ سے ایسی باتیں کہتے ہیں شریعت جن کو قبول نہیں کرتی۔

قارئین گرامی قدر! حضراتِ قائدین و مدرسین ہمارے اس علاقہ میں مزید ملاحظہ فرمائیں کہ ضلع گجرات میں ایک خوبصورت مدرسہ ہے جس میں علوم دینیہ اور فنونِ مذہبیہ کی تعلیم دی جاتی ہے اور بلاشبہ اس کی طالبات کی تعداد ۷۰۰ تک جا پہنچی ہے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ اس کا نظم و نسق تمام کا تمام عورتوں کے ہاتھ میں ہے۔ اس طرح کی تعلیم و تربیت قرون ثلاثہ میں ہوا کرتی تھی۔ اُس زمانے کو سرکار شفیع انس و جاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک نے عمدہ زمانے سے متصف

فرمایا تھا اور ہمارے اس زمانے میں فتنے سر اٹھا چکے ہیں اور اب وہ وقت آ چکا ہے جسے فتنوں کا زمانہ قرار دیا گیا ہے۔اس حالت میں ان مدارس کی تعمیر و بقا ایک مستحسن عمل ہے۔

اس کی مثال اس اشارہ سے سمجھی جا سکتی ہے کہ:

من راہ المسلمون حسنا فھو عنداللہ حسن۔

جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

اس علاقے کی عورتوں کے افادہ و استفادہ کا دارو مدار اسی پر ہے کیونکہ وہاں آداب شریعت کے مطابق ظاہر کو سنوارنے کی تربیت دی جاتی ہے اور اس پر ان کے معاملاتی امور کی اصلاح کا انحصار بھی ہے اور پھر علوم باطنیہ کی کیا شان ہو گی جسے اسلاف تصوف کا نام دیتے ہیں اور یہ علوم قرآن و حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔

اگر اس کا تذکرہ شروع ہوا تو ممکن ہے کہ ایک ضخیم کتاب میں ڈھل جائے اس لیے اشارہ پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔کتابوں میں (تصوف کو) حالت شریفہ سے موسوم کیا گیا ہے بلکہ اس کی تعریف نور ہدایت عنایت اور توفیق من اللہ کے الفاظ سے کی گئی ہے اور یہ عین شریعت کے مطابق عمل کرنا ہے۔کیونکہ شریعت و طریقت میں کسی قسم کے اختلاف کی گنجائش نہیں اور جو شخص طریقت کو شریعت سے جدا گردانتا ہے وہ زندیق ہے کیونکہ آداب شریعت کے ذریعے ظاہر میں نکھار آتا ہے اور آداب طریقت سے باطن سنورتا ہے اور یہ مخلوق کو خالق سے ملا دیتا ہے انسان کو اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف کر دیتا ہے اور اہل اللہ کو فنا و بقا کے مقام سے مشرف فرما دیتا ہے لیکن ان کمالات کے حصول کا دارو مدار شیخ کامل و مقتدا کی توجہات پر ہے۔کوئی بھی صاحب بصیرت شخص اپنے ظاہر کو صورت شریعت اور اپنے باطن کو حقیقت شریعت کے بغیر نہیں رکھ سکتا۔لیکن جو شخص بے بصیرت ہو وہ تو پھر ایسا ہی کرے گا۔

المختصر مذکورہ بالابحث سے میرا مقصد ارشاد اور دعوت کے مطلق طریقہ کو ثابت کرنا ہے۔ چاہے وہ مرد ہوں یا عورتیں۔ مسئلہ اس طرح نہیں ہے جس طرح مخالفین اور حاسدین گمان کرتے ہیں۔ بالفرض اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ عورتوں کا ارشاد ممنوع ہے اور ایک غیر معروف چیز کی طرف متوجہ ہونا ہے جیسا کہ بعض باتیں بنانے والے اور منع کرنے والے کہتے رہتے ہیں تو پھر یہ بھی چاہیئے کہ مردوں میں سے جو اولیاء اللہ ہیں ان کی دعوت وارشاد کو بھی ممنوع قرار دیا جائے کیونکہ مرد اور عورتیں شریعت کے احکام کے یکساں مخاطب ہیں۔ ہم صرف آیت کی طرف اشارہ کرتے ہیں پروردگار عالم نے فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (الذاریات ٥٦)

ترجمہ: میں نے جن اور انسان پیدا نہیں کیے مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔

یہاں خطاب مطلق ہے اور قاعدہ ہے کہ المطلق یجری علی اطلاقه (مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے)۔

اس لیے جب ہر دو فریق (مرد وعورت) کا ذکر معرفت میں برابر ہوا ہے تو ضروری ہے کہ استفادہ وافادہ اور ارشاد میں وہ اپنی استعداد کے مطابق برابر ہوں لیکن ہاں یہ بات ہے کہ مرد وعورت کے درجات میں فرق کو بہرحال ملحوظ خاطر رکھا جائے گا۔ اور پھر یہ بھی ہے کہ جس طرح مخالفین عورتوں کے لیے علوم باطنیہ کی دعوت کا انکار کرتے ہیں تو پھر اسی طرح وہ علوم ظاہریہ میں بھی ان کی تدریس کا انکار کیوں نہیں کرتے؟ ان کا یہ انکار صرف اپنی کمزوری کی وجہ سے ہے کہ وہ خود تو طریقت کے اسرار کی خوشبو پا نہ سکے (اور چلے ہیں دوسروں کا انکار کرنے)۔

وفی الاحیاء للغزالی لذۃ العلم بقدر شرف العلم و شرف العلم بقدر شرف المعلوم و قال فی آخر قولہ و بھذا تبیین ان العلم لذیذ و الذ العلوم العلم باللہ تعالیٰ و بصفاتہ و افعالہ و تنبیرہ فی ممکنتہ من منتھی عرشہ الی تخوم الارضین فینبغی ان یعلم ان لذۃ المعرفۃ اقویٰ من سائر اللذات انتھی۔

امام غزالی اپنی کتاب احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ علم کی لذت اس علم کے شرف کے مطابق ہوتی ہے اور علم کا شرف معلوم کے شرف کے مطابق ہوتا ہے۔ اپنے اسی قول کے آخر میں وہ فرماتے ہیں کہ علم لذیذ ہوتا ہے اور لذیذ ترین علم اللہ تعالیٰ اس کی صفات اور افعال کا علم ہے۔ نیز عرش الٰہی کی انتہا سے لے کر تحت الثریٰ تک اس کی بادشاہت میں غور و فکر کرنا یہ لذیذ ترین علم ہے۔ لہٰذا جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی لذت تمام لذات سے قوی ہے۔

ویا ایھا السالک و السالکۃ ابقا کما اللہ بعد ما افنا کما۔ ان مسائل الجواب کثیرۃ جدا لا یمکن احصائھا علی التفصیل خوفاً عن الاطناب و لکن اثرت الی مجامعھا و سلکت اخصر المسالک فی نھایۃ الاختصار لئلا یقع بھذا مثلاً فلیبک علی نفسہ و لیمت علی غیضہ و للہ در القائل:

و ان کنت تعلم فذاک مصیبۃ و ان کنت لا تعلم فالمصیبۃ اعظم

زد شیخ شھر طعنہ بر اسرار اھل دل المرء لا یزال عدو لما جھل

اب خضر از جوی بار اولیائ نہ خوریم از تشنۂ غافل بیاء

اے سالک مردوں اور عورتوں، اللہ تعالیٰ تمہیں فنا کے بعد بقا کا مقام عطا فرمائے۔ ان سوالوں کے جواب بہت زیادہ ہیں لیکن طوالت کے ڈر سے ان کو بالتفصیل ذکر کرنا یہاں ممکن نہیں۔ بہر حال میں نے اجمالاً ان کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ میں نے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے مختصر راستہ اختیار کیا ہے تاکہ طالب سالک اور طالبہ وسالکہ دنیا کے جھوٹے پروپیگنڈا کرنے والوں کے دھوکے میں مبتلا نہ

ہوں۔ زمانہ کے تفرقہ بازوں کی واہمات میں نہ الجھیں اور مکار اور دھوکے باز لوگوں کی لغویات سے پریشان نہ ہوں۔ اہل علم خود بھی اس مسئلہ کو سمجھ لیں اور اہل عبادات کو بھی آگاہ کر دیں اور جو شخص ان دلائل پر بھی قناعت نہیں کرتا اسے اپنے آپ پر رونا چاہیے اور اسے چاہیے کہ وہ اپنے ہی غصے کی موت مر جائے۔

شاعر نے اللہ کے کرم سے کیا عمدہ بات کی ہے:

ان کنت تعلم فذاک مصیبۃ　　　　و ان کنت لا تعلم فالمصیبۃ اعظم

ترجمہ: اگر تو جان جائے پھر بھی مصیبت ہے اور اگر تو نہ جانے تو پھر اس سے بڑھ کر مصیبت ہے۔

ز دشیخ شہر طعنہ بر اسرار اھل دل　　　　المرء لا یزال عدو لما جھل

ترجمہ: شیخ شہر نے اہل دل کے اسرار پر طعنہ زنی کی آدمی جس چیز کو جانتا نہیں اس کا دشمن ہی رہتا ہے۔ (آب خضر از جوی بار اولیاء)

فھذا الامر شروح ان اردت یطول لا یحتملھا المقام فھذا النبذ یکفی للعالم المحقق المنصف۔

یہ مسئلہ بہت واضح ہے اگر میں چاہوں تو بات کو طول دے سکتا ہوں مگر یہ مقام اس طوالت کا متحمل نہیں۔ یہ مختصر سی وضاحت ایک منصف مزاج عالم اور محقق کے لیے کافی ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست سوال دراز کرتے ہیں کہ وہ ہمیں شریعتِ مصطفویہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین!

فقیر سیف الرحمن اخندزادہ ارچی وخراسانی

۱۴۱۵ ہجری ربیع الثانی

(تذکرہ ابو حبیب قدس سرہٗ العزیز، ص ۲۰ تا ص ۷۱)

حررہ:

العبد الفقیر السید احمد علی شاہ ترمذی حنفی سیفی

حال فقیر کالونی اورنگی ٹاؤن

جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ